کتابی سلسلہ

المصداق

حیدرآباد

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

مرتب: شاہ انجم بخاری

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی حیدرآباد سندھ پاکستان



خرابم در غم هجر جمالت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم
جمال خود نما رحمی بجان زار شیدا کن
(شیخ عبدالحق محدث دهلوی رح)

بوقت حاضری روضه مبارک حضرت محمد صلی الله علیه وسلم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ : قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ مَنۡ اَحَقُّ بِحُسۡنِ صَحَابَتِیۡ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنۡ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنۡ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنۡ قَالَ اَبُوۡكَ وِفِیۡ رِوَایَةٍ قَالَ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدۡنَاكَ اَدۡنَاكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیۡهِ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمھاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھارا باپ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا تمھاری والدہ پھر تمھاری والدہ پھر تمھارا باپ پھر تمھارا قریبی پھر تمھارا قریبی (بخاری و مسلم)

برائے ایصال ثواب:

نجمہ آراء سعید

والدہ مرحومہ سید زبیر احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

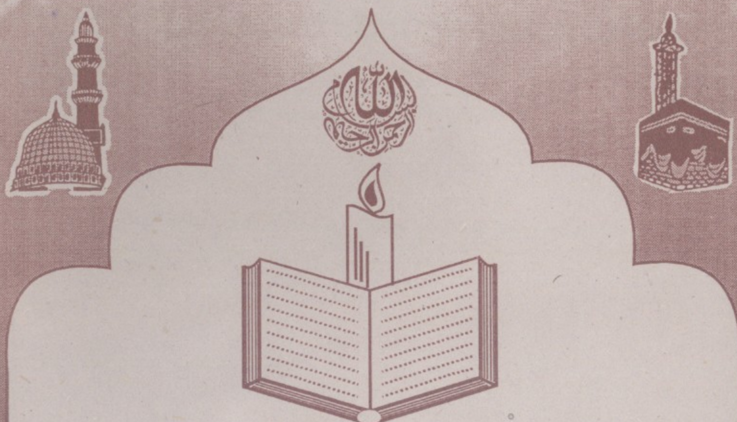
عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ: قَالَ قَالَ رَجُلُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ مَنۡ اَحَقُّ بِحُسۡنِ صَحَابَتِیۡ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنۡ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنۡ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنۡ قَالَ اَبُوۡكَ وَفِیۡ رِوَایَةٍ قَالَ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اُمَّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدۡنَاكَ اَدۡنَاكَ۔ (مُتَّفقٌ عَلَیۡهِ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمھاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھاری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھارا باپ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا تمھاری والدہ پھر تمھاری والدہ پھر تمھاری والدہ پھر تمھارا باپ پھر تمھارا قریبی پھر تمھارا قریبی (بخاری ومسلم)

برائے ایصالِ ثواب:

نجمہ آراء سعید

والدہ مرحومہ سید زبیر احمد



نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

''حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ لوگوں نے کہا اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے، اس سے اپنے آپ کو نفع دے اور صدقہ کرے۔ لوگوں نے کہا اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو یا وہ اس طرح نہ کرے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ غمناک حاجت مندوں کی مدد کرے، لوگوں نے کہا، اگر وہ یہ کام نہ کرے، فرمایا: پھر نیک کام کا ہی حکم دے۔ لوگوں نے کہا، اگر وہ یہ بھی نہ کرے۔ فرمایا: تو برائی اور شر پھیلانے سے رکا رہے۔ کہ اس کے لئے وہی صدقہ ہے''۔ (بخاری مسلم)

برائے ایصال ثواب

محمد حامد مرحوم و محمد زین الحق مرحوم

الحدیث

اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کا حال جو اپنے
رب کا ذکر کرتا ہے اور اس شخص کا حال جو اپنے رب کا ذکر نہیں
کرتا ۔ زندہ انسان اور مردہ انسان کی طرح ہے ۔
(بخاری شریف)

الداعی الی الخیر

عبد الغفار اویسی ، محمد یعقوب الوانی ، حیدر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو (القرآن)

جن لوگوں پہ ہے انعام ترا، ان لوگوں میں لکھ دے نام مرا
محشر میں مرا رہ جائے بھرم اللہ کرم اللہ کرم

(صبیح رحمانی)

الحدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی دن نہیں جس میں لوگ صبح کرتے ہیں، مگر دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کی جگہ اور دے اور زیادہ دے اور دوسرا کہتا ہے: یا اللہ! بخیل کے مال کو ہلاک و برباد کر (بخاری و مسلم)

الداعی الی الخیر

سید ذو القرنین شاہ بخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

بیاد امام اہل سنت، محقق علی الاطلاق، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

(۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ)

سلسلۂ کتابی

المصداق

حیدرآباد

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی حیدرآباد کا دینی، علمی اور تحقیقی مجلہ

کتابی سلسلہ (۱۰-۹)

۲۰۰۶ء - ۲۰۰۵ء

زیر اہتمام

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مشاورت

☆ مراسلت کے لیے پتا: ۵۵۶۔امانی شاہ کالونی یونٹ نمبر ۱۱، لطیف آباد حیدرآباد، سندھ، فون نمبر ۸۶۷۱۲۰۔۰۲۲۱

ترسیلِ زر کے لیے: دینی و تبلیغی کتب کی اشاعت کے لیے کرم فرما حضرات اپنے چیک/ڈرافٹ ''سالنامہ المصداق حیدرآباد'' (کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۷۵۔۶۰۱۷ حبیب بینک لمیٹڈ شاخ لطیف آباد نمبر ۷) کے نام ارسال فرمائیں۔ مجلس کے تمام متعلقین کی خدمات اعزازی ہیں۔

نوٹ: مطبوعاتِ مجلس کے جملہ محاصل علمی، تحقیقی اور تبلیغی مقاصد کے لیے وقف ہیں۔

کتابی سلسلۂ اشاعت: نواں دسواں (۹۔۱۰) شمارہ مشترکہ ۲۰۰۶ء۔۲۰۰۵ء

ناشر: مجلس شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (پاکستان) حیدرآباد، سندھ

کمپوزنگ: محمد مرتضیٰ میو

ہدیہ:

تشکر: سرورق پر خطاطی کے نمونے اور اس کے متعلق حسبِ ذیل معلومات کی فراہمی کے لیے ادارہ جناب محمد راشد شیخ (انجینئر) کا شکرگزار ہے۔

''ترکی کے نامور خطاط حامد الآمدی مرحوم (۱۸۹۱ء۔۱۹۸۲ء) کے خوب صورت خط میں قرآنی آیت: هَل يَستوِى الذين يَعلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعلَمُونَ''۔ [''کیا کبھی برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور جاہل''۔ ترجمہ از پیر محمد کرم شاہ الازہری نور اللہ مرقدہٗ]

فہرست مشمولات

☆☆☆

اپیل برائے تعاون

مجلس شیخ عبدالحق محدّث دہلوی حیدر آباد (سندھ پاکستان) کے اغراض ومقاصد کے پیشِ نظر مجوزہ اشاعتی منصوبے کی تکمیل کے لیے نیز المصداق کو جاری رکھنے کے لیے عقیدت مندانِ حضرت شیخ محدّث علیہ الرحمہ سے تعاون کی اپیل ہے۔

(ادارہ)

اداریہ

بسم اللہ الرّحمن الرحیمO

وَالصّلوٰۃُ وَالسّلام عَلٰی رَسُولہٖ الکریم

محترم قارئین کرام! ''المصداق'' کا تازہ شمارہ (٢٠٠٦ء۔٢٠٠٥ء) آپ کے پیشِ نظر ہے۔اُمید ہے کہ حسب سابق یہ اَرمغانِ علمی بھی پسند آئے گا۔

یہ محض فضلِ ربّانی اور صدقۂ نور یزدانی ﷺ ہے جس کی بدولت ہی ہمیں یہ شمارہ مُرتب کرنے کی توفیق اور سعادت نصیب ہوئی۔ شکر الحمدللہ۔

المصداق کے گزشتہ شمارے پر ہمارے معزز قارئین کرام بشمول علماء وفضلائے تحقیق نے اپنے خطوط کے ذریعے اظہارِ پسندیدگی فرمایا۔ ہمّت افزائی اور پذیرائی کے لیے ممنون ہیں۔ درحقیقت ان خطوط کے ذریعے ہی ہمیں اپنی خامیوں کا علم ہوتا ہے، اور اسی ذریعے سے تحریک پاکر ہم اس مجلّے کے معیار کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بار یہ کوشش کتنی کام یاب رہی؟ اس کا بھی فیصلہ قارئینِ المصداق کریں گے۔ رسالے کے لیے لوازمے کے انتخاب میں بھی

حسبِ سابق افادۂ عام کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس غرض سے رسالے کا ایک مستقل حصہ بعنوان ''تعلیماتِ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ'' مخصوص کیا گیا ہے۔

راقم الحروف کو اپنی کم علمی کا اعتراف ہے۔ اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اگر کوئی غلطی، یا کوتاہی نظر میں آئے تو خیر خواہی واخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے لیے نشان دہی ضرور فرمائیں۔

زیرِ نظر شمارے کی تیاری میں جن حضرات نے دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون فرمایا ہے، اُن کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور اُن کے لیے دُعا گو ہوں کہ مولا تعالیٰ اُنھیں دارین میں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

اس حقیر سے نذرانۂ عقیدت کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور شمعِ عشقِ رسالت ﷺ کے پروانے یعنی عارف کامل، ولی دائم الحضوری، قاطعِ بدعت، ماحیِ سُنّت، صاحب الحق المبین، کشاف اسرارِ مکتوم، بحرِ ذخار علوم، تاج المحدثین برکت مصطفیٰ فی الہند، حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بصد عجز و نیاز پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ کیا عجب کہ یہ بے مایہ سوغات صرف میرے جذبۂ شوق والفت اور مقدور بھر کوشش مخلصانہ کے پیشِ نظر قبول کر لی جائے:

ع گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

☆☆☆

دعوتِ حق

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

(الذاریات:۵۵)

ترجمہ:

اور آپ سمجھاتے رہیے یقیناً سمجھانا اہلِ ایمان کے لیے فائدہ بخش ہے۔

درسِ قرآن

ضیاء القرآن

(حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ٥

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ٥

[الزخرف آیات: ۳۶ تا ۳۷ پارہ الیہ یرد ۲۵]

ترجمہ: ''اور جو شخص (دانستہ) اندھا بنتا ہے رحمان کے ذکر سے (۱) تو ہم مقرر کر دیتے ہیں اس کے لیے ایک شیطان۔ پس وہ ہر وقت اس کا رفیق رہتا ہے (۲) اور شیاطین روکتے ہیں ان (اندھوں) کو راہِ ہدایت سے اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں (۳)''۔

تفسیر:

(۱) ''اس آیت کی تشریح سے پہلے چند الفاظ کی لغوی تحقیق از بس ضروری ہے ''یعش'' علامہ زبیدی تاج العروس میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''العشا مقصورہ: سوء البصر

بالليل والنهار يكون في الناس والدواب والابل والطير كما في المحكم. قال الراغب: ظلمة تعترض العين كالغشاوة اوهو العمى اى ذهاب البصر مطلقاً وقولهٗ تعالیٰ من يعش عن ذكر الرحمن اى يعم۔ یعنی بینائی کی کمزوری خواہ رات میں ہو یا دن میں اس کو عَشا کہتے ہیں یہ انسانوں، حیوانوں اور پرندوں سب میں پائی جاتی ہے۔ راغب کہتے ہیں وہ تاریکی جو آنکھوں پر چھا جاتی ہے اور اس کا ایک معنی اندھا ہو جانا، بینائی کا بالکل ضائع ہو جانا ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں من یش کا معنی یعم اندھا ہو جانا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نابینا ہو جائے۔ علامہ ابن منظور اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں عشا من الشيئى يعشو: ضعف بصره عنه وخبط خبط عشواء لم يتعمده (لسان العرب) بینائی کا کمزور ہو جانا۔ وہ اونٹنی جو ضعفِ بصر کے باعث یونہی منہ اُٹھائے چلی جاتی ہے۔ ایسی اونٹنی کو الناقة العشواء کہتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ مذکور کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے تو عرب کہتے ہیں عشوتُ عنه اور اس آیتِ قرآنی میں من يعش کا یہی مفہوم ہے۔ قال الفرّاء معناه من يعرض عن ذكر الرحمن (لسان العرب) فرّاء کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ جو رحمان کے ذکر سے منہ پھیر لے۔

(۲) قیض: کہتے ہیں اس خول کو جو انڈے پر ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے نقیض لهٗ شیطانا کا معنی ہوگا کہ ہم اس کے لیے ایک شیطان مخصوص کر دیتے ہیں جو اس پر اس طرح چھا جاتا ہے اور اس کو ہر جانب سے اس طرح گھیر لیتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں۔ اى نتيح له شيطانا ليستولى عليه استيلاء القيض على البيض وهوا لقشر الاعلىٰ. یعنی ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس پر اس طرح چھا جاتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے پر چھایا ہوتا ہے۔ علامہ راغب نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے اى ننح ليستولى عليه استيلاء القيض على البيض وهو القشر الاعلیٰ۔ یعنی ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ہماری توفیق اس کو نظر انداز کر دیتی ہے تا کہ اس پر شیطان یوں تسلّط جما لے جس طرح چھلکا انڈے پر مستولی ہوتا ہے۔

ان الفاظ کی لغوی تحقیق آپ پڑھ چکے، اب اس کی روشنی میں اس آیت کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔ لُطف آ جائے گا۔ یعنی وہ شخص جو ذکرِ رحمٰن سے اندھا بن جاتا ہے یا اپنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے انوارِ ربانی اور تجلیاتِ رحمانی کی تاب نہ لاکر آنکھیں جھپکنے لگتا ہے یا جو شخص ذکرِ رحمٰن سے منہ پھیر لیتا ہے اور دوسری لغویات میں منہمک ہو جاتا ہے۔ خداوندِ ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہم اس کو اس کی خرمستی کی یہ سزا دیتے ہیں کہ ہماری توفیق اس سے الگ ہو جاتی ہے اور شیطان کو اس پر یوں مسلط کر دیا جاتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے کو ہر طرف سے گھیرے ہوتا ہے۔ وہ بدنصیب مکمل طور پر شیطان کے سامنے سپر انداز ہو جاتا ہے۔ اس کی انفرادیت شیطان کی اطاعت و رضا جوئی میں کھو جاتی ہے۔ اس کے شعور و تحت الشعور میں عقل و فہم کے جتنے دِیے روشن تھے بجھ جاتے ہیں۔ وہ شیطان کے پھیلائے ہوئے اندھیروں سے اتنا مانوس ہو جاتا ہے کہ اسے روشنی کی ایک کرن بھی ناگوار گزرتی ہے اور شیطان کی یہ رفاقت پل دو پل کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ زندگی بھر اس کا رفیق اور ساتھی رہتا ہے۔ قرین: ایسے ساتھی کو کہتے ہیں جو ہر وقت ساتھ رہے جیسے وہ رسّی سے بندھا ہوا ہو۔

اب آپ ایسے بدبختوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں۔ آپ کو اس آیت کی ہو بہو تصویر وہاں نظر آئے گی۔

(۳) شیطان انھیں راہِ حق پر چلنے سے روک دیتے ہیں، انھیں فسق و فجور کا خوگر بنا لیتے ہیں۔ دُنیا کی ہوس ان کے دلوں میں یُوں بھڑکا دیتے ہیں کہ وہ ساری قوم کا خون چوسنے کے باوجود تشنہ لب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ قوم کی آزادی کا سودا کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ ان تمام کھلی گمراہیوں کے باوجود وہ اپنے بارے میں بڑا حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں بس وہی صحیح ہے۔ جو راہ اُنھوں نے اختیار کر رکھی ہے وہی سیدھی راہ ہے۔ قوم کی ترقی و خوشحالی کے لیے جو پروگرام انھوں نے طے کر رکھا ہے اس سے بہتر سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ [ضیاء القرآن، جلد چہارم: طبع ۱۳۹۹ھ، ص ۴۱۴۔۴۱۵]

☆☆☆

درس حدیث

اشعۃ اللمعات

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عنہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَآءُ کُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَایُضِلُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَ.

ترجمہ: ''اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخرزمانے میں جھوٹے دجّال پیدا ہوں گے۔ جو تمھارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے۔ جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمھارے آباؤاجداد نے۔ تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا اور انھیں اپنے سے دور رکھنا تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔ (رواہ مسلم)

شرح: (عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی اخرالزمان دجالون کذابون) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخرزمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ یعنی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مکروتلبیس کی نیت سے علماء ومشائخ وصلحا اور اہلِ نصیحت وصلاح کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ تاکہ اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور باطل مذہب اور غلط آرا کی دعوت دیں۔ دجّال دَجَل سے مشتق ہے۔ بمعنی خلط ملط کرنا اور شبہ کرنا۔ (یاتونکم من الاحادث بما لم تسمعوا انتم ولاآباء کم)

تمھارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمھارے آباؤ اجداد نے۔ یعنی بہتان وافتراء کے طور پر احادیث سے یا تو پیغمبر ﷺ کی احادیث مراد ہیں یا عام باتیں جو لوگوں کے حالات واخبار پر بھی مشتمل ہوں۔ (فایاکم وایاھم) تو اپنے آپ کو ان سے دور رکھنا اور انھیں اپنے آپ سے دور رکھنا۔ (لا یضلونکم ولا یفتنونکم) تا کہ وہ تمھیں گمراہ اور فتنے میں مبتلا نہ کردیں۔ مقصود یہ ہے کہ دین کو تھامے رکھنے میں پوری حفاظت واحتیاط سے کام لینا اور ارباب بدعت اور ان کے ساتھ میل جول سے کامل پرہیز کرنا خصوصاً ان سے جو ان کے مبلغ اور اپنے مذہب باطل کی نشر واشاعت کے لیے مکر وتلبیس سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی شریف

چوں بسے ابلیس آدم روے ہست — پس بہر دستے نشاید داد دست
حرفِ درویشاں بدزد و مردِ دون — تا بخواند برسلیمے آں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر — تافریبد مرغ را آں مرغ گیر
کارِ مرداں روشنی و گرمی است — کارِ دونان حیلہ و بے شرمی است

ترجمہ اشعار: بہت سے ابلیس، آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیے:

کمینہ انسان درویشوں کی باتیں چرالیتا ہے تا کہ اس سے فتنے اور گمراہی سے محفوظ انسان پر اپنا منتر چلا سکے۔

شکاری شکار کی سی آواز نکالتا ہے تا کہ وہ مرغ گیر (شکاری) پرندے کو فریب دے سکے۔

مردوں کا کام روشنی اور گرمی ہوتا ہے۔ کمینوں کا شیوہ حیلہ اور بے شرمی ہوتا ہے۔

[اشعۃ اللمعات (اُردو) جلد اوّل، کتاب الایمان، کتاب وسنّت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب، فصل اوّل، مترجم: علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، لاہور، فرید بک اسٹال، بار اوّل، ۱۹۸۱ء، ص ۴۴۳۔۴۴۴]

☆☆☆

حمدِ باری تعالیٰ

O

مُشتِ گُل ہوں وہ خرامِ ناز دیتا ہے مجھے
عرش تک گنجائشِ پرواز دیتا ہے مجھے

کہنہ ہونے ہی نہیں دیتا وہ میری داستاں
جب بھی لکھتا ہوں نیا انداز دیتا ہے مجھے

آپ ہی رکھتا ہے میرے سامنے سر بستہ راز
آپ ہی توفیق کشفِ راز دیتا ہے مجھے

زندہ رکھتا ہے مجھے رنج و خوشی کے درمیاں
ساز دیتا ہے شکستِ ساز دیتا ہے مجھے

شب کے پردے میں مجھے کرتا ہے انجام آشنا
دن کی صورت اِک نیا آغاز دیتا ہے مجھے

جب میں لوٹ آتا ہوں دشتِ چار سو کو چھان کر
دل میں چُھپ جاتا ہے اور آواز دیتا ہے مجھے

دور رکھتا ہے وہ عاصیؔ! مجھ سے ساری ذلتیں
وہ کریم اعزاز پر اعزاز دیتا ہے مجھے

عاصیؔ کرنالی

نعت شریف

○

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا، اب تیری دہائی ہے

یوں تو سب اُنھی کا ہے پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص ان کی کمائی ہے

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ دیکھ کے کیا ہوگا، پردے میں بھلائی ہے

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

اب آپ سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں
ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضاؔ واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

وارثِ ارض وسما

○

اسم سے اُن کے ہے مشروط ہر اک حمد و ثنا
وہ محبّ بھی ہیں خدا کے وہی محبوبِ خدا

اُن کے الفاظ سے اللہ کی عظمت ہے عیاں
نام اُن کا ہے قیامت میں شفاعت کی اذاں

اُن کی تخلیق پہ خالق بھی ہے اُن کا نازاں
اُن کی توصیف میں مصروف فرشتے، انساں

قلبِ محروم میں رکھتے ہیں وہ ایمان و یقیں
خاک کو کرتے ہیں اوصاف میں افلاک نشیں

خالقِ کون و مکاں اُن کی محبت کا نقیب
ذکر سے اُن کے ہے مقبول دعاؤں کا نصیب

اُن سے منسوب ہیں سب کارِ جہاں کارِ زماں
جنبشِ چشم سے اُن کی ہیں شب و روز رواں

سارے عالم میں ہے بس رحمت و برکت اُن سے
وہ مسلماں نہیں جس کو ہے عداوت اُن سے

اُن سے اعمال و عبادت میں حضوری قائم
تذکرہ اُن کی رسالت کا رہے گا دائم

وہ ہیں پیغامِ ہدایت کے سفیر آخر
یعنی اللہ کی وحدت کے سفیرِ آخر

پھر ہوا سایہ فگن جشنِ ولادت اُن کا
مرکزِ فکر و سخن جشنِ ولادت اُن کا

ہاں اُسی ذاتِ مکرّم کی ولادت پہ رضیؔ
ہاں اُسی ذاتِ معظم کی ولادت پہ رضیؔ

آؤ ہم محفلِ میلاد بپا کرتے ہیں
اپنے احوال کے بارے میں دُعا کرتے ہیں

وارثِ ارض و سما کوئی نہیں اُن کے سوا
وہ محبّ بھی ہیں خدا کے وہی محبوبِ خدا

خواجہ رضی حیدر

نعت شریف

o

آمدن نامے کا مصدر آپ ہیں
واقعی ہر شے کا مظہر آپ ہیں

آپ کے جیسا کہاں میرا نصیب
میں زمیں پر ہوں فلک پر آپ ہیں

دفعتاً، اقوامِ عالم نے کہا
صاحبا، سب کے پیمبر آپ ہیں

اَب مسافر کا سفر آسان ہے
ہر کسی کے سر کی چادر آپ ہیں

طالبانِ دید کی وسعت بڑھی
جب سُنا اِس گھر کے اندر آپ ہیں

میرے سجدوں نے قسم کھا کر کہا
کعبۂ توحید کا در آپ ہیں

آبِ آتش گیر ہے مجھ پر حرام
کوثر و تفسیر کوثر آپ ہیں

آپ سب کے بعد آئے ہیں، مگر
سب سے پہلے، سب سے اوپر آپ ہیں

آپ کے زیرِ قدم ہے میری جاں
میں خلشؔ ہوں اور مظفر آپ ہیں

خلشؔ مظفر

نعت شریف

○

جو ہوائے وقت کے دوش پر یہ وجودِ مُشتِ سفال ہے، کوئی حال ہے!
یہ درودِ پاک کے فیض سے مری سانس پھر بھی بحال ہے، یہ کمال ہے!

یہ ہیں جبرِ وقت کے چوکھٹے میں جڑے ہوئے ترے اُمّتی! ترے اُمّتی!
کوئی خواب ہے، نہ خیال ہے، کوئی ہجر ہے نہ وصال ہے، نہ ملال ہے!

کبھی سوچتا ہوں بہ صد ادب، کبھی ڈھونڈتا ہوں کوئی سبب، اے شہ عرب!
کہ یہ چشمِ نم، کہ یہ شامِ غم، مری بختوں کا مآل ہے کہ وبال ہے!

تری قُربتوں کے بہ غیرِ دل، تری رحمتوں کے بہ غیرِ جاں، فقط اِک دُھواں!
یہ جو عرصۂ مہ وسال ہے، سو یہ نقش گاہِ زوال ہے، کوئی جال ہے!

کوئی راحتوں کی رحیل ہو، کوئی رحمتوں کی سبیل ہو، جو کفیل ہو
تری خوش بوؤں سے بھرے ہوئے ترے دشت میں یہ غزال ہے، یہ نڈھال ہے!

عتیق احمد جیلانی

نعت شریف

○

مربوط اس طرح ہے یہ سلسلہ وفا کا
جو ہوگیا تمھارا وہ ہوگیا خدا کا

تم ہو شفیع محشر تم رحمتِ دو عالم
نکلا تمارے گھر سے ہر راستہ عطا کا

منظر ہر ایک بدلا ٹھہرے غلام آقا
گونجی صدا خدا کی لہجہ تھا مصطفیٰ کا

وہ عہدِ راشدہ ہو یا کربلا کا صحرا
اک فیض ہے مسلسل تسلیم کا رضا کا

پھر جبس کا ہے عالم سانسیں اُکھڑ رہی ہیں
طیبہ سے کاش آئے جھونکا کوئی ہوا کا

مقبول کیوں نہ ہوتیں مانگیں تھیں جو دعائیں
پڑھ کر درود ہم نے کھولا ہے در دعا کا

احمد رضا سی نعتیں فاروق کیسے لکھتے
وہ عشق، نہ سلیقہ ہے نعتِ مصطفیٰ کا

فاروق مغل

نعت

○

دیارِ باطن کے طاقچوں میں دیے ثناء کے جلائے رکھنا
ادب سے پلکوں پہ آنسوؤں کے حسین موتی سجائے رکھنا

اگر نہ ان کے ادب کا دامن ہمارے دستِ نیاز میں ہو
عبث ہے صوم و صلوٰۃ کے پھر پہاڑ سر پہ اُٹھائے رکھنا

اگر نہ کشتِ یقیں پہ برسیں سحابِ لُطفِ نبی کی بوندیں
تو بے اثر ہے ریاضتوں کی چتا میں خود کو بٹھائے رکھنا

حروفِ نعتِ نبی کی قوّت کا ایک ادنیٰ مظاہرہ ہے
ہمارا نوکِ قلم چبھو کر ضمیرِ شب کو جگائے رکھنا

لگاؤ یادِ نبی کے پودے دل و نظر کی کیاریوں میں
جو چاہتے ہو عقیدتوں کا چمن ہمیشہ کھلائے رکھنا

علاج امراضِ روح و جاں کا ہے ذکرِ صلِ علیٰ میں پنہاں
جو چاہتے ہو سکوں کی دولت اسی میں دل کو لگائے رکھنا

یہی ہے ایمان کا تقاضا، اسی میں ذاتِ خدا ہے راضی
جبینِ عجز و نیاز شہزاؔد اُن کے در پر جھکائے رکھنا

شہزاؔد مجدّدی (لاہور)

نعت شریف

O

دینِ مبیں ہے آپ کا دین معاملات کا
علم سیاسیات کا درس معاشیات کا

ظلم ہی اک رواج تھا عالم شش جہات کا
کوئی ذریعہ ہی نہ تھا آدمی کی نجات کا

آئے وہ آخری نبی باب مراد کھل گیا
دنیا نے ایک بار پھر مژدہ سنا نجات کا

ہم پر خدائے پاک نے کیا خوب یہ کرم کیا
ہونے لگا نزول پھر حق کی تجلیات کا

آیا شعورِ بندگی بدلا مزاجِ زندگی
صبح یقین میں ڈھل گیا خوف تھا جو کہ رات کا

حامل صد شباب ہے تیرے ظہور سے حیات
تعبیرِ خواب زندگی جلوہ ہے تیری ذات کا

وردِ زبانِ خاص و عام صلِ علیٰ محمدٍ
صلِ علیٰ محمدٍ ورد ہے کائنات کا

پیروی خدا بھی ہے پیرویِ رسول بھی
فلسفہ یہ ہے زیست کا نکتہ یہی نجات کا

اے کہ ترا وجود ہے دنیا میں اک بہارِ نو
اے کہ ترا ہے عکسِ نور رحتِ سفر حیات کا

دامنِ مصطفیٰ کو جو تھامے رہے تمام عمر
اُن کو ملے گا اعتبار خالقِ کائنات کا

خاتمِ مرسلیں ہیں آپ رحمتِ عالمیں ہیں آپ
آپ پہ ہوگیا تمام سلسلہ معجزات کا

کرتی ترا طواف ہے کتنے ادب سے کائنات
میں بھی تو خواستگار ہوں تجھ سے ہی التفات کا

اعجاز الحق اعجازؔ

منقبت

نذرانۂ عقیدت بحضور غوثِ اعظم

o

از شرابِ غوثِ اعظم گلشن و گلزار مست
شاخ مست و میوہ مست و برگ مست و بار مست
از شرابِ شاہِ جیلاں طالبِ دیدار مست
سُرمہ مست و چشم مست و نرگس بیمار مست
بر لباسِ شاہ جیلانی ببین مستی تمام
جامہ مست و خرقہ مست و جُبّہ و دستار مست
مرحبا محبوبِ سُبحانی ز سرتا پائے اوست
زلف مست و خال مست و طرۂ طرّار مست

حضرت فاضل دین رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆

(اشعار کا مفہوم)

o حضرت غوثِ اعظم کی شرابِ معرفت کے پرتو سے گلشن وگلزار مست ہیں۔شاخ مست ہے، پھول وپھل، برگ وبار سب مست ہیں o شاہِ جیلانی کے شرابِ عشق ومعرفت سے طالبِ دیدار مست ہیں، سرمہ مست ہے، آنکھ بھی مست اور نرگسِ بیمار بھی مست ہے o شاہِ جیلانی کے ملبوسات سے مستی کا عالم ترشح ہو رہا ہے، جامعہ بھی مست ہے خرقہ درویشی بھی مست ہے، جُبّہ ودستار بھی مست ہیں o محبوب سبحانی کی شانِ عالی کا کیا کہنا کہ آپ کا سرتاپا زُلف مست دخال مست وکلاہ مبارک کا طرّہ بھی مست ہے۔

(بشکریہ "تسکین القلوب" مرتبہ: مولوی طفیل احمد سلامی)

''اشعار در لوح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی''

برموقع عرس شریف

۲۲؍ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۳؍مئی ۲۰۰۴ء

حضورِ شیخ عبدالحقؒ نوید قرب ربانی
کہ روشن بارگاہش از تجلیاتِ رحمانی
بہ نور ایزدی واصل، بہ خلق مصطفےٰ ﷺ کامل
مثالِ خاورِ انور کند ہر ذرّہ نورانی
شریعت اعتبار او، حقیقت رہگزار او
چو حاصل شد رضائے حق، بذاتِ خویش رافانی
غریبم، بے سروسامان گہنگار و تہی داماں
بسے خطرات در راہم، زتو خواہم نگہبانی
بتوفیقِ الٰہی چوں رضائے حق شود حاصل
نباید در خیالِ: من بجز شرعِ مسلمانی
ہنوز از شیخ عبدالحقؒ منور ہند و پاکستان
زہے آں فیضِ روحانی، بفضلِ خاص یزدانی
دریں مجلس علی احمد مودب عرض میدازد
زفیض تو شود حاصل مراہم قربِ ربانی

سردار علی احمد خان (لاہور)

اشعار در شان محمد یمین الدین حقّی مغفور و مرحوم

بر موقع عرس شریف

۲۲؍ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۳؍ مئی ۲۰۰۴ء

فیاضِ خلق فاضل و انسان بے نظیر
در سیرتِ اکابر دیں راسخ القدم
صُورت جمیل، روئے منور، یمینِ حق
از بہر مُردگانِ جہالت مسیح دم
عالی نَسَب، حبیبِ جہاں، حاملِ علوم
ماہِ تمام نورفشاں زبدۂ خدم
فردِ فریدِ حلقۂ عُشّاقِ مصطفٰے ﷺ
مقبولِ بارگاہِ حق و سرورِ اُمم

سردار علی احمد خان (لاہور)

تعلیماتِ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ

جناب سیّد کائنات ﷺ پر درود بھیجنے کے مواقع

(جذب القلوب از حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کے سترہویں باب سے اقتباس)

اُردو ترجمہ☆: سیّد حکیم عرفان علی (پیلی بھیت)

پیش کش: مشتاق احمد قادری

کوئی شک نہیں ہے کہ درود نبی ﷺ پر مقامِ خیر و برکت میں مستحسن اور مستحب ہے۔ لیکن علماء نے چند ایسے مقامات شمار کیے ہیں جہاں اس فضیلت کی استحباب بہت مؤکد ہے وہ سب میری نظر میں آچکے ہیں یہ چند مقامات ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

طہارت کے بعد خواہ تیمم ہو۔ نماز میں، تشہد کے بعد، شافعیہ کے نزدیک قنوت کے بعد بھی، نماز کے بعد، اذان و اقامت کے بعد، نیند سے اُٹھنے کے بعد، تہجد کے لیے وضو کے بعد، حمد کے بعد، تہجد کے بعد، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، جمعہ کے بعد، شب جمعہ میں خاص کر بعد نمازِ جمعہ، جمعرات، ہفتہ، اتوار، مسجد کے پاس سے گزرتے وقت، اور ہر دن کے متعلق حدیثیں آئی ہیں۔ خطبوں میں صبح و شام، سحری کے وقت، خطوط میں بسم اللہ کے بعد، عید کی تکبیرات

☆ جناب مترجم سیّد حکیم عرفان علی حنفی بن حاجی محمد امجد علی بریلوی نے کتاب کے آغاز میں لکھا ہے کہ اُنھوں نے یہ ترجمہ ۱۹۳۴ء میں شروع کیا۔ پاکستان میں جذب القلوب کا یہ اُردو ترجمہ "راحت القلوب" کے نام سے مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے بھی طبع ہوا تھا۔ (ش۔الف)

میں (شافعیہ کے نزدیک) نمازِ جنازہ میں۔ احرام میں تلبیہ کے بعد، صفا و مروئی پر، تہلیل و تکبیر کے بعد، خانۂ کعبہ دیکھنے کے وقت، حجرا سود کو بوسہ دیتے وقت، طواف کعبہ میں، التزام میں، حج کے مواقف میں، قبر نبوی ﷺ کے نزدیک کہ مخصوص اور اقرب و مستحب انوار و برکات کی ہے۔

آثار نبویہ ﷺ و دیگر مقامات دیکھنے کے وقت مثلِ قبا، سبز گنبد، وادیٔ بدر اور جبلِ احد، خرید و فروخت کے وقت، وصیت نامہ کی تحریر کے وقت، ارادۂ سفر میں سواری پر سوار ہوتے وقت اور اُترتے وقت، بازار جاتے اور آتے وقت، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جس بازار میں لوگوں کا اژدہام اور غفلت زائد دیکھتے تھے تو آپ حمد و صلوٰۃ کہتے ہوئے داخل ہوتے تھے۔ دعوت میں حاضری کے وقت اور لوٹتے وقت، گھر میں داخل ہوتے وقت جب کوئی حاجت پیش آئے۔ محتاجگی کے خوف پر، جب غلام یا باندی بھاگ جائے، جب رنج و سختی اور طاعون ہو یا ڈوبنے کا خوف ہو جب کان میں آواز آنے کا مرض ہو، ذکر اللہ من ذکرنی بخیر۔ جب پاؤں سو جائے، چھینک کے وقت، جب بھولی ہوئی چیز یاد آجائے یا بھولنے کا خوف ہو، مولی کھاتے وقت چونکہ اس کے متعلق حدیث آئی ہے۔ برتن سے پانی پیتے وقت، گدھے کی آواز کے وقت، گناہ کے بعد، تاکہ اس کا کفارہ ہو جائے۔ دعا کے اوّل و آخر میں، مسلمان اور دوست ہمراہی کی ملاقات کے وقت، کسی محفل کے اجتماع کے وقت، منتشر ہونے سے پہلے، مجلس سے اُٹھتے وقت تاکہ غیبت سے امن رہے، اور ہر محفل جو خدا اور شعائر اسلام کے لیے ہو، ختم قرآن کے وقت، حفظِ قرآن کی دعا میں، ہر کلام غیر ممنوع کی ابتداء میں، تعلیم علم اور وعظ و حدیث پڑھنے کے اوّل و آخر میں۔ جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو، بعض علمائے مالکیہ نے مقامِ تعجب میں مکروہ رکھا ہے۔ جس طرح تسبیح و تہلیل امر حرام کے وقت میں۔ لیکن جب ذکر کیا جائے تو یہ درود شریف کے لیے مستحب ترین اوقات شمار کیے جائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَآئِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَادَامَ اِسْمِیْ فِی الْکِتَابِ"۔ [رواہ الطبرانی فی الاوسط]

اس حدیث کو بہت سے علمائے حدیث نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ ابن

جوزی نے تو اس کو موضوع کہا ہے۔ واللہ اعلم۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بُخل کی وجہ سے صلوٰۃ کا لفظ سیدِ کائنات ﷺ پر نہیں لکھتا تھا اس کے ہاتھ میں مرض آکلہ ہوگیا۔ یعنی ہاتھ سڑنا شروع ہوگیا اور ایک دوسرا شخص صلی اللہ علیہ لکھتا تھا وسلم نہیں لکھا کرتا تھا۔ حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے خواب میں جھڑکا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو چالیس نیکیوں سے کس واسطے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے یعنی لفظ وسلم میں چار حرف ہیں اور ہر حرف کے عوض میں دس نیکی ہیں۔ تو اس حساب سے اس لفظ کے ثواب میں چالیس نیکیاں ہوئیں اور اسی قبیل میں یہ بھی داخل ہے کہ بعض لوگ رمز واشارہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ جیسے بعض لکھنے والے صلّی اللہ علیہ وسلم کی علامت میں ص وم یا صلعم بنا دیتے ہیں۔ اور علیہ السلام کی طرف اشارہ عین ومیم سے کرتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اور تمہیں کیسے بخش دیا۔ اس نے جواب دیا میں جب نامِ مبارک لکھتا تھا تو صلّی اللہ علیہ وسلم بھی لکھ دیتا تھا اس لیے بخشش ہوگئی۔ کسی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ آپ نے جواب دیا مجھ پر رحمت کی اور میری مغفرت فرمائی۔ پھر مجھے بہشت میں لے گئے جیسے کسی دلہن کو لے جاتے ہیں۔ مجھ پر موتی اور یاقوت نچھاور کیے جیسا کہ دلہن پر کرتے ہیں یہ سب انعام اس وجہ سے ہوا کہ جب میں نے ایک رسالہ لکھا تو کہا تھا صلّی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون.

☆☆☆

منکرین تصوّف کا گمان فاسد

تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (عربی) از حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ

اُردو ترجمہ☆ تعارف فقہ وتصوف از علاّمہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدّ ظلہ

بعض منکرین کا فاسد گمان یہ ہے کہ صوفیہ ان کے فرقوں میں سے ایک نیا فرقہ ہے جن کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ ہماری اُمّت بہتر (۱) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسلام اور ایمان کی بنا پر مسلم اور مومن نام رکھا جاتا تھا، پھر عابد و زاہد ایسے نام پیدا ہوئے، پھر ایسے لوگ پھیل گئے جن کا تعلق عبادت و ریاضت سے تھا، انھوں نے دُنیا سے اعراض کیا اور عبادت کے لیے وقف ہو گئے، اس سلسلے میں انھوں نے ایک طریقہ اختیار کیا جس میں وہ منفرد تھے، انھوں نے کچھ اخلاق اپنائے، کچھ ایسے علوم اور اعمال نکالے جو شریعت مبارکہ کے ظاہر کے خلاف نہ تھے، ان کے متقدمین ظاہر شریعت کی رعایت کرتے تھے، وہ اپنے لیے حقیقت تقویٰ اور سچائی پر سختی سے کاربند ہونے کے طلب گار تھے، ابلیس کا ان پر نہ تو

☆ طبع اوّل ۱۹۹۹ء، الممتاز پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۔ بعض علماء کے کلام میں اسی طرح واقع ہوا ہے، صحیح یہ ہے کہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، بعض احادیث میں آیا ہے کہ یہودی اکہتر، عیسائی بہتر اور ہماری اُمّت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ شیخ محقق

تسلط تھا اور نہ ہی وہ انھیں فریب دے سکتا تھا۔

اُن کے بعد ان کے متبعین میں سے کچھ لوگ آئے جو ابلیس کی فریب کاری کا شکار ہو گئے، جب ایک دور اور گزر گیا تو شیطان کے طمع اور فریب کاری ان کے بارے میں زیادہ ہو گئی۔ انھیں علم سے روک دیا، انھیں سماع، وجد، رقص، تالی بجانے، بے ریش لڑکوں کو دیکھنے اور ایسی ہی دوسری حرکات میں مبتلا کر دیا۔ اور جب علم کا چراغ بجھ گیا تو وہ اندھیروں میں بھٹکنے لگے۔ انھوں نے اپنے علوم کا نام ''علم باطن'' اور شریعت کا نام ''علم ظاہر'' رکھ دیا۔ یہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ تصوّف کے منکرین نے بیان کیا، منکرین کے مقتدا اور پیشوا، شدید ترین انکار کرنے والے ابوالفرج ابن جوزی اکابر علماء محدثین میں سے تھے، انھوں نے گروہ صوفیہ پر سخت رد کیا انھیں رسوا کر دیا، اور کرخت زبان میں ان پر شدید ترین انکار کیا، اس سلسلے میں ایک کتاب ''تلبیسِ ابلیس'' کے نام سے لکھی، جس میں انھوں نے بیان کیا کہ شیطان عوام الناس اور خصوصاً صوفیہ کو ظاہر سنت کے خلاف کاموں پر کس طرح اُبھارتا ہے؟ اور جو کچھ جی میں آیا بیان کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں سنت مبارکہ کی مخالفت سے محفوظ رکھے (آمین!)

منکرین کا یہ بیان اگر صحیح ہے تو صرف ان لوگوں کے بارے میں صحیح ہے جو راہِ حق سے بھٹک گئے، جنھوں نے ظاہر شریعت کی مخالفت کی، احکام شرعیہ پر کاربند نہیں رہے اور ان کے ادا کرنے میں سستی کی، لیکن ان میں سے جو محققین ہیں وہ اتباع سنت اور عزیمت پر کاربند ہیں، سنت مبارکہ کے انوار سے فیض حاصل کرنے والے ہیں، راز حقیقت تک رسائی پانے والے ہیں، اور اس سلسلے میں ان کا مذہب صحابہٴ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا مذہب ہے تو وہ اس اُمت کے بہترین افراد، اولیاء کے مقتدا اور ارباب فضل وکمال کا خلاصہ ہیں، ان میں کمال کے وہ آثار پائے جاتے ہیں جو دوسروں میں نہیں پائے جاتے۔

تصوّف کی بنیاد کتاب وسُنّت ہے:

علامہ سیوطی نے ایک رسالہ ''عقائد'' میں لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی اور ان کے مریدین کا راستہ صحیح راستہ ہے''۔

علامہ نے صحیح راستے کی تخصیص ان کے ساتھ اس لیے کی کہ ان کے راستے کی بنیاد کتاب و سُنّت پر ہے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:

''ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب وسُنّت پر ہے، اور ہر وہ طریق جو کتاب وسُنّت کے خلاف ہو، مردود اور باطل ہے''۔

انھوں نے یہ بھی فرمایا:

''جس شخص نے حدیث نہیں سنی اور فقہاء کے پاس نہیں بیٹھا اور باادب حضرات سے ادب نہیں سیکھا وہ اپنے پیروکاروں کو بگاڑ دے گا''۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۲/ ۱۰۸)

''اے حبیب! فرمادو کہ یہ میرا راستہ ہے، میں بصیرت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور میرے متبعین، پس اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

یہ وہ امر ہے جس پر اتفاق ہے، رہا منکرین کا یہ کہنا کہ یہ نئے فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، اور اس قسم کے دلائل دینا کہ یہ نام دوسو سال بعد پیدا ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، علماء کلام و عقائد ماتریدیہ اور اشاعرہ کے بارے میں بھی ایسا ہی ہوا، انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کی سُنّت اور صحابہ کے طریقے کو ثابت کیا اور اس کی اہمیت بیان کی تو ان کا نام ''اہلِ سُنّت و جماعت'' رکھا گیا، اس سے پہلے یہ نام نہیں تھا۔

ہاں کبھی کبھار بعض صوفیہ میں کسی عارضے کی بناء پر مثلاً غلبۂ حال یا نفس کے علاج کے ارادے سے یا بعض اشیاء سے جہالت کی آمیزش کی بناء پر کچھ اُمورِ بدعت پائے جاتے ہیں، کیوں کہ عام انسان ان سے خالی نہیں ہوتا اور معصوم بھی نہیں ہے، بعض نامناسب امور کا سرزد ہونا ان کے تمام کمالات اور اعمال کو باطل نہیں کر دیتا۔ ع:

حَفِظْتَ شَیْئًا وَّغَابَتْ عَنْکَ اَشْیَاءُ

تم نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے بے خبر ہے۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ ذَالِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ (۱۱/۱۱۴)

''بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں، یہ نصیحت ہے، نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے''۔

اہلِ علم حضرات نے صوفیہ کی خطا اور ان کے اشتباہ کے مقامات بیان کیے ہیں، نیز خود ساختہ فقہاء کے مواخذوں کا تذکرہ کیا ہے اور صوفیہ کی طرف سے جواب اور ان کا عذر بھی پیش کیا ہے۔ حضرت شیخ امام عبداللہ یافعی نے اپنی کتاب ''نشرالمحاسن'' میں اور دیگر حضرات نے ان امور کا تذکرہ کیا، اور راقم الحروف (شیخ محقق) نے اس کا کچھ حصہ اپنے رسالے ''مرج البحرین'' میں ذکر کیا ہے۔

اس سلسلے میں بہت ہی منصفانہ اور موزوں ترین موقف وہ ہے جو عارف باللہ سیّدی شیخ احمد زرّوق نے اپنی تصنیف ''قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعہ والحقیقۃ'' میں بیان کیا ہے، اور اس کی بنیاد میانہ روی، ٹھہراؤ، تسلیم اور دونوں طریقوں (علماء وصوفیہ) کے درمیان چلنے پر رکھی ہے۔ (حدیث شریف کے مطابق) بہترین امور درمیانے (افراط وتفریط سے پاک) ہیں۔

مرآۃ الحقائق کی جدید اشاعت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) کی اوّلین سوانح عمری، ''مراۃ الحقائق از منشی برکت علی ہمّی''، کی جدید اشاعت کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ اس کارِ خیر میں حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کے تمام عقیدت مندوں سے تعاون کی درخواست کی جاتی ہے۔

الداعی الی الخیر:

مجلسِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی حیدر آباد سندھ پاکستان۔

مرج البحرین از شیخ محدث علیہ الرحمہ سے ماخوذ ☆

اُردو ترجمہ وحواشی ☆: ثناء الحق صدیقی (علیگ)

اختلافاتِ اُمّت کے اسباب

(فلسفے اور علمِ کلام کے اثرات کا مطالعہ)

دینِ اسلام اور سلف کے اعتقاد میں سخت ترین حادثہ اور بدترین مصیبت یہ ہوئی کہ علمِ فلسفہ کا ظہور ہوا اور اس کے بعض خلفائے عباسیہ (۱) کے زمانے میں عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ اس طرح مخالفین کو گویا ایک دستاویز ہاتھ آ گئی اور دشمنوں کو جنگ کے لیے ایک ہتھیار مل گیا۔ بعض لوگوں نے تو علم ودانش کی حرص اور لالچ میں کہ انسان کا میلانِ طبع ان علوم کی طرف فطری ہے خاص کر جدید علوم کی طرف، جن کو عام طور پر لوگ نہیں جانتے اور بعض حضرات نے عقائدِ اسلام میں مفسدہ پیدا کرنے اور ملّت کے قاعدوں کو برباد کرنے کی نیت سے ان علوم میں جو بدعت پر مبنی ہیں غور وخوض

☆ اُردو ترجمہ مع فارسی متن مطبوعہ ۱۹۶۸ء ایجوکیشنل پریس کراچی، ناشر محمد اعلیٰ۔

(۱) فلسفے کی جانب مسلمانوں کی توجہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانے سے ہی ہوگئی تھی، لیکن چونکہ مامون الرشید خود اس علم کا دلدادہ تھا اس لیے اس کے دورِ خلافت میں اس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کی گئی۔ فلسفۂ یونان کی بے شمار کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں جنھوں نے دنیائے اسلام میں آزاد خیالی کی ایک لہر دوڑا دی۔ اسی کی بنیاد پر علمِ کلام پیدا ہوا اور اسی نے مسلمانوں میں متعدد لایعنی مسائل ومباحث کو جنم دیا۔

کیا اور غلو سے کام لیا ہے، اس لیے تمام علمائے دین اور رہبرانِ ملت، مذہبِ قدیم کی نگرانی اور سنت کی پاسبانی کی غرض سے شریعت کے عقائد کو ثابت کرنے اور فلسفیانہ مسائل کو ردّ اور باطل کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے اور ضروریاتِ وقت کے لیے لازم ہوا کہ وہ ان علوم کو تفصیل سے جانیں، اس لیے کہ کسی چیز کا ردّ وانکار اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کا اچھی طرح علم نہ ہو۔ پس فلسفیانہ مسائل خوب پھیلے اور کلام وجدال اور بحث ومباحثے کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اور بحث وتمحیص کی گرم بازاری ہو کر علمِ کلام وجود میں آ گیا۔ اس سے پہلے بھی علمِ پیدا ہو چکا تھا لیکن اس وقت بحث ومباحثہ سمعیات سے مخصوص تھا۔ اور اس اختلاف ان اسلامی فرقوں کے مقابل تھا جنھوں نے اہلِ سنت وجماعت کے اعتقاد کی مخالفت کی تھی۔

علمِ کلام کی ابتداء:

حارث محاسبی (۱) جو شروع زمانے کے فقہا اور مشائخِ طریقت میں سے تھا اس نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی اور امام احمد بن محمد بن حنبل (۲) نے اس سے اس تصنیف کی بنا پر، نیز اس لیے بھی کہ اس نے بحث ومباحثے کا دروازہ کھولا تھا اور مباحثے کے دائرے کو وسیع کیا تھا دوری اختیار کی اور اس کی صحبت ترک کردی۔ اور متاخرین میں سے جس شخص نے فلسفیانہ مسائل میں غور وفکر کیا اور اس میں مبالغے سے کام لیا اور اس (فلسفے) کو جھٹلایا اور یاجوج کے اس فتنے کے راستے میں ایک رکاوٹ پیدا کی وہ امام فخر الدین رازی (۳) تھے کہ جنھوں نے فلسفیوں سے دوبدو

(۱) آپ کا پورا نام شیخ ابو العباس حمزہ بن محمد حارث بن اسد محاسبی ہے۔ ہرات کے متقدمین مشائخ ہیں اور نہایت مستجاب الدعوات تھے۔ ۲۴۱ھ۔۸۵۵ء میں وفات پائی۔

(۲) اسم گرامی محمد بن محمد بن عبد اللہؒ اور کنیت ابو محمد اور ابو عبد اللہ ہے۔ امام شافعیؒ کے تلامذہ میں سے ہیں ۱۶۴ھ۔۷۸۱ء بغداد میں پیدا ہوئے وہیں ۱۲۔ ربیع الاوّل ۲۴۱ھ۔۸۵۵ء کو جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔ مسئلہ خلقِ قرآن کی مخالفت کے سبب آپ کو سخت صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن آپ راہِ حق سے نہ ہٹے۔ اہلِ سنت وجماعت کے چار فقہی ائمہ میں آپ کا شمار ہے۔ مسند احمد بن حنبل احادیثِ نبوی ﷺ کا ایک بڑا مجموعہ ہے۔

(۳) امام فخر الدین رازی ۵۴۴ھ۔۱۱۵۰ء میں رے کے مقام پر پیدا ہوئے۔ اپنے وطن کی نسبت سے رازی کہلاتے ہیں۔ شافعی مذہب کے مشہور امام اور فلسفہ اور الٰہیات کے جید عالم تھے۔ ۶۰۶ھ۔۱۲۰۹ء میں بمقام ہرات فوت ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف مفاتیح الغیب (تفسیر)، المحصول (فقہ)، اسرار التنزیل (کلام) اور مطالب عالیہ (الٰہیات) ہیں۔

ہو کر ٹکر لی اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور اگرچہ بعض مباحث میں ان کے یہاں بھی مناظرہ اور مجادلہ کا سا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی نیت سالم ہے اس لیے (یقین ہے کہ) ان کی عاقبت بھی ٹھیک ہو گی۔ اس کے باوجود اربابِ کشف میں سے کوئی صاحب (۱) عالمِ رویا میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے اور انھوں نے حضور ﷺ سے امام فخر الدین رازی کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رَجُلُ مُعَاتَبُ (یعنی یہ شخص معتوب ہے)۔ اور جب بو علی سینا (۲) کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذٰلِکَ رَجُلُ اَضَلَّ اللّٰہ عَلٰی عِلْمٍ (یعنی یہ وہ شخص ہے جس کو اس کے علم کے باوجود خداوند تعالیٰ نے گمراہ کیا)۔ اور شہاب الدین (۳) مقتول کی شان میں فرمایا: ھُوَ مِنْ مُتَّبِعِیْہِ (یعنی وہ بھی اسی کا متبع ہے) یعنی وہ بھی بو علی سینا کا پیروکار ہے۔ اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

امام غزالی (۴) رحمۃ اللہ علیہ بھی اوائل عمر میں فقہا اور متکلمین کے راستے پر گامزن تھے اور آخر تک ترک و تجرید کے راستے میں آ کر تصوّف کے دائرے میں قدم رکھا اور وہ اس گروہ کے محققین علماء میں شمار کیے گئے اور حجۃ الاسلام کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اور علمِ تصوّف میں بہت

---

(۱) غالباً شیخ جمال الدین حلبیؒ ہیں۔

(۲) شیخ بو علی سینا مسلمان مفکرین اور حکماء میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ ۳۷۰ھ۔ ۹۸۰ء میں بغداد کے قریب افشنا کے مقام پر پیدا ہوئے اور ۴۲۸ھ۔ ۱۰۳۷ء میں تہران میں فوت ہوئے۔ مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے طب اسلامی کے اساطین میں شمار ہے۔ فلسفے کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ مشرق اور مغرب دونوں ان کے فلسفہ و حکمت کے قائل ہیں۔ تصانیف کی تعداد کافی ہے ان میں شفا فلسفے انسائیکلوپیڈیا اور قانون طب اسلامی کا بیش بہا خزانہ ہے۔

(۳) شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول کا اصل نام یحیٰی بن جش ہے۔ فلاسفہ کے عقائد پر آپ کی زیادہ نظر تھی۔ مشائین اور اشراقین کی حکمت کے متبحر عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے عقیدے میں کچھ خلل اور نقص واقع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے جب حلب پہنچے تو علماء نے آپ کے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا چنانچہ ۵۸۷ھ۔ ۱۱۹۱ء میں آپ کو قتل کر دیا گیا۔

(۴) ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ طوس میں ۴۵۰ھ۔ ۱۰۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ اسلام کے نہایت مشہور مفکر و متکلم تھے۔ ۴۸۴ھ۔ ۱۰۹۱ء میں نظامیہ بغداد میں مدرس ہوئے۔ ابتداً آپ کا رجحان فلسفے کی طرف تھا جس کی وجہ سے مذہبی عقائد سے منحرف ہو گئے تھے۔ لیکن پھر یکایک خیالات میں تبدیلی ہو گئی اور دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ آخر عمر گوشہ نشینی میں گذاری ۵۰۵ء۔ ۱۱۱۱ء میں اپنے وطن طوس میں انتقال فرمایا۔ تصانیف میں احیاء العلوم، المنقذ من الضلال، تحافۃ الفلاسفہ اور کیمیائے سعادت زیادہ مشہور ہیں۔

سی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ان بزرگ نے ان کی حقیقتِ حال دریافت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذٰلِکَ رَجُلُ وَصَلَ اِلٰی مَقْصُوْدِہٖ (یہ وہ شخص ہے جو مقصود تک پہنچ گیا) ہنوز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں باتوں میں فرق ہے ایک تو یہ کہا جائے کہ ''مقصود سے مل گیا'' اور دوسرے یہ کہ ''اپنے مقصود تک واصل ہو گیا''۔

علم کلام کے فوائد ونقصانات:

اگر چہ اہلِ اسلام اور اربابِ علم کلام کا فلسفیانہ مسائل کے بارے میں غور وخوض کرنا صرف اس لیے ہوتا تھا کہ گمراہیوں کے دلائل کا ردّ وابطال کیا جائے۔ اور اس میں اہلِ حق کا فائدہ بھی تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں ایک بڑا نقصان بھی ہوا یعنی عقائد میں تذبذب اور دین کے قواعد میں تزلزل پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے شک اور تردید کا دروازہ کھل گیا۔ چنانچہ بہت کم ایسا ہوگا کہ علمِ کلام میں غور وخوض اور مبالغہ کرنے کے بعد کوئی شخص حیرت کے دائرے سے صحیح سلامت نکل آیا ہو اور یقین کی پونجی اپنے ہاتھ سے نہ دے بیٹھا ہو اِلاّ مَنْ عَصِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَذٰلِکَ نَادِرٌ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (یعنی سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ اور ایسے آدمی بہت کم ہیں پس ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

☆☆☆

مرج البحرین از حضرت شیخ محدث سے ماخوذ

ترجمہ: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (ایم اے)

سلامتی کا راستہ

(فلسفے اور علم کلام کی بحثوں سے اجتناب میں ہے)

سالک کے لیے سلامتی کا راستہ اور طالب کے لیے استقامت کی شاہراہ یہی ہے کہ وہ فلسفی اندازِ فکر کو اپنے لیے حرام سمجھ لے۔ اور علمِ کلام کے بے پناہ دلائل سے پرہیز کرے۔ قیل وقال سے ہٹ کر بحث ومناظرے سے اجتناب کرے۔ عقائدِ اہلِ سنت وجماعت میں اتنا کافی ہے کہ اجمالی دلائل پر اکتفا کرے۔ اور اس کی اتباع پر زیادہ زور دے۔ اور کتاب وسنت کے احکام اور شریعت کے معاملات کو عقل کا تابع بنانے کی بجائے ایمان کی روشنی میں حل کرے۔ اور منقولات کو معقولات پر مقدم خیال کرے اور تاویلِ وتشکیک سے بچنے کی کوشش کرے۔ اور اعتقادی قدروں کو سامنے رکھے۔ اور اپنے فہم قاصر اور عقلِ ناقص پر اعتماد نہ کرے۔ کیوں کہ جو شخص وادیٔ تذبذب میں راستہ کھو بیٹھتا ہے۔ اس کی عقل جواب دے جاتی ہے۔ اور اس کی دانش ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس سے سلامت نہیں نکل سکتا۔ اگر عقل اسرارِ غیبی کی معرفت اور اصلاحِ احوال کے لیے مفید ہوتی۔ تو بعثتِ انبیاء میں ہدایتِ خلق کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔ ان انبیاء کرام نے عقل کا غلام بنانے کی بجائے

اللہ تعالیٰ کے احکام امر ونواہی کا فہم پیدا کر دیا۔ اور تحمل وتکالیف شرعیہ کا خوگر بنا دیا۔

عقل کی پرواز کہاں تک ہے۔ احوالِ آخرت کی کیفیت عمل اور عملی قوت کا اندازہ، صورتِ اعمال، تعینِ اوقات، جزائے اعمال کی خصوصیات، وحی آسمانی کے بغیر تسلیم نہیں کی جاسکتیں۔ ان مقامات کو سمجھنے کیلئے تو کشف ووجدان بھی بے بس اور حیران رہ جاتے ہیں۔ چہ جائیکہ عقل ودانش کی رسائی ہو۔ اسی طرح حواسِ عشرہ ظاہری وباطنی عقل کے ادراک سے باہر ہیں۔ اور مضمرات کشف کی دریافت سے عقل عاجز ہے اور وحی کے دقائق کے سمجھنے میں عقل وخرد قاصر ہیں۔ یہ تمام چیزیں قوتِ ایمان سے ہی معلوم کی جاسکتی ہیں۔

محسوسات موجودات کی ظاہر ترین صورت ہے۔ اور اجسام روشن ترین محسوسات میں شمار کیے گئے ہیں۔ دنیا کے متکلمین وحکمائے عقل جسم کی حقیقت وماہیت کو دریافت کرنے میں ابھی تک حیران وسرگرداں ہیں اور آج تک یہ لوگ جسم کی حقیقت اور ترکیب کو معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور ان کے تجربات ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں۔

انسان کے نزدیک ترین چیز اس کی اپنی ہستی ہے اور اس کے نفسِ ناطقہ سے یہ اشارہ کرنا ہے کہ میں نے کیا، میں نے کہا، میں نے دیکھا اور میں نے سنا۔ آج تک عقل انسانی یہ حقیقت معلوم نہیں کر سکی۔ کہ یہ کون ہے؟ اور کیا ہے؟ جو یہ کہتا ہے کہ میں نے کیا، میں نے دیکھا اور میں نے سنا۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا:

آنکہ خود را شناخت نتواند   آفرینندہ را کجا داند
تو کہ در ذاتِ خود زبوں باشی   عارفِ کردگار چوں باشی

ہاں جو عقل اجمالی طور پر بھی ظہور حق اور وجود آثار صنع باری تعالیٰ کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے۔ یا اس کے تقدس وصفات کا اندازہ لگالے تو یہ بڑی بات ہے۔ مگر اس کے آثار وصفات کی تفصیلات وتشریحات کا محاسبہ کرنا ممکن نہیں پھر یہ آثار وصفات اس جہان یا دوسرے جہان میں بے حد وبے قیاس ہیں۔ اسے عقلی انداز سے جاننا ناممکن ہے۔ سوائے اخبار انبیاء صلوات اللہ علیھم والسلام کے انھیں کوئی قوت نہ جان سکتی ہے اور نہ سمجھ سکتی ہے۔ شانِ نبوت کے سامنے عقل کی آنکھیں بے نور

ہوتی ہیں۔ ہاں عقل کو اپنے گوشِ ہوش سے فرمانِ نبوت سنتے رہنا چاہئیے۔ آنکھ کی بصارت احکام پر عمل کرنے میں لغزش کھاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے کان کو آنکھ پر فوقیت وفضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے "القی السمع وھو شھید:

سامعہ بر باصرہ دارد شرف تا گہر وصفِ تراشد صدف

عقل مشعلِ راہ ہے۔ اس کی روشنی میں راستے میں کنویں کو دیکھا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ مشعل راہنمائی کرتی ہے اور راستے کے سارے نشانات اس مشعل سے روشن ہوجاتے ہیں۔ مگر خود نہ وہ راستہ بناتی ہے، نہ ہی منزلیں قائم کرتی ہے چنانچہ راہ وہ ہے جس پر نشانات پہلے سے ہی لگے ہوئے ہوں۔ ان نشانات وآثار کے علاوہ اگر چلا جائے تو مشعل کی روشنی بھی راہ نمائی سے قاصر رہے گی۔ اگر نقل کو اصل کے مطابق بنا کر عقل کے تابع کرلیا جائے تو پھر بھی عقل میں نہیں آسکتی۔ اور نہ ہی اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اندریں حالات اگر ہم اس مسئلہ پر غور کرلیں۔ کہ ایمان کہاں ہے؟ اور اسلام کیا ہے؟ تو یہ تکذیب وانکار کی دوسری شکل ہے۔ کیونکہ ایمان اور اسلام تو قبول وانقیاد کا دوسرا نام ہے۔ نہ کہ انکار واسترداد کا۔ لا الہ الا اللہ۔ اندریں حالات ذرّہ اور آفتاب۔ قطرہ اور دریا۔ جزو اور کل، محکوم اور حاکم، بندہ اور خدا، ایک دوسرے کے مساوی اور برابر پائیں گے۔ ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ تو کیا اور کون ہے؟ جو میں نہیں ہوں۔

اس نکتہ کو ذہن نشین کرنے کے لیے یہ مثال سامنے رکھیں۔ ایک حصۂ زمین کا بادشاہ ایک حکم جاری کرے۔ یا کوئی پیغام بھیجے۔ مگر اس کی رعایا کا ایک فرد اُٹھ کر یہ کہے کہ چونکہ یہ حکم میری عقل میں نہیں آیا۔ یا یہ خبر میری سمجھ سے بالا ہے۔ لہٰذا میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اس کا یہ اعلان انکار حکم وترکِ تعظیم پر محمول کیا جائے گا۔ اندریں حالات ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کے ماننے کے لیے ظلمتِ شک وشبہ کو دُور کرنا ہوگا۔ اور اس نورِ ہدایت اور جلوۂ عنایت کو بہ طیب خاطر قبول کرنا ہوگا:

ہرچہ نماید کہ مکن آں مگو وآنچہ بگوید کہ مگو آں مگو
بہرِ سخن او ہمہ تن گوش باش وسوسہ بگذار و از شیطان مگو

☆☆☆

صحابہ کرام کی فضیلت

تکمیل الایمان (فارسی) از حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ سے ماخوذ

اُردو ترجمہ☆: مولانا حکیم مطیع الرحمٰن قریشی

وَاَصْحَابُهُ، خَيْرُ الْاُمَّةِ

یعنی آپ ﷺ کے صحابہ ساری اُمت سے افضل اور بہتر ہیں۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے رسول کی اعانت ونصرت اور صحبت کے لیے منتخب فرمایا اور انھی کے مساعی جمیلہ سے دینِ مبین کی تقویت اور ملّت اسلامیہ کی اقامت فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شِيءٍ عَلِيْمًا ٥

یعنی وہی اس کے اور اس کام کے لائق تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔ صحابہ کرام کی مدح اور فضیلت میں اس قدر اخبار وآثار موجود ہیں کہ جن کے پیشِ نظر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نفوسِ قدسیہ ثواب کے اعتبار سے تمام اُمت سے افضل ہیں۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی جبلِ اُحد کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو بھی وہ اس نصف پیمانۂ جو کے برابر نہیں ہوسکتا جو میرے صحابہ کرام اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے: خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي۔ یعنی سب سے افضل زمانہ میرا زمانہ ہے۔

☆ نذیر سنز پبلشرز، ۴۰۔اے، اُردو، بازار، لاہور، ۱۹۹۸ء

مذکورہ حدیث اس مقصد کی واضح دلیل ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دلیلیں ہیں۔

خود اس دلیل سے اور کونسی دلیل واضح ہوسکتی ہے کہ صحابہ کرام نے بغیر کسی واسطے کے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا اور آنحضور ﷺ کی صحبت میں رہے اور پھر دین اور قرآن خود حضور علیہ السّلام کی زبانِ اطہر سے سنا اور خدا کے اوامر و نواہی سے براہِ راست مخاطب ہوئے حتیٰ کہ انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں کو بھی قربان کر دیا۔ صحابی اس مومن کو کہتے ہیں کہ جس نے آنحضرت ﷺ کو بحالت ایمان دیکھا ہو اور اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو۔ خواہ اس نے صرف ایک نظر سے ہی آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہو۔ بعض محققین نے یہ شرط عائد کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس نے کافی عرصہ تک مصاحبت اور ہم مجلسی کی ہو اور جہاد میں غزوات میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا ہو۔

ان محققین نے اس کی مدت کم از کم چھ ماہ مقرر کی ہے کیوں کہ جس شخص نے ایک نظر سے دیکھا ہو یا ایک ساعت کے لیے اس کی مجلس میں بیٹھا ہو۔ اس پر عرفِ عام میں ''مصاحبت'' کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ جس افضلیت اور بزرگی کا ذکر قرآن میں ہوا ہے وہ اسی جماعت صحابہ کرام کے لیے مخصوص ہے اور یہ افضلیت عام صحابہ کے لیے نہیں ہے۔

لیکن جمہور کے نزدیک مختار مذہب یہ ہے کہ یہ فضیلت اور بزرگی ہر اس صحابی کو بھی شامل ہے جس کی ایک نظر بھی جمالِ مصطفیٰ ﷺ پر پڑی ہو۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو ایک نظر سے دیکھ لینا یا ایک ساعت کے لیے ان کی مجلس میں بیٹھ جانا اور ان سے کوئی بات سننا وہ تاثیر رکھتا ہے اور وہ وہ عقدہ کشائیاں کرتا ہے کہ جسے دوسرے لوگ خلوتوں اور چلّہ کشیوں سے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ قوۃ القلوب کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ ساری اُمت کے مقابلے میں صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی کے موضوع پر سب سے پہلے ابو عمرو بن عبداللہ نے لکھا ہے۔ جو کہ اکابر اور مشاہیر علماء حدیث میں سے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ ممکن ہے ان کے بعد کوئی آئے جو مرتبہ میں صحابہ کرام کے برابر ہو یا ان سے بہتر۔

انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

مَثَلُ اُمَّتی کَمَثَلِ المَطَرِ لایَدْرِیُ اَوَّلُهٗ خیرٌ اَمْ آخِرُهٗ.

یعنی میری اُمّت کی مثال بارش کی طرح ہے کوئی نہیں جانتا کہ پہلا قطرہ بہتر ہے یا آخری۔

اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا۔ یارسول اللہ کیا ہم سے بھی کوئی بہتر اور افضل ہوگا۔ جب کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا ہے؟

آنحضورﷺ نے فرمایا ہاں ایک ایسی قوم تمھارے بعد آئے گی جو نادیدہ اور بن دیکھے ایمان لائے گی وہ تم سے بہتر ہوگی۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ غیب کی حالت میں آپ ﷺ پر ایمان لانے والے سے اس شخص کا ایمان افضل تر ہے جس نے بحالتِ ایمان آنحضرت ﷺ کی زیارت کی ہو۔

بعض مفسرین یُؤمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کو انھی معنوں میں لیتے ہیں نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخر زمانے میں یہ حالت ہوگی کہ دین وسنت سے تمسّک کرنا سلگتے ہوئے انگارے کو ہاتھ سے پکڑنے کی طرح ہوگا۔ اور جو آدمی اس زمانے میں سنّت پر عمل کرے گا اسے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ پچاس ہم جیسے آدمیوں کا اجر ہوگا یا اس وقت کے پچاس آدمیوں کا۔ فرمایا تم جیسے پچاس آدمیوں کا اجر۔

اس طرح کی اور احادیث بھی آئی ہیں لیکن تحقیقی اور مختار مذہب جمہور صحابہ کا یہی ہے۔ یعنی صحابہ کرام سے بعد میں آنے والے ایک خاص وجہ سے فضیلت کے حامل ہیں اور وہ خاص وجہ ان کا بالغیب ایمان لانا ہے لیکن فضیلتِ کلی صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے لیے ہے اور ظاہر ہے کہ فضیلتِ جزوی قطعاً فضیلتِ کلی کے منافی نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحابہ کرام کے مراتب کے بارے میں ابن عبداللہ نے جو اختلاف بیان کیا ہے وہ اس اعتبار سے عام ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کو ایک نظر سے دیکھنے کو کافی سمجھا گیا ہے اور اس اعتبار سے خاص ہے

کہ صحابہ کرام ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے مصاحب اور ہم نشین رہے۔ اس کے باوجود یقین کے ساتھ جمالِ مصطفےٰ ﷺ پر نظر کرنے کی فضیلت کو اور کوئی فضیلت، کوئی مرتبہ اور کوئی کرامت نہیں پہنچ سکتی۔

اگر چہ اولیاء اللہ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ معنوی صحبت میسّر رہی ہے مگر وہ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں: جمعہ کے دن غسل کرنا افضل ہے اور اس بارے میں بہت سی روایات منقول ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ بعض روایات میں نقل شدہ صیغہ امر یا لفظ وجوب بطور تاکید اور مبالغہ ندب اور استحباب کے معنیٰ میں ہے۔

بالجملہ! یہ کہ فقہاء نے جمعہ کے دن غسل کرنے کے مستحب اور سُنّت ہونے کے تین طرح سے قائل ہیں:

(۱) ابتداء میں یہ واجب تھا جیسا کہ بعض روایات میں وجوب کا ذکر ہوا ہے اور پھر وجوب کا حکم منسوخ ہو گیا۔ ان روایات کے ساتھ جن سے استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن محض احتمال کی بنیاد پر نسخ کا دعویٰ کرنا مناسب نہیں ہے خصوصاً جب یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کونسی روایت پہلے کی ہے۔

(۲) علت کے ختم ہونے کے باعث حکم بھی باقی نہ رہا جیسا کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت، جو سنن ابوداؤد میں منقول ہے، سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ مالِ غنیمت میں مولفۃ القلوب کے حصّے کا حکم ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ امر کے صیغے کو مندوب اور وجوب کے لفظ کو ثبوت پر محمول کیا جائے یا پھر تاکید پر محمول کیا جائے تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق پیدا ہو جائے اور یہ دلیل زیادہ قوی اور مناسب ہے۔

☆☆☆

جمعۃ المبارک کے غسل کا حکم

(واجب یا سنت اور مستحب ہونے کی تحقیق انیق)

''فتح الرحمٰن فی اِثبات مذہب النعمان'' (عربی) از حضرت شیخ محدث سے ماخوذ

اُردو ترجمہ☆: تائید مذہب حنفی از مولانا محمد محی الدین

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ہر محتلم (بالغ) شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق: ہر مسلمان پر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق: جمعہ کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا اور اگر مل جائے تو خوشبو لگانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہاں تک غسل کا تعلق ہے تو وہ واجب ہے باقی رہا مسواک اور خوشبو لگانا تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں، لیکن حدیث میں اسی طرح مذکور ہے۔ (بخاری)

نیز فرمایا: جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ شخص پر اور مسواک اور خوشبو اس پر جسے میسر ہو۔

☆ طبع اوّل نومبر ۲۰۰۰ء، لاہور، فرید بک اسٹال، ۳۸، اُردو بازار، لاہور۔

ایک اور روایت کے مطابق فرمایا: خوشبو لگانا، خواہ عورتوں کی خوشبو ہو۔ (موطا، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ غسل جنابت کی طرح جمعہ کے دن کا غسل بھی ہر بالغ شخص پر واجب ہے۔ (موطا)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں پر لازم ہے کہ جمعہ کے دن غسل کریں اور خوشبو کا استعمال کریں اور اگر خوشبو میسر نہ ہو تو وہ پانی ہی ان کے لیے خوشبو کی طرح ہے۔ (ترمذی)

ابنِ سیاق سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے آج کے دن کو عید قرار دیا ہے۔ پس تم غسل کیا کرو اور اگر کسی کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگا لینے میں بھی کوئی حرج نہیں اور مسواک لازماً کیا کرو۔ (موطا)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: جمعے کے روز غسل کیا کرو۔ (بخاری، مسلم، موطا، ترمذی، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعے کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس دوران ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جو صحابہ کرام کی اس جماعت کا فرد تھا جو مہاجرین اولین کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ (ایک اور روایت کے مطابق) وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: یہ کونسا وقت ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک اہم کام کی مشغولیت کے باعث میں گھر نہیں جا سکا یہاں تک کہ اذان کی آواز سنی اور وضو کر کے یہیں آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وضو بھی کیا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (جمعے کے دن) غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

امام ابوداؤد کی روایت کے مطابق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بار خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص داخل ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نماز سے لیٹ ہوئے ہو۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ اہلِ عراق کا ایک گروہ آیا اور حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: الی آخرہ۔ (مشکوۃ، ابوداوٗد، بخاری، مسلم اور نسائی)

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ خضر علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا: اے علی! تم کام کاج کے لباس کے علاوہ جمعہ کے دن دوسرا لباس پہنا کرو۔ (موطا)

تنبیہہ

جمعہ کے دن غسل کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ یہ سُنّت اور مستحب ہے۔ ہمارا، امام شافعی اور امام احمد کا مختار مذہب یہی ہے۔

امام مالک کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک یہ واجب ہے کہ کیوں کہ اس بارے میں حکم امر کے صیغہ کے ساتھ منقول ہے بلکہ وجوب کا لفظ صریحاً منقول ہے جیسا کہ ہم نے احادیث وغیرہ ذکر کی ہیں۔ لیکن استحباب کے قائلین کا کہنا ہے ک جس طرح احادیث میں ظاہرأ وجوب کا لفظ استعمال ہوا ہے، اسی طرح ایسی احادیث بھی منقول ہیں کہ جن میں صرف وضو کا ذکر ہوا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ کا جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم دینا وجوب کی بجائے اختیار کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ صرف وضو بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے روز غسل کا حکم دیا ہے تو اگر آپ کے حکم کو اختیار کی بجائے وجوب پر محمول کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات سن کر خاموش نہ رہتے بلکہ انھیں کہتے کہ جاؤ اور غسل کر کے آؤ اور پھر حضرت عثمان پر بھی یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہیے تھی بالخصوص جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں تنبیہہ بھی کر دی ہو۔

امام ترمذی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن وضو کرے (اسے چاہیے) کہ اچھی طرح سے وضو کرے اور پھر نمازِ جمعہ کے لیے آئے۔ (ترمذی)

(باقی صفحہ نمبر ۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

گوشۂ نظامی ☆

ہدیۂ تہنیت

☆ پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم (سابق پروفیسر شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کی حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کے حوالے سے تاریخی، علمی و تحقیقی خدمات کے اعتراف میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت و ترقیِ درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

مدیر وارا کین

مجلس شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی حیدر آباد سندھ پاکستان

پروفیسر خلیق احمد نظامی کی تصنیف ☆ کا اجمالی تعارف

از پروفیسر شیخ عبدالرشید سابق صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

ہندوستان کی سیاسی اور تمدنی تاریخ میں سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس زمانہ میں ایک طرف اگر پرانا سیاسی نظام منہدم ہوا تو دوسری طرف فکر و نظر کے پرانے سانچے بھی ٹوٹ گئے۔ نئی نئی علمی اور مذہبی تحریکیں منصۂ شہود پر آنے لگیں۔ مسلمانوں کے لیے بعض تحریکیں ہمدردانہ تھیں بعض معاندانہ، بہر کیف جب متضاد نظریات آپس میں ٹکرائے تو عمل اور ردعملِ کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہوگیا جس نے فکر و عمل کی صدہا نئی راہیں کھول دیں۔ مذہب کے نظریات بدلے، سماج کی بنیادیں بدلیں، سیاست کے اُصول بدلے۔ اس ہمہ گیر تبدیلی کے دور میں اسلامی سماج، مذہب اور معاشرے کو مختلف منزلوں سے گزرنا پڑا۔ مغلوں کے عروج سے مسلمانوں کے گرتے ہوئے سیاسی ستون کو سہارا مل گیا اور سیاسی استحکام کا نیا دور شروع ہوا۔ دوسری طرف مذہبی انتشار اور دینی گمراہیوں کو دور کرنے کے لیے متعدد مذہبی اور اصلاحی تحریکیں وجود میں آئیں۔ سیّد محمد مہدی جون پوری سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک دینی اصلاح و تربیت

☆ حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

کے لیے پر خلوص اور مسلسل جدوجہد جاری رہی۔ ان بزرگوں کی راہیں مختلف تھیں، بعض اوقات طریقۂ کار بھی مختلف تھا، لیکن منزل مقصود ایک تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی دینی فکر کو اس طرح بیدار کیا جائے جس سے اسلامی معاشرے کو صحیح اُصولوں پر منظم کرنے کا کام لیا جا سکے۔ اور جس کے سائے میں اسلام ایک علاحدہ مستقل دینی ادارے کی حیثیت سے قائم رہ سکے۔

اکبر نے اپنی غیر مسلم رعایا پر قابو پانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے اُن سے علماء میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ایک طبقہ اس کے طریقۂ کار اور اعمال کی پر جوش تائید کرتا تھا اور دوسرا طبقہ اس کی حرکات کو قطعی طور پر شریعت اسلامی کے منافی قرار دیتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر کے ان غیر شرعی اعمال کا سختی سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے دربار کے بعض ممتاز امراء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح اس درباری جماعت میں بھی رخنہ پڑ گیا، جو اکبری طریقۂ کار کو سراہا کرتی تھی بہر حال حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک جس میں حکومت کے اعمال سے تعرض تھا ایسی نہ تھی جس میں اختلاف رائے نہ ہوتا، برخلاف اس کے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی تحریک خالص مذہبی تحریک تھی جو ایسے اختلاف کی زد میں نہ آ سکی کیوں کہ وہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لیے جس میں حکمراں اور غیر حکمراں طبقے سب ہی داخل تھے، اُسوۂ رسولؐ کو ایک عملی پروگرام کی حیثیت سے پیش کرتی تھی۔ اسی لیے اربابِ حکومت سے کسی قسم کا تصادم نہ ہوا، لیکن اثرات بہت گہرے ہوئے اور ہندوستان میں اسلامی علوم کے احیاء کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ اُنھوں نے مسلمانانِ ہند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو درسِ حدیث کے ذریعے منظم کر دیا، اور ان میں دینی غور و فکر کی وہ صلاحیتیں اُبھار دیں جنھوں نے مسلمانوں کے معاشرے میں ایک نئی جان ڈال دی۔ علاوہ ازیں انھوں نے حدیث کی مستند کتابوں کو فارسی میں منتقل کر کے اور معارج النبوۃ کی ترتیب فرما کر ہندی مسلمانوں پر جو احسان کیا ہے وہ اسلامی تاریخ کا طالب علم کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سترہویں صدی میں مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، علمی اور سماجی اصلاح و تربیت کا سہرا حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہی کے سر ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے زمانے کی

مذہبی بے راہ روی کو دور کیا اور علوم اسلامی کے احیاء کے لیے پر خلوص جدو جہد کی۔ حضرت مُجدد صاحبؒ سے متعلق پچھلے دنوں میں کچھ کام گو کسی حد تک نامکمل ہی سہی ہو چکا ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حالات زندگی اب تک تشنۂ تفسیر و تعبیر تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کمی کو ایک ایسے شخص نے پورا کیا ہے۔ جس سے بہتر اس کام کو کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا تھا۔

میرے نوجوان دوست اور شریکِ کار خلیق احمد صاحب نظامی نے قرونِ وسطیٰ کے ذہنی اور تمدنی حالاتِ زندگی کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس میں مستقل انہماک نے اُن کی نظر میں بڑی گیرائی اور خیالات میں بڑی وسعت پیدا کر دی ہے۔ پیشِ نظر کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں تعلیقات، مقدمہ میں مصنف نے شیخ محدثؒ سے قبل ہندوستان میں علومِ اسلامی کے نشو ونما کا جائزہ لیا ہے اور اسلامی ہند کے مختلف زمانوں میں علوم دینی کی حالت پر بحث کی ہے۔ اس مقدمہ کے مطالعہ سے ہندوستان کی علمی اور دینی تاریخ میں شیخ محدثؒ کا صحیح مقام متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ حصہ اوّل میں جو سوانح سے متعلق ہے چودہ باب ہیں جن میں شیخ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اُجاگر کیا گیا ہے۔ اُن کے خاندان کے حالات، ابتدائی تعلیم و تربیت، حجاز میں تعلیم، ہندوستان میں قیامِ درس گاہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اور خود شیخ کی تصانیف اور معاصرین کے تذکروں سے اُن کے حالاتِ زندگی بڑی محنت سے جمع کیے گئے ہیں۔ حصہ دوم تصانیف سے متعلق ہے اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں شیخ کی ایک ایک تصنیف پر بحث کی گی ہے۔ قلمی نسخوں کا پتا لگایا گیا ہے اور مطبوعہ نسخوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ کتاب کے تیسرے حصے میں شیخ محدثؒ کے اُن کے معاصرین سے تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اور مجدد صاحبؒ، عبدالرحیم خان خاناں، فیضی وغیرہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ چوتھے حصہ میں شیخ کی اولاد کا تذکرہ ہے۔ پانچویں باب میں مصنف نے شیخ محدثؒ کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ بڑی گہری نظر سے لیا ہے۔ اور شیخ کا ماحول بیان کرنے کے بعد اُن کی خدمتِ حدیث، فقہ، تاریخ، ادب وغیرہ پر بحث کی ہے، آخر میں تعلیقات ہیں جن میں دو نادر اور نایاب علمی جواہر پارے درج ہیں۔ ایک شیخ محدثؒ کا وہ رسالہ جو انھوں نے مجدد صاحبؒ کے بعض نظریات کی

تردید میں لکھا تھا اور دوسرے فیضی کے وہ غیر مطبوعہ مکتوبات جو اس نے شیخ کے نام لکھے تھے یہ دونوں چیزیں پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہیں اور نظامی صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ ان کی تشنگیِ طلب نے اُن کو ان نوادر تک پہنچایا۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے شیخ محدثؒ کی اتنی مکمل اور جامع حیات طیبہ لکھ کر اسلامی ہند کی علمی اور ذہنی تاریخ کا ایک اہم پہلو اُجاگر کر دیا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے کہا:

''نفاست علم تاریخ آنست کہ از دانستن علم تاریخ شیم ناجیان و عادلان و نیکوکاران و نجات دہ درجات ایشاں در دل می نشیند''۔

حقیقۃً نظامی صاحب نے یہی خدمت انجام دی ہے۔ شیخ محدثؒ کی طرح جن کے حالاتِ زندگی انھوں نے مرتب کیے ہیں، خود انھوں نے کمال غیر جانبداری اور غور و فکر کے ساتھ لکھا ہے۔ اور شیخ کے زمانے کے سماجی اور ذہنی ماحول کی ایسی مکمل اور جامع تصویر بہم پہنچائی ہے جو بلا شبہ عرصے تک اپنے موضوع پر سب سے زیادہ مستند اور معتبر سمجھی جائے گی کیوں کہ یہ ایسے شخص کے قلم سے نکلی ہوئی تصنیف ہے جس نے ہندی مسلمانوں کی علمی اور دینی تاریخ کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔

☆☆☆

(بقیہ ص ۱۷

۱۱۔ رود کوثر، شیخ محمد اکرام (ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور)
۱۲۔ الحطّہ فی ذکر صحاح ستۃ، نواب صدیق حسن خان (اسلامی اکادمی، لاہور)
۱۳۔ القول المسدّد فی الذب عن المسند، ابن حجر عسقلانی (ادارۂ ترجمان السنۃ، لاہور)
۱۴۔ موضوعات کبیر، ملا علی قاری (مطبع مجتبائی دہلی)
۱۵۔ الآثار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ، علامہ عبدالحی لکھنوی (مکتبہ احیاء السنۃ، گرجاکھ)
۱۶۔ غیاث اللغات، مولانا غیاث الدین (ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
۱۷۔ التحفۃ المرغوبۃ، خواجہ محمد ہاشم ٹھٹھوی (مکتبہ دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)
۱۸۔ حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی (سہیل اکیڈمی، لاہور)

☆☆☆

ڈاکٹر عبدالحق، ایم ۔اے، ڈی فل
(سابق ممبر پبلک سروس کمیشن، مدراس)

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مُصَنَّفَہ نظامی ☆ پر ایک نظر

ہندوستان میں اسلامی عہدِ حکومت کی تاریخ کے بعض علمی اور ثقافتی پہلو ابھی تک تشنۂ مضراب تحقیق ہیں۔ زمانے کے اقتضاء، ماحول کے رنگ اور وسائل کے فقدان کو دیکھ کر کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ نغمے شاید ہی پردہ ہائے ساز سے باہر نکلیں، اوراس زریں عہد کی تاریخ کی ازسرنو تشکیل کا خواب شاید ہی شرمندۂ تعبیر ہو سکے لیکن بعض خوش آیند واقعات اور غیر متوقع اسباب کی بدولت یہ اُمید بندھ جاتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب کہ ہمارے قابلِ فخر مؤرخین کا طبقہ شاید اس مشکل کام کا بیڑا اُٹھائے اور اسے کامیابی سے انجام کو پہنچائے۔

••• ہندوستان میں اسلامی علوم کے نشو و ارتقا کی تاریخ اور مشائخ وصوفیہ کی علمی اور ثقافتی خدمات کی ترتیب وتہذیب کی اہمیت ہرگز نظر انداز نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس کی بدولت نہ صرف تاریخ کے ان مخفی زوایا پر روشنی پڑتی ہے جو ہمارے محققین اور معلمین کی نگاہوں سے ابھی تک پنہاں ہیں بلکہ ان سے سیرت سازی اور تعمیرِ کردار میں بڑی حد تک مدد ومعاونت حاصل ہوتی ہے۔ اس قسم کی ثقافتی تاریخ میں بہت سے ایسے نشانِ راہ اور مینار ملیں گے جن کی روشنی سے صرف اُن کے عہد

☆ پروفیسر خلیق احمد نظامی

کی تاریکیوں کا ازالہ ہی نہ ہوا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے وہ مشعل راہ کا کام دے رہے ہیں۔اس عہد کی علمی تاریخ میں بہت سے ایسے علماء اور صلحاء کے کارنامے پیشِ نظر ہوں گے جنھوں نے ناسازگار ماحول میں حق پسندی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ان علماء اور مجددین میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کا ایک ممتاز موقف ہے کیوں کہ اس وقت جب کہ علماء سوء کی وجہ سے دین میں رخنے پڑ رہے تھے اور مذہب کی بنیادیں کھوکھلی کی جارہی تھیں، شاہ صاحب کی ہمت اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں علم حدیث کو فروغ حاصل ہوا۔شاہ صاحب کی زندگی اور سیرت کے مطالعہ کے بغیر اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اُن کے دل میں علوم حدیث اور ان کی ترویج واشاعت کا کیسا جذبہ تھا۔یہ واقعہ ہے کہ شاہ صاحب کے علمی انہماک درس وتدریس اور مجالسِ ارشاد و ہدایت کی کہانی نہایت ہی دلچسپ ہے اور اس کا صحیح اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس عہد کے پس منظر کا حقیقی نقشہ پیشِ نظر ہو۔اکبری دور کے ملحدانہ خیالات کی رو میں جاہ پرست علماء کے قدم ڈگمگا گئے تھے لیکن شاہ صاحب کے خاندانی ماحول اور تربیت اور سفرِ حرمین شریفین کی وجہ سے ان میں وہ ودیعتیں اُبھر آئی تھیں جن کی بدولت ہندوستان میں علومِ حدیث کے احیاء اور ترویج واشاعت کا سہرا اُن کے سر رہا اس بناء پر شاہ صاحب کی سیرت کی ترتیب وتدوین کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس اہم کام کو مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے ایک ہونہار کارکن اور قابلِ فخر نوجوان خلیق احمد صاحب نظامی نے نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔خلیق صاحب کی گراں قدر خدمات کا اندازہ اُن کی تصانیف سے ہوسکتا ہے، بالخصوص ''تاریخ مشایخ چشت'' اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے اور اس کے غائر مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں وہ ذوق نصیب ہے جس کا ذکر انھوں نے شیخ محدثؒ کے طرزِ نگارش میں کیا ہے۔شیخ کا مقولہ حقیقت پر مبنی ہے:

بے ذوق چہ نویسد کہ رونق سخن در ذوق است

وہی ذوق خدائے پاک انھیں کامل طور پر عطا فرمائے، اور ان کی تصنیف کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

☆☆☆

علامہ محمد شہزاد مجدّدی

حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور ترویج علوم حدیث

(پروفیسر خلیق احمد نظامی کی تالیف ☆ سے تلخیص مع حواشی واضافہ)

برصغیر پاک و ہند میں اقوال وارشادات نبویہ علیٰ صاحبھا السلام کی خوشبو عام کرنے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے انتہائی ذوق وشوق اور جذبۂ ایمانی سے حصّہ لیا اور اسی حوالے سے نمایاں مقام کے حامل ٹھہرے۔

آپ نے عصری حالات کی دگرگونی اور مذہب بیزاری کی کیفیات کو سامنے رکھتے ہوئے علوم حدیث اور فیضانِ کلام پیمبر سے عامۃ الناس کو روشناس کروانے کے لیے اپنی تمام عمر کو وقف کردیا۔ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم:

''شرح سفر السعادت'' کا یہ جملہ جو انھوں نے دوسروں کے لیے لکھا ہے خود ان پر صادق آتا ہے:

''بہ تجدید وترویج علم جمالے تازہ بر چہرۂ دین وملت افزودند''۔

(شرح سفر السعادت ص۲)

☆ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

داراشکوہ نے بجاطور پر ان کو ''امام محدّث ثان وقت'' کہا ہے۔ خافی خان لکھتا ہے:

''درکمالات صوری و معنوی، وتحصیل علوم عقلی ونقلی خصوص تفسیر وحدیث در تمام ہندوستان ثانی نداشت''۔

(منتخب اللباب، ص ۵۵۱، بحوالہ حیات شیخ عبدالحق)

مفتی سیّد شجاعت علی قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اقول انتهت اليه رأسة الحديث فى الهندو مامن محدث الاّ وينتهى سنده اليه''

(حاشیہ التحفۃ المرغوبۃ، ص ۳، مطبوعہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

ترجمہ: میں تو کہتا ہوں، شیخ ہندوستان کے اندرفن حدیث میں امامت کے مرتبے پر فائز ہیں اور (یہاں) شاید ہی کوئی محدّث ہو جس کی سند ان تک نہ پہنچتی ہو۔

ترویج علوم حدیث کے سلسلے میں شیخ محقق علیہ الرحمہ کی خدمات کا ذکر جناب خلیق احمد نظامی نے یوں کیا ہے:

۱۔ ایک ایسے دور میں جب کہ علم حدیث شمالی ہندوستان میں تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ انھوں نے اپنی مسلسل اور پر خلوص جدوجہد سے اس کو از سرنو زندہ کیا۔

۲۔ کتب احادیث کو اپنے زمانے کے نصاب ومنہاج کا ایک لازمی جزو بنا دیا۔ خود انھوں نے اپنے مدرسہ میں کتب احادیث کے باقاعدہ درس کی ابتدا کی، ان کے بیٹے اور پوتوں نے اپنے مدرسہ کی اس خصوصیت کو برقرار رکھا۔

۳۔ فارسی زبان میں کتب احادیث کے منتقل کرنے کی باقاعدہ کوشش کی اور اس طرح علوم دینی کے وہ خزانے جو عوام کی دسترس سے باہر تھے، ہر کہ ومہ کے لیے کھل گئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ عبدالحق محدّث جس دور علم وتعلیم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں جو ملک کی عام

زبان تھی۔ تصنیف وتالیف کی بنیاد ڈالی گئی''۔

عربی سے فارسی ترجمہ کرنے میں شیخ محدث کو بڑی مہارت تھی، نواب صدیق حسن خان کا خیال ہے:

''در ترجمہ عربی بفارسی یکے از افراد ایں امت است، مثل او دریں کاروبار خصوصاً دریں روزگار احدے معلوم نیست''۔

۴۔ شیخ محدّث علیہ الرحمۃ نے مشکوٰۃ پر خاصی توجہ کی، ان کو مشکوٰۃ سے وہی تعلق تھا، جو شاہ ولی اللہ دہلوی کو موطأ امام مالک سے تھا۔ انھوں نے مشکوٰۃ کی شرح عوام وعلماء کی ضروریات کے پیشِ نظر عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی تھی۔ اس طرح شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے موطأ کی شرح (مصفّٰی اور مسوّٰی) فارسی اور عربی میں لکھی۔

۵۔ مشکوٰۃ کو دیگر کتب احادیث پر ترجیح دینے کے اسباب یہ تھے (i) مشکوٰۃ میں صحاح کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ (ii) مشکوٰۃ کی ترتیب بہت اعلیٰ ہے۔ (iii) جامعیت کے اعتبار سے مشکوٰۃ کی خاصی اہمیت ہے۔ (iv) مشکوٰۃ میں صرف صحابی کا نام اور کتاب کا ذکر ہے۔ مکمل سلسلہ اسناد بیان نہیں کیا گیا۔ اس طرح مبتدیوں کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے... (v) مشکوٰۃ پر شافعیت کا رنگ زیادہ اُجاگر محسوس ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق نے شرح لکھ کر اس کو حنفیت کا رنگ دے دیا ہے۔

۶۔ شیخ عبدالحق نے علم حدیث حجاز میں حاصل کیا۔ ان کے بعد ہندوستان میں محدّث بننے کے لیے حجاز میں قیام اور علماء حجاز سے استفادہ ضروری سمجھا جانے لگا۔ ہندوستان میں علم حدیث کے سلسلے میں بیشتر روایات شیخ محدّث ہی نے قائم کیں۔ ان روایات پر شاہ ولی اللہ دہلوی نے نہ صرف پوری طرح عمل کیا بلکہ پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

۷۔ شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ اور ان کے خاندان نے حدیث کی مختلف کتابوں کی جو خدمت کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

☆ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری۔ شیخ نور الحق علیہ الرحمہ۔

☆ شرح صحیح بخاری۔ شیخ الاسلام محدّث علیہ الرحمہ

☆ منبع العلم شرح صحیح مسلم ۔ شیخ محبّ اللہ علیہ الرحمہ

☆ شرح منبع العلم۔ شیخ فخر الدین علیہ الرحمہ

☆ محلٰی شرح الموطأ۔ مولانا اسلام اللہ علیہ الرحمہ

☆ اشعۃ اللمعات (شرحِ مشکوٰۃ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

☆ لمعات التنقیح (شرح مشکوٰۃ المصابیح) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

☆ جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

☆ اسماء الرجال والروایات المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

☆ شرح شمائل ترمذی۔ مولانا اسلام اللہ علیہ الرحمہ

☆ اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی، شیخ سیف اللہ علیہ الرحمہ

☆ رسالہ اُصولِ حدیث۔ مولانا سلام اللہ علیہ الرحمہ

☆ رسالہ اُصول حدیث۔ مولانا نور الاسلام علیہ الرحمہ (حیاتِ شیخ عبدالحق، ص ۲۸۳ تا ۲۸۶)،

اگر صرف حضرت شیخ عبدالحق محدث علیہ الرحمہ کی ’’حدیث اور علم حدیث‘‘ پر تصانیف کی تعداد معلوم کرنا چاہیں تو اس کی فہرست جناب خلیق احمد نظامی نے یوں پیش کی ہے:

۱۔ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ

۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح

۳۔ ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین

۴۔ جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ

۵۔ جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین

۶۔ رسالہ اقسام الحدیث

۷۔ رسالہ شب برأت

۸۔ ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ

۹۔ الاکمال فی اسماء الرجال

۱۰۔ شرح سفر السعادت

۱۱۔ اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ

۱۲۔ تحقیق الاشارہ فی تعمیم البشارہ

۱۳۔ ترجمہ مکتوب النبی الاھل فی تعزیۃ ولد معاذ بن جبل

اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ: فارسی زبان میں مشکوٰۃ کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۰۱۹ھ۔۱۶۱۰ء میں دہلی میں شروع کیا تھا۔ ۱۰۲۵ھ ۔۱۶۱۶ء میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:

''الکتاب شکر اللہ سعیہ واتم علیہ نعمہ وقع انفراغ من جمیع الاحادیث النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخر یوم الجمعۃ من رمضان عندرویۃ ہلال شوال سنۃ سبع و ثلاثین وسبع ماۃ۔ بحمد اللہ ☆ اشعۃ اللمعات کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعانی قدس سرہٗ کے تقاضوں اور دعاؤں کو بھی بڑا دخل تھا۔ ایک مرتبہ شیخ محدث لاہور تشریف لے گئے تو فرمایا:

☆ [اس مقام پر فاضل مصنف پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم سے اقتباس نقل کرنے میں سہو ہوا ہے۔ آپ نے جو مندرجہ بالا اقتباس نقل کیا ہے وہ تو مؤلف کتاب شیخ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب کی تحریر ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ماقبل کے ان الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا ہے: ''قال مؤلف الکتاب''۔ علاوہ ازیں اقتباس میں سن تکمیل ''سنۃ سبع وثلاثین وسبع ماتہ'' بھی واضح ہے یعنی ۷۳۷ھ۔ جسے ''حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' کے پاورقی حاشیے میں مصحح نے ''طباعت کی کھلی ہوئی غلطی'' قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہی ہے کہ فاضل مصنف سے اقتباس نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔

موصوف خاتمۃ الکتاب کی مندرجہ ذیل تحریر نقل کرنا چاہتے تھے۔ مگر سہواً مؤلف کتاب کی عبارت نقل کر گئے۔ حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کا خاتمۃ الکتاب یہاں اس لیے بھی نقل کیا جاتا ہے کہ ''اشعۃ اللمعات'' کے اُردو ترجمے میں اسے حذف کر دیا گیا ہے (احقر شاہ انجم بخاری):

باقی اگلے صفحے پر

''شرح مشکوٰۃ را تمام کنید ۔ ان شاء اللہ کتابے شود کہ اہلِ عالم ہمہ ازاں مستفید شوند''
(تکملہ اخبار الاخیار فارسی، مکتوب، ص ۲۸۴)

''اشعۃ اللمعات چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے''۔ راقم السطور کے پیشِ نظر ''مکتبہ نوریہ رضویہ'' سکھر کا شائع کردہ نسخہ ہے۔ ''چاروں جلدیں تقریباً ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں''۔ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم: ''ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے''۔ (حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۶۷)

اشعۃ اللمعات کا اُردو ترجمہ مولانا سعید احمد نقشبندی مرحوم نے کچھ عرصہ قبل شروع کیا تھا لیکن ان کی وفات حسرت آیات کے باعث یہ کارِ خیر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور مفتی محمد خان قادری صاحب نے اس کے بقیہ حصص کا ترجمہ کر دیا ہے، جسے فرید بک اسٹال لاہور نے شائع کیا ہے۔

حضرت شیخ کا لکھا ہوا ''مقدمہ مشکوٰۃ'' اُصول حدیث کے موضوع پر اختصار اور جامعیت کا بہترین نمونہ ہے جو اپنی وقیع خصوصیات کے پیش نظر آج بھی درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔(۱)

خاتمۃ الکتاب

''آغاز تسوید این شرح کہ مسمی ست باشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ دراوسط ایام تشریق سنہ تسع عشر والف بود و اتمام در شہر ربیع الآخر ۱۰۲۵ھ الف وخمس وعشرین اتفاق افتاد و نہ کہ این مدت تمام مصروف و معمول باین شرح بود و شرح دیگر عربی کہ مسمی ست بلمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح کہ متقارب و متقارن بود باین شرح در تالیف نیز اتمام یافت وسبقت نمود و کتب و رسائل دیگر نیز بوجود آمد و تخمینا ثلث این زمان بلکہ کمتر ازاں مصروف باین بود باقی بباقی والتوفیق من اللہ الباقی الوافی واگرچہ شرح عربی بجہت اشتمال بر مباحث علمیہ و تحقیقات و تدقیقات فکریہ امتیاز و اختصاص دیگر دارد ولیکن ایں شرح فارسی در تنقیح و تہذیب الفاظ و ضبط و ربط معانی راجح و فائق برآن آمد و در حجم و ضخامت زائد بران افتاد عربی مقدار ہشتاد ہزار و فارسی صد وسی ہزار بیت باشد و اتمام ہر دو در بلدہ دہلی کہ وطن الیف این ضعیف ست در خانقاہ قادریہ کہ جاروب کشی و چراغ افروزی آن حوالہ این فقیر ست ابتداء و انتہای عمر در یک مکان و مقعد شدہ کا نہا تمت فی مجلس واحد مقصود بیان شکر نعمت حق ست برین ضعیف حقیر و للہ الحمد علی التوفیق واستغفر اللہ علی التقصیر وانا الفقیر عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی وطناً والبخاری اصلاً والترکی نسباً والحنفی مذہباً والصوفی مشرباً والقادری ارادۃً وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

لمعات التنقیح

''عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، شیخ محدث جب اشعۃ اللمعات کی تصنیف میں مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب نہ سمجھا، فارسی عوام کی زبان تھی، بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا، لہٰذا جو باتیں فارسی میں قلم انداز کردی تھیں وہ عربی میں بیان کردیں''، اس بات کو اشعۃ اللمعات کی تمہید میں بھی کردیا گیا ہے، '۲۴ر رجب ۱۰۲۵ھ کو شیخ محدث لمعات التنقیح سے فارغ ہوئے' ۔لمعات میں لغوی ونحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی سے کی گئی ہے۔خود فرماتے ہیں کہ اس شرح کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعی اصحاب الرائے میں سے ہیں اور حضرت امام اعظم قدس سرہٗ اصحابِ ظواہر میں سے۔لمعات کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علاحدہ شائع کیا گیا ہے۔لمعات التنقیح ابھی تک [مکمل] شائع نہیں ہوئی ہے۔اس کے قلمی نسخے بانکی پور، رامپور، حیدر آباد، ایشیاٹک سوسائٹی، دہلی اور علی گڑھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔(حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۶۹)

ہماری معلومات کے مطابق 'لمعات التنقیح'' چند سال پیشتر لاہور میں نامکمل (بصورتِ حاشیہ) شائع ہوچکی ہے۔☆

☆ [لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح'' للعلامة الشیخ عبدالحق الدهلوی تحقیق و تعلیق محمد عبدالله المفتی، تخریج و تزیین، عبدالرحمن الجوهری، مکتبة المعارف العلمیة الشارع شیش محل ، لاهور''.

اس کی پہلی جلد ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں اور چوتھی جلد ''باب زیارۃ القبور'' ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء میں چھپی۔جناب محمد عبداللہ المفتی نے تین مندرجہ ذیل خطی نسخوں کی مدد سے اس کا متن تیار کیا ہے:

۱. الکلیة الاسلامیة ببلدة بشاور.

۲. بدر العلوم العربیه فی کوئته.

۳. للجامعة الاشرفیة بلاهور، (احقر شاہ انجم بخاری عفی عنهٗ)]

شرح سفر السعادت

''سفر السعادت مولانا مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی تصنیف ہے۔ اس میں رسول مقبول ﷺ کی وہ احادیث جو عبادات، احوال و معاش سے متعلق ہیں جمع کی گئی ہیں۔

شیخ محدث نے اس کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر اس کی شرح لکھنی شروع کی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک اور خیال بھی ملحوظِ خاطر تھا، مولانا فیروز آبادی بعض موقعوں پر ''حد اعتدال و جادۂ انصاف'' سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لیے شیخ محدث نے ضروری سمجھا کہ ان تمام لغزشوں کی نشان دہی کردی جائے، فرماتے ہیں:

''ولیکن چوں دریں باب بر مذہب اقحاح محدثین از اصحاب ظواہر رفتہ و در بسیاری از مواضع سخن در خلاف مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین گفتہ وادعاے فساد و بطلان مخالف مدعاے خود نمودہ ... در مبالغہ و افراط از حد اعتدال و جادۂ انصاف بیرون رفتہ است ...۔ (شرح سفر السعادت، ص ۳)

شرح سفر السعادت تین حصّوں پر منقسم ہے، پہلے حصّے میں مولانا فیروز آبادی کی بیان کردہ احادیث پر محدّثانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اور ہر ایک حدیث کے اسناد و رجال کو معلوم کیا گیا ہے۔ دوسرے حصّے میں مجتہدین پر بحث ہے، خصوصیت کے ساتھ حنفی مذہب کے اُصولوں کی حمایت کی گئی ہے۔ یہ کتاب کا خاص حصّہ ہے اور حقیقت میں سفر السعادت کی شرح لکھنے کا اصل سبب بھی یہی ہے۔ تیسرے حصّے میں شرعی احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ شرح لکھتے وقت جو کتب شیخ کے پیشِ نظر تھیں ان کی فہرست کتاب کے صفحہ ۴ پر موجود ہے۔ شرح سفر السعادت ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء میں کلکتہ سے ۱۸۷۵ء۔ ۱۸۸۵ء اور ۱۹۰۳ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شرح سفر السعادت کا ایک ایسا نسخہ تھا جو مصنف کے درس میں رہ چکا تھا۔ مرزا صاحب کو یہ نسخہ بہت عزیز تھا۔ ایک دوست فرید الدین خاں نے عاریتاً مانگا تو بھیج دیا لیکن ساتھ یہ بھی لکھ دیا:

''این نسخہ از درس مصنف گذشتہ و حواشی بدست مصنف، و ازو خط شیخ عبدالحق

رامی شناسم، قدر آنرا بدانید، وبآب تاب نگاہ دارید چنانچہ ہست"۔
(کلمات طیبات بحوالہ حیات شیخ، ص ۱۷۵)

ماثبت من السنۃ فی ایامِ السنۃ (عربی)

اس کتاب میں ماہ محرم سے لے کر ماہِ ذی الحجہ تک کے ان مذہبی مناسک کا تفصیلی ذکر ہے جو حدیث سے ثابت ہیں۔ عاشورہ محرم کے بارے میں جو صحیح حدیثیں مروی ہیں ان کو نقل کیا ہے اور محرم کے سلسلہ میں جو توہمات ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً یہ خیال کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے سے آنکھیں نہیں دکھتیں۔ یا عاشورے کے دن غسل کرنے والا کبھی بیمار نہیں ہوتا۔ لغو اور باطل ہے۔ اس کے بعد ان تمام احادیث پر تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے متعلق ہیں۔ ماہ صفر کے سلسلے میں اس خیال کی تردید کی ہے کہ یہ مہینہ نامسعود ہے۔ شعبان، رمضان، شوال، ذی الحجہ کے سلسلے میں روزہ، تراویح، عید الفطر، حج وغیرہ کے متعلق سب احادیث کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

ماثبت من السنۃ کے قلمی نسخے بانکی پور، رام پور، دہلی اور حیدر آباد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ۱۲۵۳ھ میں یہ کتاب کلکتہ اور ۱۳۰۷ھ میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۳۰۹ھ میں سبحان بخش شکار پوری نے دہلی سے اس کو میں ترجمہ شائع کیا تھا اور اعمال ماثورہ نام رکھا تھا۔
(حیاتِ شیخ ص ۱۷۰۔۱۷۱)

ماثبت من السنۃ کا لاہور سے (مطبع محمدی) کے زیر اہتمام ۱۳۰۷ھ میں شائع ہونے والا نسخہ راقم السطور کے پیش نظر ہے۔ اس کا ایک ترجمہ حکیم غلام معین الدین نعیمی مرحوم ومغفور نے بھی کیا تھا جو لاہور ہی سے شائع ہوا۔

گو جدید ریسرچ سے ثابت ہو چکا ہے کہ علم حدیث ہندوستان میں شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہما الرحمہ سے بہت پہلے رائج تھا۔ لیکن فیضانِ حدیث کو ہندوستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں پہنچانے کا سہرا پھر بھی ان ہی بزرگوں کے سر بجتا ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

”اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان دونوں بزرگوں نے حدیث کا بے حد چرچا کیا اور عوام کے استفادہ کے لیے بہتر طریقے پر ان علوم کی اشاعت کی، لیکن یہ کہنا کہ ان سے پہلے علم حدیث یا حدیث کی کتابیں ہندوستان میں نہ تھیں تاریخی حقایق کے خلاف ہے۔ اسلامی ہند نے اپنے ابتدائی دور میں سینکڑوں علماء حدیث پیدا کیے اور علم حدیث پر متعدد کتابیں لکھی گئیں“۔ (حیاتِ شیخ عبدالحق، ص ۳۸)

اسلامی ہند کے ابتدائی دور کا اکثر علمی ذخیرہ حضرات صوفیہ کرام کی تصنیفات و تالیفات پر مشتمل ہے۔ اس لیے تاریخ کا طالب علم جب محققین کی رہنمائی میں اپنے ماضی کی شاندار اور گرانقدر روایتوں کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے خانقاہ نشین صوفیہ فیضان روحانی و باطنی کے ساتھ ساتھ تفسیر و حدیث کے اسرار و معارف برساتے دکھائی دیتے ہیں۔ (۲)

صوفیہ کرام کو علم حدیث سے نابلد سمجھنے والے ”حقایق سے نابلد“ لوگ درج ذیل عبارت کو توجہ سے پڑھیں:

”اگر اسلامی ہند کے ابتدائی دور کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس زمانہ میں علم حدیث کافی ترقی کر چکا تھا ”کشف المحجوب“ کی سطریں جن ہاتھوں سے لکھی گئی ہیں، فوائد الفواد کے جملے جس زبان سے بولے گئے ہیں، ان کے عظیم المرتبت محدثین ہونے میں شبہ کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے، فوائد الفواد کو پڑھتے وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم حدیث کا ایک ناپیدا کنار سمندر موجیں مار رہا ہے“۔

(حیات شیخ عبدالحق، ص ۳۸)

حضرت شیخ حمید الدین ناگوری خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہما کے زمانے میں علم حدیث ناگور میں اتنی ترقی کر گیا تھا کہ شیخ ناگوری فرمایا کرتے تھے:

''مرد را بست ہزار حدیث۰۰یاد باید تا محدّث شود''۔

(سرور الصدور قلمی، بحوالہ حیاتِ شیخ، ص ۳۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف علم حدیث پر لکھی جانے والی کتب و شروحات کو سامنے دیکھیں تو وہ ایک کامل اور ماہر ''محدث'' (۳) کے منصب پر فائز نظر آتے ہیں۔ علماء حدیث کی تصریحات (حاشیہ ۳ میں ملاحظہ ہو) کے مطابق آخری اصطلاحی حافظ الحدیث حضرت امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) تھے، جب کہ آج روئے زمین، پر ایسا کوئی حافظ موجود نہیں البتہ مجازاً بعض بزرگوں کو حافظ کہا جاتا ہے۔یوں حضرت شیخ محقق کے غیر معمولی حافظہ اور تمسک بالحدیث کے باوصف انھیں حافظ حدیث کہہ سکتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان، شیخ کی حدیث دانی کے حوالے سے، جانبدارانہ انداز اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فقیہہ حنفی وعلامہ دین حنفی است امّا بہ محدّث مشہور است''۔ دستگاہش در فقہ بیشتر از مہارت در علوم سنت سنیہ است ۰۰۰ طالب علم را باید کہ در تصانیف وے، خذ ما صفا دع ما کدر پیش نظر دارد''۔

(جنود الابرار، ص ۱۱۲، بحوالہ حیاتِ شیخ، ص ۲۹۱)

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم لکھتے ہیں:

''نواب صاحب کی یہ رائے انصاف و دیانت سے بہت دور ہے اور ان کے خیالات کے تشدد (۴) کو ظاہر کرتی ہے۔انتہیٰ''۔

آخر میں حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی محدّثانہ تحقیقات اور فنی نکات سے بالاختصار استفادہ کرتے ہوئے چند جواہر پارے سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔''ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ'' کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

''قد ثبت الخلاف بین المحدثین والمتنسکین فیما جاء ۰۰۰ الخ''.

ہم ترجمے پر اکتفا کر رہے ہیں:

''محدثین اور صوفیہ کے مابین روز و شب کی عبادات، وظائف، نوافل، اور روزوں کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور محدثین کو صوفیہ (زہّاد) کے اختیار کردہ اعمال میں کلام ہے لہٰذا وہ بڑی سختی سے ان کا رد کرتے ہیں۔ اور ایسی روایات جن میں اس قسم کے اعمال کا بیان ہے ان کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ ہم نے اس حوالے سے اپنے فارسی رسالے میں فیصلہ کن گفتگو کی ہے اور اجمال و تفصیل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے محفوظ راستہ اختیار کیا ہے۔'' (ماثبت من السنۃ ص ۲)

حضرت شیخ اپنے فارسی رسالے ''اقامۃ الاسم فی اعمال المواسم'' (مکتوب بنام شیخ عبداللہ نیازی) میں فیصلہ کن طریقے سے مسلمانانِ عالم کی رہنمائی فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ترجمہ: ''محدثین کا طریق ہے کہ صحت نقل کے ساتھ منصوص اعمال و احکام کو اس رعایت کے ساتھ کہ فضائل میں ضعیف روایت بھی قابلِ قبول ہے، اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ فقہاء معانی، اسباب حکم اور قواعد مقررہ کے مطابق کسی عمل کو اپناتے ہیں اِلّا یہ کہ اس کے مقابل نص صریح ہو''۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار فارسی، ص ۱۰۱)

مزید لکھتے ہیں:

ترجمہ:۔ عرب کے مشائخ اور صوفیہ خصوصاً مغربی ممالک سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کا طریقہ محدثین کے موافق ہے اور فرماتے ہیں کہ صحیح روایت کا اختیار کرنا سالک کے لیے کافی ہے اور اس کے لیے ماسوا سے باعث استغنا بھی''۔ (ایضاً حاشیہ اخبار الاخیار)

حضرت ملا علی القاری علیہ الرحمۃ الباری نے ضعیف روایت کے بارے میں محدثین کا متفقہ فیصلہ لکھا ہے کہ:

''یجوز روایتہ فی غیر الاحکام والعقائد''

(موضوعات کبیر، ص ۹، مطبع مجتبائی، دہلی)

ترجمہ: ''احکام و عقائد کے علاوہ ضعیف حدیث کی روایت جائز ہے''۔

موضوع روایت کے بارے میں محدثین کی متفقہ رائے ہے کہ:

"لایحل روایة الموضوع فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان وصفه"۔

ترجمہ: "حدیث موضوع کی روایت کسی صورت میں بھی حلال نہیں مگر یہ کہ اس کی وضعیت کا اظہار مقصود ہو"۔ (موضوعات کبیر، ص ۹)

شیخ محقق فرماتے ہیں کہ روایات کی تحقیق وتفتیش اور جرح وتعدیل محدثین کا کام ہے۔ احوال باطنی، رذائل وفضائل نفسانی اور صحت روحانی اور اسرار دقائق کا بیان صوفیہ سے وابستہ ہے، جب کہ حلال وحرام کے بارے میں فتویٰ دینا یہ فقہاء کا منصب ہے۔

"ہمہ محتاج یکدیگر اند ومعد ومعاون یکدیگر"۔ (اخبار الاخیار، ص ۱۰۴)

آخر میں شیخ راہ اعتدال کی ترغیب دیتے ہوئے اپنی ذاتی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

ترجمہ:۔ حقیقت میں طرفین کے اہلِ تعصب افراط وتفریط کا شکار ہیں، میری نصیحت یہ ہے کہ خشک فقہاء اور جاہل صوفیہ سے کنارہ کش رہتے ہوئے وسطی راہ اختیار کرو، سلامتی اسی میں ہے، علاوہ ازیں خطرہ ہی خطرہ ہے"۔ (اخبار الاخیار، فارسی، ص ۱۰۷)

ماہ رجب کی فضیلت اور اس مہینے میں کی جانے والی اضافی عبادات کے حوالے سے موضوع روایات (۵) نقل کر کے محدثین کی جرح اور اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ ایک طویل روایت کے آخر میں منقول ہے:

"وفی اسنادہ ظلمات بعضها فوق بعض" اس کی سند میں ظلمت در ظلمت ہے۔

اس میں داؤد بن المحبر متہم بالکذب ہے۔ سلیمان بن الحکم اور علاء بن کثیر ہیں جن کے ضعف پر اتفاق ہے۔ حافظ ابن حجر (عسقلانی) تبیین العجب" میں لکھتے ہیں۔ یہ حدیث موضوع اور ظاہر الوضع ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے وضع کرنے والے کو تباہ کرے۔ اسے پڑھ کر میرے رونگھٹے کھڑے ہو گئے جب کہ میں اسے نقل کر رہا تھا"۔

(ما ثبت من السنة، ص ۳۷، مطبوعہ مطبع محمدی، ۱۳۰۷ھ)

محدثین کے طرز تشدید پر شیخ نے پوری طرح تبصرہ فرمایا ہے:

''یہ عبد ضعیف (اللہ اس کے حال کو درست رکھے اور ہر خیر جو اس کے لیے ہو اسے میسّر فرمائے) کہتا ہے، یہ سب کچھ محدثین نے اپنے طریقے کے مطابق اسناد کی تحقیق کر کے نقل کیا ہے۔ لیکن ان کے شدّت بھرے لہجے پر حیرت ہے جو اس معاملے میں وہ اختیار کرتے ہیں، حالانکہ اگر وہ اتنا کہہ دیں کہ یہ ہمارے نزدیک درست نہیں ہے تو ان کی طرف سے کافی ہے''۔ (ماثبت من السنۃ، ص ۱۷۵)

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ بھی حزم و احتیاط اور مسلک اعتدال کے داعی ہیں۔ آپ کی ذات میں حدیث، فقہ اور تصوّف سے متعلقہ علوم و معارف مجتمع نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ آپ کے شیخ و استاد نے آپ کو جو نصیحت فرمائی تھی، وہ ہمیشہ آپ کے مدِ نظر رہی اور آپ اس کا عملی نمونہ دکھائی دیتے ہیں۔ شیخ عبدالوہاب متقی قدس سرہٗ نے فرمایا تھا:

ترجمہ: ''باطن کو ظاہر پر فوقیت نہ دینا اور نہ باطن کو ترک کر کے ظاہر پر اکتفا کرنا'' اور فرمایا ''کن فقیھاً صوفیا ولا تکن صوفیاً فقیھا'' فقیہ صوفی بنو صوفی فقیہ نہ بنو۔

(تکملہ مکتوبات شیخ اخبار الاخیار (ص ۳۶۶)

خاتمہ ''شرح سفر السعادت'' میں فرماتے ہیں:

''مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس اختتامیے میں بہت زیادہ غلو اور مبالغے سے کام لیتے ہوئے تنقیدی روش اختیار کی ہے اور اس ضمن میں ان حضرات کی پیروی کی ہے جو اس معاملے میں نہایت سخت ہیں، تقریباً تمام احادیث پر جرح و طعن کرتے ہوئے کسی پر عدم صحت، کسی پر بے ثبوت اور کسی پر حکم وضع و اختراع لگاتے ہوئے بعض روایات کی تردید و تغلیط کی ہے، حالانکہ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو معتبر کتب میں مذکور ہیں اور اکابر فقہاء و محدثین کے نزدیک مقبول اور لائق تمسک و استناد ہیں''۔ (شرح سفر السعادات، ص ۵۰۲)

درحقیقت یہ خاتمہ کتاب حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کے تبحر فی الحدیث اور ان کے طرزِ استدلال کا صحیح آئینہ دار ہے۔ گو بعض جگہ جرح و تعدیل کے معاملے میں ان کا نرم رویہ محدثین کی عام روش سے

متصادم دکھائی دیتا ہے، لیکن بنظر غائر دیکھیں تو اس میں سے ایک فقیہ کا محتاط انداز جھلکتا ہے۔

اسی جگہ فرماتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ وضع واختراع کا حکم ظن غالب اور اندازے کے مطابق ہوتا ہے اور یقین واثق اس معاملہ میں راہ نہیں پاتا اور پائے بھی کیسے کہ کبھی جھوٹے سے بھی سچ کا صدور ممکن ہوتا ہے''۔ (خاتمہ شرح، ص۵۰۲)

روایت موضوع کی علامات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''کسی حدیث پر وضعیت کا حکم لگانا نہایت مشکل ہے، کیوں کہ یہ اُس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس کی تمام اسناد کو بہت زیادہ تفتیش وتحقیق کے ساتھ جانچ نہ لیا جائے کہ کہیں سند جس پر اعتراض کیا گیا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور سند اس مضمون کی موجود نہ ہو۰۰۰ اسی لیے ابوالفرح ابن جوزی جنھوں نے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں بہت ساری غیر موضوع روایات کو موضوعات میں شمار کیا ہے، ان میں ایسی ضعیف روایات بھی ہیں، جن سے ترغیب وترہیب میں استفادہ کیا جاسکتا ہے، اور حسن احادیث بھی ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جن کی ائمہ فن نے تصحیح کی ہے''۔

(شرح سفر السعادت، ص۵۴)

کئی مقامات پر شیخ محقق نے مصنف کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں، مثلاً اسم احمد ومحمد کی فضیلت میں جو روایات آئی ہیں موسوم بوضع ہیں۔ (ص ۵۱۱)

عقل کے فضائل میں وارد روایات بھی موضوعات ہیں۔ (ایضاً)

یونہی بہت کم عمل پر ہزاروں سالوں کی عبادات کے ثواب اور سینکڑوں سالوں کے گناہ معاف ہونے والی روایات بھی اکثر موضوعات میں سے ہیں۔ رکیک الفاظ اور خلافِ عقل باتوں پر مشتمل ہونا بھی موضوع روایت کی علامات (٦) میں سے ہیں۔

حواشی

(۱) قارئین المصداق خصوصاً علمِ حدیث سے دلچسپی رکھنے والے طلباء کے لیے مذکورہ مقدمے سے کچھ معلومات ملخصاً پیش کی جاتی ہیں:

''حدیث کی تین مشہور اور بنیادی اقسام ہیں۔

۱۔صحیح ۲۔حسن ۳۔ضعیف

حسن بعض صورتوں میں صحیح اور ضعیف بعض صورتوں میں حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً تعدد طرق واسناد وغیرہ کی صورت میں۔ ایک محدّث کے لیے جیسے بکثرت احادیث کا حافظ ہونا ضروری ہے ویسے ہی اسے احادیث کے صحت وضعف اور سقم وعلل سے بھی کماحقہٗ آگاہ ہونا چاہیے۔

جمہور محدثین کی اصطلاح میں ''حدیث''، رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ کوئی بات یا عمل آپ کے سامنے ہوا اور آپ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ اسی طرح حدیث کا اطلاق صحابی وتابعی کے قول وفعل اور تقریر پر بھی ہوتا ہے۔ جس حدیث کی سند حضور علیہ السلام تک پہنچتی ہو اسے ''مرفوع'' کہا جاتا ہے۔ اگر صحابی تک پہنچتی ہو تو اسے ''موقوف'' کہتے ہیں اور اگر سند تابعی تک پہنچ کر منقطع ہو جائے اسے ''مقطوع'' کہا جاتا ہے۔

ضعیف اس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن روایت کے مخالف ہو، خواہ اس کا راوی درمیان سے ساقط ہو یا مطعون ہو۔ راوی کے مطعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہو۔ جھوٹے راوی کی روایت کو ''موضوع'' کہتے ہیں اگر اس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو تو اسے متروک کہتے ہیں۔ اگر راوی غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا کثیر الوہم ہو یا اس کی روایت معتمد وثقہ لوگوں کے مخالف ہو یا وہ فاسق یا بدعتی ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔ (المقدمۃ المشکوٰۃ المصابیح)

جھوٹی حدیث گھڑ کر بیان کرنے والے کو ''وضاع'' یا ''واضع الحدیث'' کہتے ہیں۔ ایسے راوی اور اس کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں شیخ محدث علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''ایسا شخص جس کا حدیث میں دروغ گو ہونا ثابت ہو جائے۔ اگرچہ یہ تمام عمر میں ایک بار ہی کیوں نہ ہو اور وہ اس سے توبہ بھی کرے۔ آئندہ کبھی بھی اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔

(مقدمہ مشکوٰۃ ص ۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔)

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کا مقدمہ، رجالیات میں مہارت اور جرح وتعدیل کے اُصولوں سے ان کی کامل آگاہی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ ایک مستند اور ثقہ محدّث ہیں۔

(۲) احادیث کشف المحجوب کی تخریج حال ہی میں جامعہ پنجاب (شعبۂ عربی) کے فاضل استاد ڈاکٹر خالق داد ملک نے کی ہے۔ یہ کتاب ''تخریج احادیث کشف المحجوب للھجویری'' کے عنوان سے ہجویری چیئر پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔

علامہ عبدالصمد صارم الازہری پاک و ہند کے مشہور و معروف محدثین کا ذکر کرتے ہوئے جن میں سے اکثر صوفیہ کاملین ہیں، لکھتے ہیں "خاکسار نے مختصر طور پر بعض حضرات کے متعلق لکھ دیا ہے ورنہ ہندوستان میں ہزاروں محدث گزرے ہیں، بالخصوص دہلی، لاہور، بدایوں، سندھ، گجرات، بہار، لکھنؤ اور آگرہ وغیرہ شہروں میں بزرگانِ سلاسل طریقت میں سے متقدمین میں سے قریب قریب سب بزرگ محدّث ہوئے، خواجہ معین الدین اجمیری، بابا فرید گنج شکر، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شاہ مینا لکھنوی، خواجہ نظام الدین اولیاء، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، شیخ علاء الدین صابر کلیری، خواجہ گیسو دراز، شیخ جلال تھانیسری، خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ سلیم چشتی، شاہ عبدالقدوس گنگوہی، شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی، میرزا مظہر جان جاناں، شاہ محمد آفاق، مولانا فخر الدین چشتی اور شاہ غلام علی دہلوی غرض متقدمین میں سبھی حضرات صاحب علم حدیث تھے۔

(تاریخ الحدیث ص ۷۵ مطبوعہ مکتبہ معین الدین، لاہور)

(۳) اُصول حدیث کے ماہرین اور اکابر محدثین کی آراء اس سلسلے میں مختلف ہیں۔ فنِ حدیث میں کسی شخصیت کی اہمیت اور حیثیت کے تعین کے لیے کچھ القاب استعمال ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صبحی صالح (لبنانی) امام سیوطی علیہ الرحمہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ اس ضمن میں تین القاب زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ مسنِد ۲۔ محدّث ۳۔ حافظ

۱۔ مسنِد وہ شخص ہے جو اپنی سند سے روایت کرتا ہو۔ خواہ اسے اس حدیث کا پورا علم ہو یا نہ ہو۔ بلکہ وہ صرف روایت ہی کر رہا ہو۔

۲۔ محدث اس سے بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ محدّث وہ ہے جو اسانید و علل، اسماء الرّجال اور سند عالی و نازل سے آگاہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سی احادیث اس کو یاد ہوں۔ کتب صحاح ستہ، مسند احمد، سنن بیہقی اور معجم طبرانی کا سماع کر چکا ہو اور اجزاء حدیث میں سے ہزار جزء پر اس کا علم حاوی ہو۔

۳۔ حافظ کا مرتبہ ان دونوں سے ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے۔ احادیث کے متن و سند سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے۔ صحیح و ضعیف احادیث اسے ازبر ہوتی ہیں۔ اختلافات محدثین سے واقف ہوتا ہے۔ تمام جزئیات کو جانتا ہے۔ اپنے شیوخ اور ان کے شیوخ کے طبقات سے باخبر ہوتا ہے۔ جب مطلق حافظ کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد حافظ حدیث ہوتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حافظ وہ ہے جس کو کم از کم بیس ہزار حدیثیں یاد ہوں۔

(علوم الحدیث، ص ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۷ مترجم)

ائمہ حدیث میں سے اکثر لاکھوں احادیث کے حافظ ہوتے تھے۔ جن میں صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات شامل ہوتی تھیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

"مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث ازبر ہیں"۔

(علوم الحدیث، ص ۱۰۷)

(۴) البتہ اس طرزِ تشدید کے باوجود وہ [نواب صدیق حسن خان] شیخ کی خدمات "فی علم الحدیث" کے معترف ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں قلت علم حدیث کے اسباب کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"حتیٰ من اللہ تعالیٰ علی الھند بافاضۃ ھذا العلم علیٰ بعض علمائھا کالشیخ عبدالحق بن سیف الدین الترک الدھلوی المتوفی سنۃ اثنتین و خمسیان والف وامثالھم. وھو اوّل من جاء بہ فی ھذا الاقلیم و افاضہ، علیٰ سکانہ فی احسن تقویم ثم تصدی لہ ولدۂ الشیخ نور الحق المتوفی سنۃ ثلاث و سبعین والف ۰۰۰ الخ".

(الحطہ فی ذکر صحاح ستہ، ص ۱۶۱، اسلامی اکادمی، لاہور)

ترجمہ: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان فرمایا اور یہاں کے شیخ عبدالحق بن سیف الدین ترک دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اور ان جیسے دیگر علماء کو اس علم کے فروغ کا ذریعہ بنایا۔ اور وہ پہلے شخص ہیں جو اس (طرزِ تعلیم) کے ساتھ اس مملکت میں آئے اور اس کے مکینوں کو بطریقِ احسن فیض حدیث پہنچایا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔

(۵) ضعیف، سقیم اور موضوع روایات کی اصلیت سے آگاہی کے لیے حضرت شیخ کی اس کتاب کے علاوہ اکابر محدثین کی موضوعات کے حوالے سے تصنیف کردہ کتب کا مطالعہ کیا جانا ضروری ہے۔

سندالمحدثین حضرت شیخ الحافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وقد ثبت عن الامام احمد وغیرہ من الائمۃ: اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا، واذا روینا فی الفصائل تساھلنا

(القول المسدّد فی الذب عن المسند، ص ۱۱)

ترجمہ: "حضرت امام احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ دیگر محدثین سے ثابت ہے کہ جب ہم حلال وحرام سے متعلقہ احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت سے کام لیتے ہیں اور جب فضائل پر مبنی روایات ہوں تو تساہل اخیار کرتے ہیں۔

برصغیر پاک وہند کے نامور عالم، فقیہ اور محدث علامہ عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "الاثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ" میں رجب، شعبان اور دیگر مہینوں میں پڑھی جانے والی نفلی نمازوں کا غیر مسنون ہونا محدثین اور اکابر ائمہ کے ارشادات کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

رجب کی "صلوٰۃ الرغائب" اور دیگر وظائف کے حوالے سے لکھتے ہیں: "علامہ امام ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ تبییّن العجب مماورد فی فضل رجب" میں جانچ پڑتال کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ رجب اور اس کے روزوں کی فضیلت میں وارد روایات دو قسموں پر مشتمل ہیں ضعیف اور موضوع۔ ہم نے ضعیف اور موضوعات دونوں کی نشاندہی وضاحت سے کی ہے۔ (ص ۵۳، ۵۴)

صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں کہ اس کی مزید تفصیل کے لیے دیکھو "تحفۃ الجنائب بالنھی عن صلوٰۃ الرغائب" اور "البرق اللموع لکشف الحدیث الموضوع" یہ دونوں رسائل قطب الدین محمد الحضوی (متوفی ۸۹۴ھ) کے ہیں۔ الردالصائب علی مصلی الرغائب، مصنفہ ابراہیم المقدس اور "الترغیب عن صلوٰۃ الرغائب" مصنفہ خطیب جامع دمشق عبدالعزیز اور ان کے علاوہ دیگر فضلاء کے رسائل کی طرف بھی رجوع کرو۔ انتہی۔

حضرت شیخ محدث کے تبصرے پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"قلت ذکر لیلۃ الرغائب فی بھجۃ الاسرار وغیرہ لایثبت الافضلھا ۰۰۰ الخ".

ترجمہ: "میں کہتا ہوں کہ بھجۃ الاسرار میں لیلۃ الرغائب کا ذکر ہونا سوائے اس کی فضیلت کے ثبوت کے اور کچھ نہیں، اور اس سے انکار کیا ہی نہیں گیا، انکار تو ان روایات کا ہے کہ "صلوۃ الرغائب" جن کا سہارا لے کر ادا کی جاتی ہے۔ اور کسی حدیث کا غنیۃ الطالبین یا کتب صوفیہ میں پایا جانا اس کی صحت کی دلیل نہیں۔ حدیث "کشف رجال" نہیں بلکہ "نقد رجال" کی کسوٹی پر معتبر ٹھہرتی ہے۔ اور محدثین کی شدت اس معاملے میں بجا ہے۔ کیوں کہ جب وہ اس نماز کا اہتمام اور فروغ عوام و خواص میں ہوتا، دیکھتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ اسے خیرالانام علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد و عمل سمجھ کر کرتے ہیں تو ان پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے غلط اور غیر مستند ہونے کا چرچا کریں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو صوفیہ کرام کی کتابوں میں اس کا ذکر پا کر عوام و خواص غلط فہمی کا شکار ہو جائیں"۔

(الاثار المرفوعہ، ص ۲۷، مطبوعہ گوجرانوالہ)

(۶) مزید تفصیلات جاننے کے لیے حضرت شیخ کا مقدمہ مشکوۃ، نخبۃ الفکر تیسیر مصطلح الحدیث، اور حدیث کا درایتی معیار جیسی کتب کا مطالعہ اس سلسلے میں فائدہ مند ہے۔

ماخذ و مراجع

۱۔ مقدمہ مشکوۃ المصابیح (مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی)

۲۔ اشعۃ اللمعات مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

۳۔ شرح سفر السعادت مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

۴۔ اخبار الاخیار (مع المکاتیب والرسائل حاشیہ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

۵۔ ماثبت من السنۃ مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ)

۶۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی (ندوۃ المصنفین، دہلی)

۷۔ تاریخ الحدیث، عبدالصمد صارم الازہری (مکتبہ معین الادب، لاہور)

۸۔ علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت از محمد سعد صدیقی (شعبہ تحقیق قائداعظم لائبریری، لاہور)

۹۔ مآثر الکرام، میر غلام علی آزاد بلگرامی (دائرۃ المصنفین، کراچی)

۱۰۔ علوم الحدیث، ڈاکٹر صبحی صالح (لبنان) (مکتبہ کشمیر فیصل آباد)

(بقیہ ص ۵۰ پر ملاحظہ ہو)

مقالات و مضامین

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

تفسیر مُعینی کا اجمالی تعارف

[حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کے ایک شاگرد خواجہ معین الدین کشمیری (م ۱۰۸۵ھ) ☆ کی فارسی تفسیر القرآن کا مخطوطہ]

اگرچہ قرآن کریم کی تفسیر اور فارسی زبان میں ترجمہ کی شہرت الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے ترجمہ وحاشیہ سے ہوئی مگر تاریخ تفسیر وترجمہ دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت شاہ صاحب سے بھی پہلے فارسی زبان کو قرآنی ترجمہ وتفسیر کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ ذیل میں فارسی زبان کی تفسیر معینی کا مختصر سا تعارف درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ تفسیر معینی ۱۲x۶ انچ کاغذ کے ۶۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے میں جلی قلم کی ۲۵ سطور ہیں قرآنی آیات لال روشنائی سے اور ترجمہ وتفسیر کالی سیاہی سے زمانہ سابق کی طرح لکھی ہوئی ہیں حاشیہ سنہری لکیروں کا ہے سورتوں کا نام نیلگوں رنگ سے لکھے گئے ہیں اور سورتوں کے نام کے

☆ [خواجہ معین الدین کشمیری سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ خواجہ خاوند محمود بن ضیاء الدین معروف بہ حضرت ایشاں (م ۱۰۵۲ھ) کے فرزند تھے۔ آپ کا شمار مشائخ نقشبند اور فقہائے حنفی میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے حدیث، فقہ اور اُصول کی تعلیم پائی۔ مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر محمد سلیم اختر صاحب کا مقالہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا سلسلۂ تلامذہ" ملاحظہ ہو۔

مطبوعہ و مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، شمارہ مسلسل ۱۸۸، ۱۸۹۔ مارچ، جون ۱۹۷۲ء (ش الف)]

ساتھ صرف آیات کی تعداد لکھی گئی ہے۔ رکوع کا ذکر نہیں۔

۲۔ یہ تفسیر متوسط بیان پر مشتمل ہے ترجمہ آیات کے ساتھ ہی مختصر سی تفسیر کر دی گئی ہے اور کسی جگہ تفصیل سے بھی کام لیا گیا ہے۔

۳۔ اس تفسیر کے مؤلف خواجہ معین الدین ہیں، جن کے متعلق حدائق الحنفیہ یوں رقم طراز ہیں:

"خواجہ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی کاشمیر کے علماء کبار اور مشائخ نامدار میں سے اتباع شریعت و ترویج شریعت و ترفیع بدعت اور زہد و تقویٰ میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے تمام علماء و صلحاء وقت آپ کی تحریر و تقریر کو قبول کرتے اور نوادر و نوازل میں آپ کے پاس رجوع لاتے تھے۔ اور بڑے بڑے علماء کاشمیر مثلاً ملا محمد طاہر کشمیری خلف مولانا حیدر علامہ و ملا ابوالفتح کلو و ملا یوسف مدرس و مفتی محمد طاہر و مولانا عبدالغنی و مولانا مفتی شیخ احمد وغیرہ جو کاشمیر میں علم شریعت کا بلند کرتے تھے۔ آپ کے خط فرمان پر سر رکھتے اور احکام روایت و عدالت میں آپ سے فتویٰ طلب کرتے تھے آپ نے علماء وقت کی درخواست سے کتاب فتاویٰ نقشبندیہ اور کنز السعادۃ علوم شریعت و طریقت میں تصنیف کیں۔ اور ایک کتاب فارسی دلچسپ میں الموسوم برسالہ رضوانی دربارہ خوارق و کرامت والد بزرگوار تالیف کی وفات آپ کی ۱۰۸۵ھ میں ہوئی"۔

حدائق الحنفیہ میں اگرچہ خواجہ معین الدین کاشمیری کی مؤلفات میں تفسیر معینی کا ذکر نہیں۔ مگر تفسیر معینی کے دیباچہ میں مفسر مرحوم نے اپنی اس تفسیر کی ترتیب اور تالیف کو سب سے آخری بتایا ہے اس لیے ہوسکتا ہے یہ تفسیر زیادہ مشہور نہ ہوئی ہو۔ تفسیر کے دیباچہ میں ہے:

"چنانچہ درحق ایں فقیر منت نہادہ کہ درمیان سر، چہار سال در ترتیب دادن مصنفان شریفہ و رسائل فخیمہ توفیق داد و بانجام رسانید چنانکہ انتخاب کردن تمام کتاب صحیح بخاری مع اکثر کتاب صحیح مسلم و بعضی از کتاب جامع ترمذی

ایں است کہ ہر گہ سہ کتب صحیحہ را حذف اسانید کردہ در اختصار کردن از احادیث صحیحہ مکررہ سعی جمیل نمودہ شد و بعد از فراغ ازاں در تفسیر زبدۂ تفاسیر من جہد المعین جد واجتہاد نمودہ شد الحمد للہ والمنۃ کہ بآں تمتع یافتہ در علم فقہ کتابی گفتہ شد کہ جامع ہمہ فتاویٰ است وآں را فتاویٰ نقشبندیہ من خزائن فقہ المعینیہ نام نہادہ شد الخ تفسیر معینی ص ۳"۔

مفسرؒ نے اس تفسیر کے مقدمہ میں اپنے مرتبہ فتاویٰ نقشبندیہ کی تصریح فرمادی اور اسی طرح علم سلوک میں مرتبہ رسالہ کی بھی تصریح فرمادی۔ نیز مفسرؒ کی وفات کا سال ۱۰۸۵ھ ہے اور اس تفسیر کا سن تکمیل ۱۰۷۲ھ ہے۔

بہر کیف اس مخطوطہ کے متعلق یہ باور کرنے کا پورا جواز ہے کہ یہ تفسیر فتاویٰ نقشبندیہ کے مرتب فاضل معین الدین ہی کی مرتبہ ہے۔

یہ تفسیر تفاسیر سابقہ کا نچوڑ ہے جیسا کہ مفسر نے تمہید میں فرمایا:

"تفسیر خیر الکثیر کہ مستنبط است از کتب معتمدہ صحیحہ کہ تفسیر معالم التنزیل است وتفسیر مدارک وتفسیر زاہدی وجامع البیان قاضی بیضاوی وغیرہا۔ الخ"

یہ تفسیر اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں مرتب ہوئی جس کا ذکر مفسر نے مقدمے میں یوں فرمایا:

"ایں ہمہ توفیق فضائل وتکمیل مارب محض از آثار وعین انوار سلطنت سلطان وقت وبرہان ملت ۰۰۰ دیوان عظمت شاہ عالم گیر بہادر اورنگ زیب۔ الخ"۔

اس تفسیر کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پہلے اسم الٰہی سے استمداد کرتے ہوئے، ھُوَ المعین تحریر فرمایا، اپنے کلام منظوم میں اس تفسیر کو تفسیر معینی کا نام دینے کی وجہ یوں بیان فرمائی:

بحمد اللہ کہ یزدان جہاں دار — عطا کرد مرا فضلی بہ یکبار
نہ جہدی کردہ ام در پیش استاد — بشادی نبردہ ام رنج بسیار

بسا تصنیف از من گشت ظاہر ۔ بباطن داد حق توفیق ایں کار
فنادا کردم و شرح القرآن هم ۔ نمودم بہر خود یاران غمخوار
شدہ ایں شرح قرآن تابششماہ ۔ تمام از فیض عام رب غفار
نخستیں ابتدائش دررجب شد ۔ شد آخر در محرم نسخہ تیار
مرادر واقعہ ایں امرکردہ ۔ زحکم حق بزرگی در شب تار
بخوابم نام ایں تفسیر دادند ۔ بیادم ماند خود کردند بیدار

اشعار سطور بالا میں اس تفسیر کی ابتدائے تالیف اور تاریخ اختتام بھی بیان فرمادی اور ساتھ ہی اس کا نام معینی رکھنے کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ اگرچہ مفسر کا نام معین الدین ہے مگر تفسیر معینی کا یہ نام اشارہ غیبی سے تجویز ہوا۔ جس کا القاء مصنف کے دل ودماغ پر خواب میں ہوا۔ مؤلف کے والد ماجدؒ صوفی اور سالک تھے ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا نام معین الدین تجویز کرنے میں بھی تفاول تھا۔ جیسا کہ اسی تفسیر کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

''بندہ عرض کردم استعداد ندارم گفتند نفس مارا پاس دارد نام ترا معین نہادہ ایم دریں اسم خاصیت است''۔

اور یہی خواہش تفسیر کے مرتب کرنے کی وجہ ہوئی۔ فرمایا:

''بندہ دریں تفسیر معذور بودم الما مور معذور''۔

اس تفسیر کا طرزِ تحریر یوں ہے کہ آیت یا چند آیات کا ترجمہ کیا جاتا ہے اور پھر اس کی تفسیر و تاویل کی جاتی ہے جس میں زیادہ تر احکام القرآن کے طرز میں بحث کی جاتی ہے اور اس میں مفسر اپنی دوسری مصنفات کا حوالہ دیتے ہیں مثلاً فرمایا:

وَحَلَائِلُ اَبْنَاءِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ وحرام کردہ شدہ زنان پسران شما آں پسراں کہ از پشت شما اند بخلاف زن پسر خواندہ کہ آں حلال است...

مصنف شرح القرآن معینی آوردہ است در فتاویٰ نقشبندیہ وخزائن فقہ المعینیہ مسائل چند کہ ترجمہ اش اینست درنسب دوازدہ عورت است کہ نکاح آں حرام موید است الخ۔

تفسیر کے آخر میں یہ تحریر ثبت ہے:

قد وقع الفراغ من تصنیف شرح القرآن بعد ستۃ اشہر زید علیہ۔۔۔

وَسطَ یَومَ الثُّلثَاءَ مِنْ اَوَّلِ ۔۔۔ اَلسَّبعِینَ بَعدَ اَلفَ حَولِ حَولَ هَجرَة سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم الخ

فی الحال اسی قدر اجمالی تعارف پیش ہے ان شاءاللہ تفصیلی تبصرہ ☆ اس تفسیر پر عنقریب پیش کردیا جائے گا۔ واللہ الموافق۔

[بشکریہ "الرحیم" حیدرآباد سندھ، (مئی ۱۹۶۵ء، جلد۲، شمارہ ۱۱)]

☆☆☆

☆ یہ تفصیلی تبصرہ اب تک ہمارے علم میں نہیں آسکا، اگر کسی صاحب علم کی نظر میں ہو تو نشان دہی کی درخواست ہے۔

(ش۔الف)

شیخ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ کے طریقِ کار کا بنیادی فرق

(ایک سرسری جائزہ)

جائزہ نگار: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی

ترتیب و پیش کش: شاہ انجم بخاری

جائزہ نگار: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی

ترتیب و پیش کش: شاہ انجم بخاری

شیخ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ کے طریقِ کار کا بنیادی فرق

(ایک سرسری جائزہ)

ہندوستان میں شیخ عبدالحق اور شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ فخر حاصل ہے کہ شیوخ حرم کو بھی فہم معانی حدیث میں ان سے استفادے پر ناز ہے، اور اُنھوں نے نہایت فراخ دلی سے اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے۔

شیخ متقی (۱) رحمۃ اللہ علیہ کی ۰۰۰ ہدایات (۲) اور شیخ موصوف کی تصریحات (۳) پر غور کیا جائے تو

۱۔ شیخ عبدالوہاب متقی برہان پوری ثم المکی رحمۃ اللہ علیہ، مرشد و مربی حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو ''زاد المتقین'' اُردو ترجمہ ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، ناشر: الرحیم اکیڈمی اے /۷/ ۷۔ اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰۔ [شاہ انجم بخاری]

۲۔ ''شیخ عبدالوہاب متقی نے ان کو تصوف کی زبان میں گفتگو کرنے اور اس قسم کی کتابوں کے پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی، [آپ] فرماتے ہیں:

''اس بندے کو حقائق و اسرار پر کلام کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور یہ اس بات پر مامور ہے کہ حدیثوں کے درمیان

بقیہ اگلے صفحہ پر

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار اندازِ فکر اور طرزِ تصنیف میں جو بنیادی فرق ہے وہ بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ باتیں حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ شیخ موصوف کو تصوف کی زبان میں گفتگو کی اجازت نہیں اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر اس

آدابِ شریعت کے سوا کچھ نہ بیان کرے۔ ہمارے شیخ مولانا شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی حنفی نے جو وصیتیں لکھی ہیں اور فیض بخشیاں کی ہیں ان میں اس امر کی وصیت بھی ہے کہ حقائق و اسرار پر کلام نہ کیا جائے بلکہ خلقِ خدا کے واسطے معاملات سے متعلق باتوں کو بیان کیا جائے، اور ان باتوں کو بتایا جائے جن سے ان کو اپنے عیوب پر تنبیہ اور آگاہی ہو، اللہ ان سے راضی ہو، انھوں نے فرمایا باطن کو چھوڑ کر ظاہر پر اکتفا نہ کر بیٹھنا، فقیہ صوفی بنا صوفی فقیہ نہ بن جانا۔ نیز فرمایا کہ غزالیؒ کی کتابوں کے مطالعے میں منہمک رہنا جیسے کہ احیاء العلوم اور منہاج العابدین ہے نہ کہ کتاب نفخ، تسویہ اور مضنون بہ علی غیر اہلہ میں کتاب عین العلم کو اپنے پیشِ نظر رکھنا، یہ شیخ کی اصل عبارت کے الفاظ ہیں۔ شیخ موصوف نے اس امر کی بھی وصیت فرمائی کہ دین وملت کے صرف انھی ابواب میں کلام کرنا جن سے دین کی ترویج، شریعت کی تجدید، عقائد دین اور احکام سنت کی حفاظت ہوتی ہو دائرہ اعتدال اور مقام احتیاط و استقامت سے باہر قدم نہ رکھنا اور وجودیوں کے اشارات اور باطنیوں کی تاویلات میں نہ پڑنا، جن سے حسرت وندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

شیخ متقیؒ نے تصوف کی کتابوں کے مطالعے کی اجازت دی تو یہ تاکید بھی کردی کہ صوفیہ کے خلافِ شرع باتوں میں اگر تطبیق نہ دے سکو تو سکوت اختیار کر لینا، فرماتے ہیں:

اگر تم مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کرو اور ان سے استفادہ کرو تو بہتر اور قابلِ مبارکباد ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے مبہم اور شک میں ڈالنے والی باتوں میں نہ پڑنا اور یہ بھی فرمایا کہ پھر اگر تم یہ دیکھو کہ اہلِ طریقت کے کچھ کلمات ظاہر شریعت کے خلاف ہیں تو ان کی تردید کی صورت یہ ہے کہ کبھی تو ان بزرگوں کی طرف ان کلمات کی نسبت سے ہی انکار کر دو اور کبھی ان کی تاویل کرلو، اور ظاہر شریعت و دینِ حق سے ان کی مطابقت بیان کر دو پھر اگر تطبیق و تاویل بآسانی نہ کر سکو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں سکوت و خاموشی اختیار کرلو۔ (بحوالہ ''فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ'' ص ۲۴۔۲۳)۔

۳۔ شیخ عبدالحقؒ نے مرشد متقیؒ کی ان ہدایات پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ موصوف تذکرۂ مصنفین دہلی (مطبع تاریخ، حیدرآباد دکن ۱۹۳۰ء، ص ۲۲) میں رقم طراز ہیں:

''الحمدللہ کہ گفتگو میں تو راہِ شریعت سے باہر نہیں نکلا اور عنان کار نفس وہوا کے ہاتھ میں نہیں دی اگر کبھی غلبہ حال اور وقتی خوشی کی بنا پر میری طرف سے جوش اور ہیجان کا ظہور بھی ہوا اور مستی اور سرشاری نے زور مارا تو نصرتِ باری، توفیق ایزدی اور تائید حق، سختی و نرمی سے مجھ کو اس بھنور سے نکال کر راہِ راست پر لے آئی اور طریق مستقیم پر رواں دواں کر دیا۔ یہ وصیت جو مشائخ نے تیرے لیے لکھ دی کہ حقائق و سرار میں گفتگو نہ

بقیہ حاشیہ ۳۔ اگلے صفحہ پر

باب میں کوئی قدغن نہیں۔

۲۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جمہور اُمّت کے مسلک سے سرِ موانحراف روانہیں رکھتے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے افکار میں کہیں کہیں منفرد بھی نظر آتے ہیں۔

۳۔ شیخ موصوف وسعتِ نظر میں فائق ہیں تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دقّتِ نظر میں ممتاز ہیں۔

۴۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محقق ہیں اور شاہ ولی اللہ مُفکِرّ ہیں، شاہ صاحب موصوف کی نظر ہمہ گیر اور افکار کا دائرہ نہایت وسیع ہے باایں ہمہ فضل وکمال شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات کتبِ حدیث ☆ کی بحث میں بالغ نظری کا ثبوت نہیں دیا، ان کا دائرہ فکر اس باب میں محدود ہو گیا ہے کیونکہ وہ طبقاتِ کتب حدیث کی بحث میں شیخ ابن الصلاح جیسے خوش عقیدہ، تنگ نظر، متعصب مقلد کے تابع نظر آتے ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں ان کی طبع

کرنا بلکہ لوگوں کو علم معاملات بتانا اور ان باتوں کو بیان کرنا جن سے وہ اپنے عیوب پر آگاہ ہوں، بجالایا۔ کلام کو ایہام، ابہام، شطحیات (خلاف شرع باتوں) سے پاک رکھا اور کشف وکرامات کے اظہار میں صوفیوں کی طرح لاف زنی نہیں کی۔ حقائق وجود، حقیقت ذات حق اور صفات حق تعالیٰ کے بیان میں بیبا کی وگستاخی نہیں کی اور دائرۂ بندگی سے باہر نہیں گیا جب کہ دوسرے، مقام عزت جناب رسالتمآب ﷺ اور کمال اتباع، احوال شریف سے آراستگی اور صفات رسول خدا ﷺ سے متصف ہونے کا دعویٰ کر چکے ہیں تو دائرۂ ادب سے باہر نہیں نکلا۰۰۰ زبان طعن اور بزرگوں اور دوستوں کی تنقیص سے تو نے اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ دیانت واحتیاط کی راہ سے پاؤں نہیں کھینچا اور گستاخی ومخالفت کے بھنور میں نہیں پھنسا۔ اور اگر فضلاء وشعراء نے اصناف سخن اور بادشاہ اور امیروں کی تعریف میں دفتر کے دفتر اور دیوان کے دیوان یادگار چھوڑے اور عشق بازی مجازی کے اطوار نظم کیے ہیں داستاں سرائی اور قصہ پردازی کر کے بیہودہ گوئی کی ہے اور لہو ولعب میں پڑے ہیں تو تو نے علوم شریعت میں کتابیں لکھی ہیں کتاب اللہ کی تفسیر کی ہے احادیث رسول اللہ ﷺ کی شرحیں لکھی ہیں انبیاء واولیاء کی نعت ومنقبت اور ان کے حالات ومقامات اور حکایتیں مرتب کی ہیں، راہِ راست اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی ہے ہوائے نفسانی اور ضلالت وگمراہی میں نہیں پڑا ہے انشاء اللہ دارِ آخرت میں نوشتہ کو اصحاب الیمین کی طرح فرشتے تیرے دائیں ہاتھ میں دیں گے اور کتاب الابرار کے پڑھنے کا جو علیین سے عبارت ہے حکم کریں گے اس وقت معلوم ہوگا کہ کیا تو نے پڑھا اور کیا لکھا ہے۔

☆ [طبقاتِ کتب حدیث کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''عجالۂ نافعہ'' کا اُردو ترجمہ ''فوائد جامع'' (مترجم ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی) ص ۳۴ تا ۳۸۔ شاہ انجم بخاری]

وقاد نے اس بحث میں بھی جدّتِ فکر کا مظاہرہ کیا کہ اس موضوع پر بالکل نرالے انداز میں بحث کا آغاز کیا ہے جس سے گمان بھی نہیں ہوتا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر میں شیخ ابن الصلاح کی اقتدا کی ہوگی لیکن غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے (ہم نے ایک جداگانہ مقالے میں جس کا نام ''تاریخِ طبقات کتبِ حدیث اور شاہ ولی اللہ کا نظریۂ طبقات کتب حدیث تنقید کی روشنی میں ہے''، اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے اور یہاں اشاروں پر اکتفا کیا ہے جس سے اربابِ نظر کی بآسانی حقیقت تک رسائی ہو سکتی ہے) کیونکہ دونوں نے رجالِ سند اور اُصولِ نقد کو نظر انداز کر کے مدارِ صحت کتابوں کو قرار دیا ہے اور تعارض کے موقعے پر انھی کتابوں کی حدیثوں کو قابلِ ترجیح ٹھہرایا ہے، یہ بات متقدمین ومتاخرین محدثین کے مسلک ہی کے خلاف نہیں بلکہ مسلمہ اُصول روایت ودرایت کے بھی خلاف ہے۔

اس کے برعکس شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی روش اس باب میں مقلدانہ نہیں محققانہ ہے کیوں کہ انھوں نے محقق ابن ہمام کی طرح مدارِ صحتِ حدیث کتابوں کو قرار نہیں دیا بلکہ صحتِ حدیث کا مدار رجال سند اور اُصولِ نقد پر رکھا ہے۔ چنانچہ موصوف المنہج القویم فی شرح الصراط المستقیم (۱)

۱۔ سفر السعادہ فی ذکر تاریخ الرسول قبل نزول الوحی وبعدہ، جو صراطِ مستقیم کے نام سے بھی مشہور ہے، علامہ مجد الدین فیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ کی تالیف ہے اور رسالت مآب ﷺ کے معمولات، عادات، اعمال اور اخلاق کی حدیثوں کا مختصر ومفید مجموعہ ہے۔

علامہ فیروز آبادی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ظاہری واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اکثر مواقع پر اس کتاب میں ان حدیثوں کو بیان کرنے سے گریز کیا ہے جن پر مجتہدین امّت کا عمل ہے اور زیادہ تر ایسی حدیثیں نقل کر دی ہیں جو ائمہ مجتہدین کے یہاں معمول بہا نہیں لہٰذا ایسی صورت میں ایک قاری کے ذہن پر اس کتاب کے مطالعے سے جو اثر ہوگا وہ ظاہر ہے، مزید برآں آخر کتاب میں احادیث موضوعہ کے عنوان سے ایک باب کا اضافہ کر کے ابن جوزی وغیرہ جیسے متشدد محدثین کی طرح صحیح حدیثوں کو بھی موضوع کہہ دیا جس سے عوام کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے کا قوی احتمال ہو گیا تھا، انھی وجوہ سے شیخ کو اس کی شرح لکھنے کا خیال ہوا۔ اور موصوف نے فارسی میں مبسوط شرح لکھ کر مصنف کے پیدا کردہ تمام شبہات کا ازالہ کر دیا۔

شیخ موصوف نے شروع میں ایک نہایت محققانہ اور مبسوط مقدمہ لکھا ہے اور سچ بات یہ ہے کہ یہی مقدمہ اس کتاب کی جان

بقیہ حاشیہ ۱۔ اگلے صفحہ پر

(افضل المطابع کلکتہ ۱۲۵۲ھ، ص ۱۸) میں فرماتے ہیں:

''یہ ترتیب جو محدثین نے صحت احادیث اور صحیح بخاری و مسلم کے مقدم رکھنے میں ملحوظ رکھی ہے زبردستی کی بات ہے۔ اس میں کسی کی پیروی جائز نہیں کیوں کہ صحیح اور صحیح تر ہونے کا دارومدار راویوں کا ان شروط پر پورا اُترنا ہے جن کا بخاری و مسلم نے بھی اعتبار کیا ہے اور جب وہی شروط ان دونوں کتابوں کے علاوہ کسی اور حدیث کے راویوں میں بھی پائی جائیں تو پھر انھی دو کتابوں کی حدیث کو صحیح تر کہنا زبردستی نہیں اور ناقابلِ قبول بات کو منوانا نہیں تو کیا ہے؟ اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بخاری و مسلم کے کسی مخصوص راوی میں ان شروط کے جمع ہو جانے کا حکم کرنے سے اس پر جزم و یقین نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حکم واقع اور حقیقت کے مطابق ہی ہے کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ واقع اس کے خلاف ہو لہٰذا ان کے حکم صحت پر دلیل قطعی کا پایا جانا اور اس پر جزم و یقین کرنا محلِ نظر ہے۔ یہ بات تحقیق سے معلوم ہے کہ مسلم نے اپنی کتاب میں بہت سے ایسے راویوں سے روایت کی ہے

ہے۔ یہ مقدمہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مصطلحاتِ حدیث کو بتایا اور اربابِ صحاح ستہ کا تذکرہ کیا ہے۔ تحقیق و تنقید کے اُصول کو بیان کیا اور مذہبِ حنفی پر جو اعتراض کیے جاتے ہیں اُن کی حقیقت کو واضح کیا نیز اُصول مطابقت کو سمجھایا ہے اور دوسرے باب میں آئمہ مجتہدین کا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ موصوف نے یہ شرح لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ ائمہ مجتہدین کا مسلک احادیث کے خلاف نہیں اور حنفی مسلک پر احادیث سے بعد کا الزام غلط ہے۔ یہ کتاب ۱۰۱۶ھ میں جب شیخ کی عمر ۵۸ سال کی تھی پایۂ تکمیل کو پہنچی...

یہ کتاب بھی شیخ عبدالحق کے تبحر علمی کی شاہد عدل ہے۔ سفر السعادہ کے چونکہ دو نام تھے اس لیے اس کی شرح بھی دو ناموں ایک ''طریق الافادہ فی شرح سفر السعادہ'' اور دوسرے ''الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم'' سے موسوم ہے۔ یہ شرح سب سے پہلے افضل المطابع کلکتہ سے ۱۲۵۲ھ میں ٹائپ کے اندر بڑی تقطیع کے سات سو بیس (۷۲۰) صفحات پر شائع ہوئی تھی ۱۰۰۰ اس کے بعد مطبع نول کشور لکھنؤ سے تین مرتبہ شائع ہوئی پہلے ۱۸۷۱ء میں پھر ۱۸۸۵ء میں اور اس کے بعد ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور اب بہت کم یاب ہے، اس کو پھر شائع کرنے کی ضرورت ہے''۔ ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی ایضاً ص ۴۵۔۴۷

[۱۹۷۸ء میں جناب محفوظ احمد قادری نے مکتبۂ نوریہ رضویہ سکھر سے ''شرح سفر السعادت'' کی عکسی اشاعت فرمائی تھی۔ یہ اشاعت ۱۹۰۳ء کے مطبوعہ نسخے کا عکس ہے۔ آج اس کی کم یابی کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے مطالبے کو دہرائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ''اب بہت کم یاب ہے اس کو پھر شائع کرنے کی ضرورت ہے''۔ احقر شاہ انجم بخاری عفی عنہ]

جو جرح وقدح سے نہیں بچ سکے ہیں او، ای طرح بخاری میں راویوں کی ایک جماعت ایسی ہے جس پر کلام ہوا ہے لہٰذا راویوں کے معاملے میں مدارِ کار علماء کے اجتہاد اور ان کی صوابدید پر ہوگا اور اسی طرح شروط صحت، حسن وضعف کا حال ہے یہاں تک کہ کسی نے کسی شرط کا اعتبار کیا ہے اور کسی نے اسی شرط کو لغو قرار دیا ہے اب وہ جس کو دوسرے نے روایت کیا ہے اور وہ ان شروط سے خالی ہے (جس کا پہلے نے اعتبار کیا ہے) تو اس روایت کا معارضہ اس حدیث کے ساتھ جو ان شروط پر مشتمل ہے کافی ہوگا اور ایسا ہی اس شخص کے حق میں ہے جس نے کسی راوی کو ضعیف قرار دیا اور اسی راوی کو دوسرے نے معتبر ٹھہرایا، ہاں جو مجتہد نہیں ہے اور جس نے بذاتِ خود راوی کے معاملے کو جانچا اور پرکھا نہیں ہے اس کا دل ان اُصول کی تقلید کر کے جو محدثین نے متعین کیے ہیں اور جن پر اکثر محدثین کا اتفاق ہے مطمئن ہو جاتا ہے لیکن مجتہد کا معاملہ اور اس صاحبِ علم کا معاملہ جو خود راوی کو جانچ اور پرکھ سکتا ہے وہ اس کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہے لہٰذا یہ جائز ہے کہ ان کے نزدیک غیر صحیحین کی ایک حدیث ایسی صحیح ہو جو صحیحین کی حدیث کا مقابلہ کر سکے یا ان پر قابلِ ترجیح قرار پائے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آئمہ مجتہدین واکابر سلف کی تصحیح وتنقید پر اعتبار اور مدار ہے، جب انھوں نے کسی حدیث کو قبول کر لیا اور قابلِ عمل قرار دیا تو مشہور علماء محدثین کی تقلید کر کے ان پر اعتراض کرنا اور ان کی بات کو تسلیم نہ کرنا درست نہ ہوگا اور اس جماعت فقہاء کے حکم لگانے کے باوجود محدثین کی بات کو لازمی سمجھنا اور یقینی کہنا زبردستی کی بات ہے اور یہ بحث فقہاء کے محدثین کے ساتھ معارضہ سے تعلق رکھتی ہے، محدثین وہ ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن فقہاء لو اس بحث میں کلام کی بڑی گنجائش ہے، اسی دلیل سے جس کو اُوپر بیان کیا ہے یہ بات بڑی مفید اور نافع ہے"۔

اور آگے لکھتے ہیں:

''صحیح حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منحصر نہیں ہیں کیوں کہ بخاریؒ و مسلمؒ نے تو ان ساری صحیح حدیثوں کا جو ان کے پاس ان کی شرط کے مطابق موجود تھیں احاطہ نہیں کیا ہے اور صحیح حدیثوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ان میں سے ہر ایک نے تمام صحاح کے احاطہ واستیعاب نہ کرنے کا صاف صاف اقرار کیا ہے''۔

اس امر کا جواب دیتے ہوئے کہ حنفی مذہب کا دارومدار زیادہ تر عقلی دلائل پر ہے اور نقلی دلائل سے اس کا گہرا تعلق نہیں ہے، تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ امام شافعیؒ کا مذہب احادیث کے مطابق ہے، طریقہ اقتداء واتباع سنت کا لحاظ ان کے مذہب میں زیادہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب رائے واجتہاد پر مبنی ہے اور احادیث کے خلاف ہے یہ بات سراسر غلط اور تمام تر نادانی ہے۔

بعض لوگوں کے اس شبہ میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ چند شافعی مسلک محدثین نے اپنی مؤلفات میں جیسے مصابیح ومشکوٰۃ اور اس کی مانند کتابوں میں اپنے مذہب کے دلائل کو تلاش وجستجو کے بعد یکجا کردیا اور مذہب حنفی کی مؤید حدیثوں پر جرح وقدح کردی یہ کام بغیر تعصب کے نہیں ہوا ان میں سے بیشتر نے حنفیہ کے ساتھ تعصب برتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے درگذر فرمائے۔

حنفیہ کی جو کتابیں دیارِ عرب میں مشہور ہیں اگر ان پر نظر ڈالی جائے تو حقیقت حال واضح ہوجائے۔

حقیقت میں حنفی مذہب معقول ومنقول کا جامع ہے، بیشتر حالات اور اکثر اوقات میں امام اعظمؒ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ موصوف تفہیم مسائل اور بیان مذہب میں عام مخلوق کی طبائع کی رعایت کا خیال فرماتے ہوئے کہ وہ معقول ومنقول کی مطابقت کی خواہاں ہیں اور نقل کی تائید عقل سے چاہتی ہیں عقلی

دلیل پر اکتفا فرماتے تھے اور محض طبائع کی تسلی وتشفی کی خاطر کشفِ حقیقت اور تحقیق جن میں دلیل عقلی پیش کرنے کی سعی کرتے تھے ورنہ اصل استدلال اور دلیل ان کی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اقوالِ سلف سے ہوتی ہے، امام موصوف کی کیا مجال تھی کہ وہ کتاب اللہ سنتِ رسول اللہ اور اجماع سے رجوع کئے بغیر قیاس کرتے حالانکہ قیاس پر عمل کرنے کی شرط ہی ان اُصول مذکورہ کا نہ پایا جانا ہے جیسا کہ اُصولِ فقہ حنفی کی کتابوں میں مذکور ہے اور ان کے یہ عقلی دلائل حقیقت میں بعض حدیثوں کی بعض پر ترجیح وتائید کے لئے ہیں کیوں کہ وہ قیاس کے خاص مطابقت رکھتے ہیں، جو احادیث قیاس کے مطابق ہیں وہ یقیناً قابلِ ترجیح ہیں جیسا کہ اُصول فقہ میں ثابت کیا ہے، ایسا نہیں ہے کہ نص کے مقابلہ میں قیاس کیا ہو، پھر یہ بات بھی ہے کہ احادیث کی صحت وضعف کا حکم بھی زمانہ متاخرین متقدم کے برعکس ہوا ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ان کے یہاں راویوں میں شرائط صحت وقبول کے پائے جانے کی وجہ سے جو ان کے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں، صحیح ہو پھر اس کے بعد دوسرے راویوں کی وجہ سے جو ان کے بعد آئے ہیں ضعف پیدا ہوگیا تو اب متاخرین محدثین کے کسی حدیث کو ضعیف کہہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مثلاً امام اعظمؒ کے زمانے میں بھی ضعیف ہو، یہ ظاہر بات ہے۔

اور وہ بات جو بعض محققین نے کہی ہے بڑے اطمینان کا موجب ہوسکتی ہے کہ تواتر وشہرت کا حکم صدر اول میں معتبر ہے ورنہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جو صدر اول میں خبر واحد کے حکم میں تھیں اور صدر اول کے بعد علم حدیث کی اشاعت طالبان حدیث وجامعین حدیث کی کثرت کی وجہ سے جو ان کے بعد پیدا ہوئے ہیں ایک حدیث کی بہت سی سندیں ہوگئیں اور وہ شہرت کے مرتبہ کو پہنچ گئی ہیں۔

☆☆☆

(فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ سے اقتباس)

ڈاکٹر محمد سلیم اختر☆

حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی اور مشائخِ حرمین شریفین

حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی کن اسباب وعلل کی بناء پر، اور اور کن حالات میں ہندوستان سے دل برداشتہ ہوکر، عازمِ حرمینِ شریفین ہوئے، اس کا تذکرہ ہم اپنے بعض دوسرے مقالات[۱] میں قبل ازیں کر چکے ہیں۔ قرینہ بتاتا ہے کہ آپ رمضان المبارک ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء سے قبل مکہ معظّمہ پہنچ گئے تھے۔ اس وقت آپ پر عبادت وریاضت کے جذبے کا غلبہ تھا، اور طبیعت درس و تدریس، بحث ومباحثہ اور ابنائے روزگار سے میل جول کی طرف چنداں راغب نہ تھی۔ بااین ہمہ آپ نے علم شریف حدیث کی خدمت کے لیے کمر ہمت باندھی اور تیمن وتبرک کے طور مختلف علمائے محدثین کی خدمت میں حاضر ہوکر کسبِ فیض کا سلسلہ شروع کردیا۔ اسی دوران میں آپ کی ملاقات

☆ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ، سنٹر آف ایکسیلینس، قائداعظم، یونیورسٹی، اسلام آباد

۱۔ محمد سلیم اختر ''اکبری دور شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی کی نگارشات کے آئینہ میں''، ماہنامہ فکرونظر (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد) جلد۱۱ (۱۹۷۴ء) شمارہ ۱۱، ص ۶۸۱۔۶۶۴

Akhter, MUhammad's., "An Intorduction to the life and works of Sheikh Abdul Haqq Mohaddith Dehlawi", The Muslim world (The Hertford Seminery foundation, Connecticut, USA) Vol.LXVL, No.1/20 (In press).

حضرت شیخ علی متقی (متوفی ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء) کے خلیفہ راستین حضرت شیخ عبدالوہاب متقی سے ہوگئی اور پھر آپ جتنا عرصہ حرمینِ شریفین میں رہے، ان کی سرپرستی و رہنمائی سے مستفیض ہوتے رہے:

بکویِ عشق منہ بی دلیل راہ قدم

کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد (حافظ)

شیخین متقی کی علمی ثقاہت اور حضرت مُحدّث دہلوی کی ان سے بے پناہ ارادت، خود ایک الگ داستان ہے اور جداگانہ مقال کی متقاضی۔ شیخ علی متقی تو حضرت مُحدّث کے مکہ معظمہ پہنچنے سے برسوں قبل خالقِ حقیقی سے جاملے تھے لیکن آپ کے شاگردِ رشید شیخ عبدالوہاب متقی نے برصغیر پاک و ہند کے اس ہونہار فرزند کے باطنی محاسن کے نکھارنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور جب آپ کا دامن کمال کے پھولوں سے لبریز ہوگیا تو آپ کو ہندوستان جانے پر مامور کیا۔ سطور ذیل میں ہم حضرت شیخ عبدالوہاب متقی سمیت، ان مشائخِ حرمین کا تعارف کرائیں گے جن سے قیام حجاز کے دوران یا بعد میں حضرت مُحدّث دہلوی کو ملنے اور مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ ان بزرگوں کے حالات حضرت مُحدّث کی ذاتی تصنیف ''زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین'' سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی ☆ اور اس کے قلمی نسخے برصغیر سمیت دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ کتاب راقم کے زیر تصحیح و تعلیق ہے، اور مقالہ ہذا کی ترتیب میں اسلامیہ کالج پشاور کے نسخے کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

۱۔ شیخ عبدالوہاب المتقی الشاذلی القادری

آپ ۹۴۳ھ/ ۳۷-۱۵۳۶ء بمقام مانڈو پیدا ہوئے۔ والد ماجد شیخ ولی اللہ اکابرین شہر میں سے تھے۔ آپ کی ولادت کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ نقل مکان کر کے برہان پور چلے آئے۔ نئے شہر میں آباد ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ آپ نے داعیِ حق کو لبیک کہا اور شیخ عبدالوہاب یتیم رہ

☆ [زیر نظر مضمون دسمبر ۱۹۷۸ء سے قبل تحریر کیا گیا تھا، اس وقت تک یہ کتاب طبع نہیں ہوئی تھی، لیکن نومبر ۱۹۹۸ء میں الرحیم اکیڈمی کراچی سے جناب ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی کا اُردو ترجمہ طبع ہوگیا ہے۔ الصداق (۲۰۰۲ء-۲۰۰۱)، شمارہ ۶-۵ میں اس ترجمے کا تعارف اور اس پر تبصرہ شایع ہوچکا ہے۔ شاہ انجم بخاری]

گئے۔اب لے دے کے ایک والدہ کا سہارا تھا لیکن وہ بھی دیر پا ثابت نہ ہوا۔دنیا کی یہ بے ثباتی و ناپائیداری آپ کی طبع حساس کے لیے اکسیر ثابت ہوئی۔آپ نے جملہ مایملکات سے منہ پھیرا اور بغرض سیاحت وصحرانوردی گھر سے نکل پڑے۔ گجرات، نواح دکن، سیلون، سراندیپ میں پھرتے پھراتے کئی اہل اللہ کی خدمت میں پہنچے۔سن مبارک بیس سے بھی کم تھا کہ مکہ معظّمہ آنا ہوا، یہاں شیخ علی متقی سے جنھیں آپ کے والد ماجد سے سابقۂ آشنائی حاصل تھا، ملاقات ہوئی۔موصوف نے آپ کو اپنے وابستگانِ صحبت میں شامل کرلیا اور دن رات آپ کی تربیت کرنے لگے۔ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ شیخ علی اکثر فرماتے کہ راہِ خدا میں ایک ہی دوست اور بھائی ملا اور وہ شیخ عبدالوہاب ہیں۔یہی نہیں بلکہ فرماتے''جز ومنست بلکہ عین منست''۔آپ مجموعی طور پر بارہ برس تک اپنے مرشد و مربی کی خدمت میں رہے۔۱۰۰۳ھ میں جب کہ حضرت مُحدّث ''زادالمتقین'' کی تالیف میں مشغول تھے، آپ کی عمر چھیاسٹھ برس تھی اور اس وقت آپ کو مکہ معظّمہ میں وارد ہوئے چھیالیس برس بیت چکے تھے۔اس عرصے میں آپ نے اتنی ہی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

شیخ عبدالوہاب فقرا اور درویش کا بڑا خیال رکھتے اور حتی الوسع ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے دیتے۔حضرتِ مُحدّث آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مکہ معظّمہ میں ہندوستانی مسافرین کی پشت پناہ آپ ہی کی ذات تھی۔یوں تو آپ سب لوگوں کی رفاہ میں دلچسپی لیتے لیکن ان لوگوں کے لیے جن کا ارادہ آنحضرت ﷺ کے روضہ طیبہ کی زیارت کا ہوتا، آپ سامانِ سفر کی فراہمی میں خاص طور پر مدد فرماتے۔

حضرت مُحدّث آپ سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سالہا سال سے میں یہ دعا مانگ رہا تھا کہ اے بارالٰہا! اپنے بندگانِ مقرب میں سے میری کسی سے ملاقات کرادے، اس تک میری رہنمائی فرما اور اس تک رسائی کا طریقہ مجھے سکھادے! میری دعا قبول ہوئی، چونکہ مکہ معظّمہ میں میری ملاقات ایسے شخص سے ہوئی جس کا شمار اس راہ کے کامل اشخاص اور اس درگاہ تک پہنچے ہوئے افراد میں ہوتا ہے۔وہ شرابِ معرفت جو دوسرے مقربین کے حصے میں

آتی تھی، آپ بھی اس سے بہرہ ور تھے، آپ نے مجھ پر رحم کیا اور توجہ فرمائی اور اس طریقہ سے جو میری استعداد کے مطابق تھا، راہِ حق پر میری راہنمائی کی اور میری تربیت کرتے رہے اور وہ ہیں شیخ کامل، عارف باللہ عبدالوہاب بن ولی الدین قادری الشاذلی المتقی ۔ان کے وفور علم، قوتِ عمل، متانت قول، عظمتِ خلق، صحتِ حال، کمال متابعت اور معراج استقامت کے متعلق جو کچھ میں نے دیکھا، اور ان کے ابتدائی حالات، سفر و سیاحت، ریاضت و مجاہدہ اور کرامات کی بابت جو کچھ لوگوں سے سنا، وہ ان کے ولی ہونے کی بین دلیل ہے اور اہلِ شہر سب کے سب آپ کے علوِ مرتبت اور رفعتِ شان پر متفق ہیں، خصوصاً مشائخ یمن اور اس شہر کے فقرا۔ سب لوگ جنھوں نے آپ کو دیکھا ہے یا نہیں بھی دیکھا، آپ کی تعظیم کرتے ہیں اور آپ سے ملاقات کو تبرک سمجھتے ہیں اور اپنے مریدوں کو آپ کی صحبت تک دست یابی کی تلقین کرتے ہیں اور انھوں نے غائبانہ طور پر اہلِ حرمین شریفین کو لکھا ہے اور اطلاع دی ہے کہ آپ ولی عصر اور قطب وقت ہیں اور کہتے ہیں کہ هو على قدم الشيخ ابى العباس االمرسی اور بعض مشائخ یمن نے آپ کے حالات کی تعریف میں اہلِ حرمین کو لکھا کہ اے اہلِ حرمین! تمھارے درمیان ہندوستان کی شمعِ روشن موجود ہے اس سے روشنی حاصل کرنا تم پر فرض ہے۔

حضرت مُحدّث جب ایک طویل عرصے تک اِس ہادی طریقت کی نظر فیض اثر میں رہ کر ظاہری و باطنی کمالات سے بہرہ ور ہو چکے تو شیخ نے آپ کو مختلف اجازت ناموں سے نوازا، جن میں صحاح ستہ، مصنفات شیخ جلال الدین سیوطی، مولفات شیخ علی متقی اور شیخ ابوالحسن بکری اور ان کے صاحبزادے شیخ محمد بکری کی تصنیفات وغیرہ کی تدریس و روایت کی اجازت شامل تھی اور پھر آپ کو واپس ہندوستان جانے پر مامور و مکلّف کیا۔ شوال ۹۹۹ھ/۱۵۹۱ء میں آپ عازمِ وطن ہوئے۔ رخصت کرتے وقت شیخ متقی نے آپ کو پیراہن خاص عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا خرقہ ہے۔ دعائے وداع پڑھی اور فرمایا: ''بیکار نباشید و از یں جانب امداد و انوار ان شاء اللہ تعالیٰ متوالی خواہد بود''۔ اور حضرت مُحدّث ابھی جدہ ہی میں تھے کہ آپ کے لیے ''خریطۂ متقیہ'' جو کئی سال تک آپ کے ذاتی استعمال میں رہ چکا تھا، ارسال کیا:

میروی و در رکابت میرود جانِ ہمام

فی امان اللہ فاللہ خیرٌ حافظا

۲۔ شیخ زین العابدین مصری

آپ مکہ معظمہ کے مشہور فقیہ و عالم دین شیخ محمد بکری (متوفی ۹۹۱ھ) کے خلیفہ اور جانشین حقیقی تھے۔ علم تصوف میں آپ کو بڑا تبحر حاصل تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ سے جو سوال بھی کیا جاتا آپ اس کا شافی و کافی جواب دیتے۔ علم حدیث و تفسیر میں بھی کاملانِ روزگار میں سے تھے۔ اسی طرح دیگر علوم عربیت، اور معانی و بیان میں بھی آپ کو پوری دسترس حاصل تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ کو حقائق معارف کے بیان اور دقائق و رموز علمی کے حل کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اگرچہ حرمین شریفین کے دوسرے لوگ خصوصاً علمائے مصر بھی وعظ و تذکیر کی مجالس برپا کرتے لیکن جو آب و تاب اور حالت و ذوق آپ کی مجلس میں دکھائی دیتے، ان کی نوعیت ہی کچھ اور ہوتی۔ شیخ مُحدّث کا بیان ہے کہ زبان کی جو روانی اور بیان کی جو فصاحت آپ کی مجلس میں دکھائی دیتی ہے، اگر بلا کسی سابقہ ممارست اور اعتبار کے ہو تو بیشک خوارقِ عادات میں سے ہے اور اگر ممارست ہی کا نتیجہ ہو، تو بھی آپ کے فضل و امتیاز کا نشان ہے۔ وعظ و تذکیر کے بعد آپ جب دعا و مناجات کے لیے ہاتھ بلند کرتے تو حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ خود شیخ کو بھی اپنا ہوش نہ رہتا، آپ عالم شوق میں کھو جاتے اور دہن مبارک جھاگ سے پر ہو جاتا لیکن ان سب چیزوں کے باوجود، سلسلۂ کلام اس خوبی سے جاری رہتا گویا ساری باتیں آپ کے منہ سے بے اختیار نکلتی جا رہی ہوں۔

ایک دن صبح کے وقت آپ کی مجلس شروع ہونے والی تھی، حاضرین کی تعداد میں ہر لحظہ اضافہ ہو رہا تھا، سامعین ہمہ تن انتظار تھے۔ اتنے میں بارش شروع ہو گئی اور آپ تشریف نہ لا سکے۔ حضرت مُحدّث کو آپ کے ساتھ جو محرمیت کی نسبت حاصل تھی، اس کی بنا پر جرأت کر کے، آپ کے گوشۂ عزلت میں تشریف لے گئے۔ شیخ پر سُکر کی کیفیت طاری تھی اور معانی و حالات کا ہجوم تھا۔ حضرت مُحدّث کو دیکھ کر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیۂ کریمہ بلند آواز سے باعظمت تمام پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ... (سورۂ احزاب، آیہ ۲۳)

اس سے پیشتر حضرت مُحدّث کے دل میں حقیقت مقدسہ سے متعلق بعض اُمور کے بارے میں کچھ شبہات سے تھے۔ ان کا اظہار جب شیخ پر ہوا تو انھوں نے ان گتھیوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سلجھا دیا۔ حضرت مُحدّث لکھتے ہیں: ''بیانی عجیب کرد و مقدماتِ غریب گفت کہ ذوقِ عظیم در وقت پیدا شد'' (زاد: ورق ۶۹ ب)

شیخ زین العابدین، حضرت مُحدّث کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی سے پیش آتے۔ ملاقات ہوتی تو فرماتے، مصر آنا تمھارے ساتھ باتیں کریں گے اور پھر یہ آیۂ کریمہ پڑھتے:

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ (سورۂ بقرہ، آیہ ۶۱)

۳۔ شیخ محمد قضاعی

آپ شیخ ابوالحسن بکری کے اصحاب و تلامذہ، اور فقہائے مصر میں سے تھے۔ جن دنوں حضرت مُحدّث حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، یہ شیخ قضاعی کی پیری کا زمانہ تھا۔ آپ کئی سال تک مکہ معظّمہ میں جاگزیں رہے۔ آخری عمر میں باب السّلام کے نزدیک ایک مسجد میں گوشہ نشین ہوگئے۔ گوشہ نشینی کے باوجود بھی بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت مُحدّث آپ کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فقیر کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور نام پوچھا۔ نام سن کر بہت خوش ہوئے، دعا دی اور کہنے لگے: اللہ تجھے برکت دے اور تجھے تیرے نام کی طرح کردے: اس کے بعد فرمایا! یا عبد الحق جلس في مسجد النبي ﷺ واقرء الناس يبارك فيك۔ زاد المتقین میں مرقوم ہے کہ اس سے قبل بھی بعض فقہائے مدینہ نے حضرت مُحدّث سے مسجد نبوی میں درس دینے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن آپ نے آنحضرت ﷺ کے ادب اور احترام کے پیشِ نظر معذرت خواہی کر لی تھی لیکن جب شیخ محمد قضاعی نے بھی اسی قسم کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''مدتی بدرس کتب عربیت و حدیث دران مکان شریف تبرک جستہ شد'' (زاد: ورق ۷۲)

۴۔ شیخ ابوالحرم مدنی

آپ کی والدہ ماجدہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے آئی ہوئی تھیں کہ آپ کی ولادت ہوئی، اسی مناسبت سے آپ کا نام ''ابوالحرم'' رکھا گیا۔ آپ بھی شیخ ابوالحسن بکری کے شاگرد تھے اور آپ کا شمار مدینہ منورہ کے ممتاز علما وفقہا میں ہوتا تھا۔ علم قرأت میں تو آپ شیخ الشیوخ، اور استاذ الاساتذہ تھے۔ حرمین شریفین کے سب قاری آپ کے شاگرد تھے اور آپ ہی سے استناد کرتے تھے۔ حضرت مُحدّث جب مدینہ منورہ گئے تو آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، اور اپنی غربت وشکستگی بیان کر کے استدعا کی کہ آپ اس مبارک شہر کے بزرگوں میں سے ہیں، آنحضرت ﷺ کے حضور پرنور میں میری شفاعت کیجیے کہ اس بے کس و بینوا کو اپنے فضل و کرم سے محروم نہ رہنے دیں، اور اپنے جمال سراپا کمال سے مشرف کریں۔ شیخ مدنی نے آپ کی دلجوئی کی اور فرمایا: ''نا امید نہ ہو، حضرت رسالت پناہ ﷺ ایسے کریم نہیں کہ اپنے مہمان پر کرم نہ کریں۔ وہ تمھارے حال کے مطابق تمھاری خاطر و مدارات ضرور کریں گے۔ آپ کی بشارت درست ثابت ہوئی، چنانچہ حضرت مُحدّث کا بیان ہے: ''بمیا من توجہ آں عزیز جمالِ شاہدِ مقصود مشہود گردید و آنچہ مطلوب بود، رسید'' (زاد: ورق ۷۲)

حضرت مُحدّث نے آپ کی خدمت میں رہ کر قصیدۂ شاطبیہ[1] اور صحیح بخاری[2] کا کچھ حصہ پڑھا۔ قصیدۂ شاطبیہ پر بحث کے دوران شیخ مدنی اکثر فرماتے: ''ان استفید منک اکثر مما تستفید منی'' (زاد: ورق ۷۲)

حضرت مُحدّث نے آپ سے قرأت اور علم شریف وحدیث کی سند حاصل کی۔

۱۔ تالیف ابومحمد القاسم بن فیرہ بن ابی القاسم خلف بن احمد الرعینی الشاطبی (متوفی ۲۸ جمادی الثانی ۵۹۰ھ)۔ ۱۱۷۳ اشعار پر مبنی یہ عربی قصیدہ الدانی کی کتاب التیسیر کا منظوم ترجمہ ہے جس کی ابتداء اس بیت سے ہوتی ہے:

بدأت بسم اللہ فی النظم اولا　　　تبارک رحمانا رحیما و موئلا

اس قصیدے کا شمار علم قرأت کے بارے میں امہات کتب میں ہوتا ہے۔ اس کا اصل نام حرز الامانی و وجہ التھانی ہے، لیکن شاطبی اور قصیدۂ شاطبیہ کے نام سے معروف ہے۔

۲۔ الجامع الصحیح تالیف امام محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

شیخ ابوالحرم مدنی نے ۱۰۰۱ھ/۹۳-۱۵۹۲ء میں رحلت کی اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیے گئے۔

۵۔ شیخ علی بن جار اللہ قرشی الخالدی المخزومی

آپ حضرت خالد ابن ولید کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن اسلاف میں سے کسی بزرگ کے نام کی مناسبت سے آپ کا قبیلہ بنی ظہیر کے نام سے معروف تھا۔

شیخ علی بن جار اللہ مکہ معظمہ کے ممتاز فقیہہ، مُحدّث، مفتی اور خطیب تھے اور اپنی گوناگوں صفات کی بدولت ہر طبقے میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت مُحدّث کا بیان ہے کہ آپ کو غایتِ فصاحت و بلاغت، فکر کی پختگی، طبیعت کی سلامتی، زبان وقلم کی لطافت، حسنِ اخلاق، درویشوں کی محبت، مشائخ کی عقیدت، کم خوری اور ریاضت نفس ایسی صفات سے حظ وافر ملا تھا اور تمام لوگ دینی علوم اور علمی مقاصد کے حصول کے لیے آپ سے رجوع کرتے۔ اگرچہ جسمانی طور پر آپ ضعیف واقع ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود سارا سارا دن حرم شریف کے سنگریزوں پر بیٹھے فیض رسانی اور منفعت بخشی کا سلسلہ جاری رکھتے۔ علوم دینی کا درس بھی دیتے اور افتاء کا کام بھی انجام دیتے۔ عقد نکاح کے سلسلے میں بھی تبرکاً آپ ہی سے رجوع کیا جاتا۔ خطبۂ نکاح کے پڑھنے میں، اور بالخصوص اکابر و اشراف کی تزویج میں بڑی فصاحت و بلاغت سے کام لیتے۔ آپ کا سارا قبیلہ شافعی المذہب تھا لیکن آپ، اپنے والد ماجد کی طرح حنفی مذہب کے پیرو تھے۔ آپ کی علمی ثقاہت اور فقہی صلاحیتوں کا اندازہ حضرت مُحدّث کے اس بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے: ''در فقاہت مرتبۂ منیع و پایۂ رفیع دارد، وفتاوی قاضیخاں[۱] را گویا ہمہ بر ذکر دارد و در فتویٰ ہرگز احتیاج برجوع کتاب ندارد، الّا ماشاء اللہ (زاد، ورق ۷۳)

صحیح بخاری کی تدریس میں آپ کو غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔ ''زاد المتقین'' میں مرقوم ہے کہ آج مکہ معظّمہ میں صحیح بخاری کا درس کما حقہ اگر کوئی دے سکتا ہے اور اس کے افادہ علی الاطلاق پر اگر کوئی قادر ہے، تو وہ آپ ہی کی ذات ہے۔

۱۔ فخر الدین ابوالمفاخر حسن بن منصور اوز جندی (متوفی ۵۹۲ھ)، ماوراء النہر کے مشاہیر فقہا میں سے تھے، آپ نے اپنی یہ کتاب ۵۷۸ھ میں اپنے ایک شاگرد کو املا کرائی۔

آپ کو شیخ علی متقی اوران کے خلیفہ و جانشین شیخ عبدالوہاب متقی سے بڑی عقیدت تھی۔ شیخ علی متقی کی جانب سے تو آپ کو ایک خرقۂ تبرک بھی عنایت ہوا تھا۔ درس وفتویٰ کی ہمہ گیر مصروفیات کے باعث چونکہ آپ کو طواف اور دیگر مناسک کے لیے کافی وقت نہیں ملتا تھا اس لیے ذوالحجہ کے مہینے میں آپ عبادت و ریاضت کی طرف خاص طور پر راغب رہتے۔ ان دنوں میں آپ بسا اوقات نصف شب تک طواف و نماز میں مصروف رہتے اور کئی دفعہ حضرت مُحدّث کی بھی آپ سے ملاقات ہو جاتی۔ ایک رات اسی طرح اچانک جب دونوں کی ملاقات ہوگئی تو حضرت مُحدّث نے عرض کیا یَا سَیِّدِیْ خَصُّوْنَا بِشُیءٍ مِّنَ الْاَوْرَادِ مِمَّا وَصَلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ شُیُوْخِکُمْ. آپ نے تھوڑی دیر کے لیے گردن جھکالی، پھر حضرت مُحدّث کو ایک دعا کی تلقین اور پوچھا کہ تمھارے نام کے اعداد کتنے ہیں؟ حضرت مُحدّث نے عرض کیا: دوسو پندرہ۔ ارشاد ہوا اس دعا کو اتنی ہی مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے اور بھی کچھ اوراد پڑھنے ہوتے ہیں اس لیے اتنا وقت نہیں نکال سکوں گا۔ شیخ نے آپ کا عذر قبول کیا اور اجازت دے دی کہ جتنی دفعہ باسانی میسر ہو پڑھ لیا کرو۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی اور علی الاجمال اجازت حدیث سے بھی مشرف کیا۔

حضرت مُحدّث آپ کے صحیح بخاری کے حلقہ درس میں شریک ہوتے۔ چنانچہ اس کتاب کے مذاکرے کے دوران شیخ علی حضرت مُحدّث کو مخاطب کر کے اکثر فرماتے وَاللّٰہِ اِسْتَفَادَتِیْ مِنْکَ اَکْثَرَ مِنْ اِسْتَفَادَتِکَ مِنِّیْ. اگر حضرت مُحدّث کے ہمدرس طلبا کوئی ایسی بات کرتے جو حضرت مُحدّث کو اچھی نہ لگتی، تو شیخ علی بن جار اللہ بھی برہم ہو جاتے اور فرماتے: اے قوم! تم کیا کہتے ہو، اور تم کہاں ہو؟ میں تو ایسے شخص کے ساتھ نشست کا متمنی ہوں اور خود اس سے مشرف ہونا چاہتا ہوں!! حضرت مُحدّث ''زاد المتقین'' میں لکھتے ہیں: ''بفقیر غایت محبت و نہایتِ عنایت داشت'' (زاد: ورق ۲۳ ب)

جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو اُستاد نے اجازت نامے میں لکھ دیا کہ: افادہ اکثر مما استفاد (زاد: ورق ۲۳ ب)

۶۔ شیخ محمد الحنفی

آپ ولایت شام کے رہنے والے تھے۔ اکثر علوم نقلیہ منجملہ تفسیر و حدیث و فقہ، اور تصوّف پر پوری طرح حاوی تھے۔ ابن عربی کی کتاب فتوحاتِ مکیہ سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔ چنانچہ اُسے اکثر ساتھ رکھتے اور مطالعہ کرتے۔

نذرانے کے طور پر، آپ کے پاس جو کچھ بھی آتا اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ سالہا سال تک مکہ معظّمہ میں مقیم رہے لیکن حضرت مُحدّث کے قیامِ حرمین کے دوران آپ شام میں تھے۔

شیخ محمد کو شیخ علی متقی سے گہری ارادت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو شیخ متقی کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا تو آپ بے اختیار سر بسجود ہو گئے۔ شیخ متقی کو آپ کی یہ ادا پسند نہ آئی۔ چنانچہ جب آپ مجلس سے چلے گئے تو شیخ متقی نے فرمایا کہ ان سے پوچھیں کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ کوئی اچھی بات نہیں، جب آپ سے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”چوں من ایشاں را دیدم ازاں حدیث یاد آمد کہ فرمودہ اند، لاَامَرْتُ النِّسَآءَ یَسْجُدُوْنَ لِلرِّجَالِ“ (زاد: ورق ۴۳ ب)

شیخ محمد، شیخ علی متقی کے خلیفہ و جانشین، شیخ عبد الوہاب متقی کا بھی بڑا احترام کرتے اور ان کے ساتھ بھی بڑی تواضع اور انکساری کا سلوک کرتے۔ آپ کے بارے میں شیخ عبد الوہاب متقی کی یہ رائے، حضرت مُحدّث نے ”زاد المتقین“ میں نقل کی ہے: ”فرمودند، وی از عیاران این راہ بود، رند و قلاش کہ شنیدہ اید وی ازان ہا بود و از مجردان و صاحب ہمتان ایں طریق بود“۔ (زاد: ورق ۴۳ ب)

مکہ معظّمہ میں قیام کے دوران حضرت مُحدّث نے سنا کہ ملک شام میں محمد نامی ایک شخص نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے اس بات کا ذکر شیخ عبد الوہاب متقی سے کیا، آپ نے جو جواب دیا وہ حضرت مُحدّث کی زبانی سننے کے قابل ہے: ”فرمودند کہ این شخص محمد حنفی باشد و فرمودند کہ وی ازان قبیل است کہ ہر دعویٰ کہ کند از عہدۂ آن تواند بر آمد۔ وی از عجائب مخلوقات الٰہی است۔ شانی عجیب

وطوری غریب دارد۔'' (زاد: ورق ۷۴) حضرت مُحدّث نے آپ کے بارے میں یہ افواہ بھی سنی کہ:
''چند بار مردہ است وباز زندہ شدہ است''۔ (زاد: ورق ۷۴)

شیخ محمد الحنفی جب ایک دفعہ ہندوستان تشریف لائے تو حضرت مُحدّث نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

۷۔ شیخ محمد النوفری المصری المالکی

آپ سال کے پہلے چار ماہ مصر میں درس وتدریس کا کام کرتے اور فقہ مالکی کے مطابق فتویٰ دیتے۔ اگلے چار ماہ جہاد میں شرکت کی غرض سے ملک روم کی مختلف رباطات کا دورہ کرتے اور اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں سے عساکر اسلام کی امداد واعانت اور پشت پناہی فرماتے۔ باقی چار ماہ سفر حج کی تیاری اور اس کے لوازمات کی فراہمی میں صرف کرتے۔ اگرچہ پیری اور ضعف کا غلبہ تھا لیکن پھر بھی اُونٹ یا گھوڑے کی پشت پر سفر کرکے ہر سال حج بیت اللہ کا شرف حاصل کرتے۔ شیخ عبدالوہاب متقی فرمایا کرتے تھے کہ درس وتدریس، فتویٰ اور حج اگرچہ ان کے اعمال خیر میں سے تھے، لیکن مراطبت آپ کے افضل ترین اعمال میں سے تھی، جو کفار کی نگوں ساری اور اسلام کی تائید کا موجب تھی۔

حضرت مُحدّث ایک دن شیخ علی بن جار اللہ کی مجلس میں حاضر تھے کہ شیخ نے فرمایا: هَلْ اَدْرَكْتُمْ رَجُلاً هُوَ مِنَ الْاَوْلِيَاءِ اللّٰهِ بِالْاِتِّفَاقِ رَجُلٌ عَظِيْمُ الشَّانِ الشيخ محمد النوفری وَهُوَ مِنْ شَيْخِنَا. یہ بات سن کر حضرت مُحدّث شیخ محمد النوفری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ بیت اللہ کے روبرو حضور واستغراق کے عالم میں بیٹھے تھے۔ ذوق وحضور کے آثار وانوار چہرہ مبارک سے ہویدا تھے۔ آپ نے سلام کیا تو شیخ نے آنکھیں کھولیں، مسکرائے اور دعا دی۔ دوسرے روز آپ پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے کسی ایسی چیز سے نوازیے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص کیا ہو۔ شیخ نے سورۂ اخلاص کی تلاوت کی تلقین کی۔ آپ نے مزید کسی وظیفے کی تلقین چاہی تو فرمایا: لا الٰہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔

شیخ محمد النوفری کے احوال میں سے ایک عجیب بات یہ تھی کہ آپ نفلی نمازوں کی ادائیگی میں

بڑی عجلت سے کام لیتے۔ یہاں تک کہ دوسرا شخص ابھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھ نہ پاتا ک
نماز ختم کر لیتے۔[1]

حضرت مُحدّث دہلوی ۹۹۸ھ/۹۰۔۱۵۸۹ء میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
کا آخری حج تھا۔ آپ نے ۹۹۹ھ/۹۱۔۱۵۹۰ء میں وفات پائی۔

۸۔ شیخ محمد البہنی المصری

آپ مصر کے ایک گاؤں بہن کے رہنے والے تھے لیکن بعد میں نقل مکان کر کے مک
چلے آئے اور ہمیشہ کے لیے وہیں آباد ہو گئے۔ آپ شیخ جلال الدین سیوطی کے تلمیذ شیخ رہ
شاگرد تھے۔ روزانہ نماز عشا کے بعد آپ کے یہاں مجلسِ حدیث کا انعقاد ہوتا جس میں آپ
اور جامع صغیر سیوطی کی شروح میں سے، جو آپ کی اپنی تالیفات میں سے تھیں، احادیث
کرتے۔ حضرت مُحدّث مکہ معظّمہ پہنچتے ہی، دوسری شب آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور
اس قسم کی مجالس حدیث آپ نے ہندوستان میں کبھی نہیں دیکھی تھیں، متاثر ہوئے بغیر نہ رہ
''زادالمتقین''میں لکھتے ہیں: ''چوں ایں نوع مجلس درین دیار ہرگز مشاہدہ نہ کردہ بود بحضو
در باطن نوری و سروری دریافت''۔ (زاد: ورق ۷۴ب)

مجلس کے برخاست ہونے کے بعد شیخ البہنی بڑے والہانہ انداز سے طواف کر
حضرت مُحدّث آپ کی حالت طواف کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجلس کے اخ
آپ انتہائی حضور، وقار اور سکون کے ساتھ ایک طویل طواف کرتے۔ آپ کا ایک ہی طوا
ہوتے ہوتے نصف شب ہو جاتی۔ آپ کی طرح والہانہ انداز سے طواف کرتے ہوئے کسی
دیکھا گیا، آپ ادعیہ پڑھتے، کبھی رک جاتے، کبھی کعبہ شریف سے لپٹ جاتے اور اپنا

۱۔ اعمال کی انجام دہی میں غیر معمولی سرعت کی ایسی مثالیں متون تصوف میں بکثرت ملتی ہیں۔ فواید الفواد (
خواجہ نظام الدین اولیا، تالیف امیر حسن سجزی دہلوی، طبع بلندشہر ۱۲۷۲ھ، ص ۸) میں قاضی حمید الدین ناگو
معظمہ میں ایک پیر روشن ضمیر کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے جو ہر روز سات سو مرتبہ ''ملفوظا'' قرآنِ کریم کو خت
تھے۔

چہرہ مبارک اس سے ملتے۔ غرض یہ کہ عجیب وغریب انداز سے ذوق وشوق کا اظہار کرتے۔ آپ نے ۹۹۸ھ/ ۸۹۔۱۵۸۸ء میں وفات پائی۔

۹۔ سیّد جعفر سمرقندی

آپ کے آباء واجداد سمرقند سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے۔ اس لیے سمرقندی کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے جید علما اور اصحابِ فضل میں سے تھے۔ مسجد شریف نبوی ﷺ میں منصب تدریس پر فائز تھے۔ منبر شریف کے برابر حجرہ شریف کی طرف رُخ کر کے بیٹھتے اور درس دیتے۔ آپ نے صحیح بخاری کو شروع سے لے کر آخر تک ختم کیا۔ جس وقت حضرت مُحدّث مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے درس کا سلسلہ ابھی جاری تھا اور بخاری شریف کا تھوڑا سا حصہ ابھی باقی تھا جو آپ کی علالت کے باعث رہ گیا تھا۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور مقام امام مالک پر بیٹھ کر سلسلہ درس کو اختتام تک پہنچایا۔ حضرت مُحدّث بھی درس میں شریک ہوتے۔ سیّد صاحب نے آپ کو صحیح بخاری کی روایت کی اجازت سے نوازا اور پھر اگلے ہی دن خالق حقیقی سے جا ملے۔ (زاد: ورق ۷۵ ب)

۱۰۔ شیخ الحضر می الیمنی المکی

آپ شرفا وعلمائے یمن میں سے تھے۔ شرفائے مکہ کو آپ کی ذات سے بلا کی ارادت اور دلبستگی تھی۔ ’’زاد المتقین‘‘ میں مرقوم ہے: یُقَالُ فُتِحَ لَهُ بَابُ الْكَعْبَةِ مَرَّةً۔ آپ بڑے عبادت گزار اور صاحب حال بزرگ تھے۔ شیخ عبدالوہاب متقی کا آپ بہت احترام کرتے یہاں تک کہ اگر کبھی ان کی مجلس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا تو تعظیماً کھڑے رہتے اور اسی حال میں التماس دعا کرتے۔ اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو عرض کرتے اور واپس تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت مُحدّث سے کہنے لگے، میں چاہتا ہوں کہ طائف کی طرف، سیّدی ابن عباس رضی اللہ عنہ، کی زیارت کے لیے جاؤں، میرے لیے اپنے شیخ بزرگوار سیّدی عبدالوہاب سے اجازت حاصل کر دو۔ آپ نے عرض کیا کہ اس سفر کے لیے ان کی اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ فرمانے لگے: ’’مرد درین شہر اوست، بی اذنِ وی نباید کار کرد‘‘۔ (زاد: ورق ۷۶) اور بیان کیا کہ ایک دفعہ میں ۔نے مدینہ

منورہ کی زیارت کا قصد کیا، جب اجازت وداع کے لیئے شیخ محمد بکری کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ نے فرمایا: تجھے مدینہ جانے کی ضرورت نہیں، تجھے یہیں شرف صحبت حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے مدینہ منورہ جانے کا خیال ترک کر دیا اور مکہ معظمہ ہی میں رکا رہا۔ اسی اثنا میں اچانک بیمار پڑ گیا۔ علالت کے دوران آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، جس کے دوران آپ نے مجھے طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا۔

شیخ حضرمی، حضرت مُحدّث سے بڑی شفقت کا سلوک کرتے۔ زادالمتقین میں لکھتے ہیں:

''این سیّدی شیخ بفقیر حقیر عنایت بسیار داشت (زاد: ورق ۷۶)

۱۱۔ شیخ محمد الحضرمی

حضرت مُحدّث ایک سال تک آپ کے پڑوس میں رہے۔ آپ کے پاس اوپر نیچے واقع دو حجرے تھے۔ تمام شب وضو، غسل، نماز اور طرح طرح کی عبادات میں گزارتے۔ رات بھر دونوں حجروں کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا۔ کتاب احیاء العلوم[۱] کے بڑے دلدادہ تھے اسے بڑے شوق سے پڑھوا کر سنتے۔ شیخ علی متقی کے رسائل کو بھی اکثر زیر نظر رکھتے۔ شیخ عبدالوہاب متقی کے ساتھ آپ کی میل ملاقات تو نہ تھی لیکن اس کے باوجود ان کے احترام میں مبالغے سے کام لیتے۔

ایک دن حضرت مُحدّث سے کہنے لگے: کیا تمھارے پاس کچھ درہم ہیں؟ آپ کے پاس جو کچھ تھا، آپ نے حاضر کر دیا۔ رقم لے کر چلے گئے۔ حضرت مُحدّث حیران تھے کہ بالآخر ماجرا کیا ہے۔ یہ بات شیخ محمد کے معمول کے خلاف ہے۔ لیکن پھر اس خیال سے کہ اس میں بھی کوئی حکمت ہوگی، چپ ہو رہے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ شیخ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص کوئی چیز لے کر حاضر ہوا اور پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اُلٹا ناراض ہو گئے اور حضرت مُحدّث سے مخاطب ہو کر بولے: تمھیں معلوم ہے کہ میں نے آج تک تم سے صرف ایک چیز کا سوال کیا ہے، وہ بھی اس لیے کہ تیرا نام عبدالحق ہے، کیوں کہ اللہ کے بندے حق تعالیٰ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے جسے اس نے اپنا بندہ بنا لیا ہو۔

۱۔ تالیف حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی (متوفی ۵۰۵ھ)

اسی طرح ایک دن پھر حضرت مُحدّث مجلس میں تھے، فرمانے لگے: کیا تیرے پاس حلوہَ زنجبیل آیا ہے؟ اتفاق کی بات ہے کہ کسی شخص نے زنجبیل کا مربّہ اور اچار حضرت مُحدّث کی خدمت میں بھیجے تھے۔ آپ نے عرض کیا: نعم سیدی موجود۔ کہنے لگے نہیں نہیں، مجھے تھوڑا سا اچار خامض چاہیے۔ حضرت مُحدّث نے کہا وہ بھی حاضر ہے۔ اس واقعے کی طرف اشارہ کر کے حضرت مُحدّث لکھتے ہیں: ''از اہل حالات و جذبات بود، بسیار سرگرم و مشتاق و مرتاض۔ بفقیر عنایت بسیار داشت''۔ (زاد: ورق ۷۶ ب)

۱۲۔ شیخ عیسیٰ المغربی المدنی

بلاد مغرب کے باشندے تھے لیکن بعد میں مدینہ منورہ میں آ کر بس گئے۔ مدینہ منورہ کے اہل اللہ میں آپ بے حد مقبول تھے۔ حضرت مُحدّث نے ''زاد المتقین'' میں آپ کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر جس طرح کیا ہے، وہ آپ ہی کی زبانِ حق ترجمان سے سننے کے قابل ہے، فرماتے ہیں کہ حج کے موسم میں جس دن اہلِ مدینہ طواف وداع میں محو تھے، یہ فقیر درد و اضطراب کی عجیب حالت سے دوچار تھا۔ گریہ وزاری نے طبیعت پر غلبہ کیا ہوا تھا اور رہ رہ کے یہ خیال دامن گیر ہوتا کہ آیا ممکن ہے کہ حجاج کے اس اجتماع میں کسی ولی اللہ یا حضرت عزت کے مقربین میں سے کسی سے شرف ملاقات حاصل ہو جائے۔ اسی خیال کو سینے میں لے کر خلوت سے باہر نکلا اور تجدید وضو کے بعد حرم شریف میں چلا آیا۔ نماز دوگانہ بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ ادا کی، دست انابت بلند کیا اور اس ضمن میں انتہائی والہانہ انداز سے ایک طویل دعا مانگی اور اس کے بعد متوجہ طواف ہوا۔ جب بیت اللہ کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہی شیخ عیسیٰ طواف کر کے واپس آ رہے ہیں، اپنی دعا کی قبولیت کی اُمید اور شیخ عیسیٰ کی ذات سے جو سابقہ ارادت و عقیدت تھا، ان کے پیشِ نظر دل میں یہ بات متعین ہوگئی کہ مطلوبہ ہستی آپ ہی ہیں۔ صورتحال سے شیخ کو آگاہ کیا تو رو پڑے اور اتنے روئے کہ آپ پر حال کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے دستِ دعا بلند کیا۔ فقیر نے عرض کیا: اپنی دعاؤں میں ہمیں فراموش نہ کیجیے! فرمانے لگے: سبحان اللہ! آپ نے تو ہمیں فراموش کیا لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ (زاد: ورق ۷۶ ب۔ ۷۷)

۱۳۔ شیخ علی بن عیسیٰ البجیلی القادری:

حجاز کے شہر بجیلہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے مریدوں کی بڑی تعداد بدوؤں پر مشتمل تھی۔ فقرا و مساکین کے نان ونفقے کا خاص طور پر خیال رکھتے۔ آپ کے ایک صاحبزادے بھی تھے۔ احکام فقہی کی بابت اکثر انھی سے رجوع کرتے۔ بیعت کرتے وقت آپ بڑی کسر نفسی اور عجز سے کام لیتے۔ ایک دفعہ سلسلہ قادریہ کے فقرا میں سے کسی نے آپ سے تبرک وتبعیت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: میں تو خود کسی اور شخص سے رجوع کرتا ہوں جو اس سلسلے کے شیخ ہیں۔ میں تو صرف ان کے فقرا و مساکین میں سے ہوں۔ حضرت مُحدّث لکھتے ہیں کہ آپ کا اشارہ شیخ ابراہیم مرعی کی جانب تھا۔ حضرت مُحدّث کی آپ کے ساتھ پہلی ملاقات موسم رجبیہ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی اور آپ نے شیخ علی سے بعض اوراد وظائف حاصل کیے۔ دونوں بزرگوں کی دوسری ملاقات موسم حج میں حرم شریف مکہ میں ہوئی۔ شیخ نے حضرت مُحدّث سے احوال پرسی کی اور مختلف معارف پر روشنی ڈالی۔ جب حضرت غوث الاعظم کا ذکر آیا تو شیخ پر حالت گریہ مستولی ہوگئی۔

۹۹۹ھ/۱۵۹۱ء میں ایام حج کے کچھ عرصہ بعد، شریف مکہ کی اولاد میں سے کسی شخص نے آپ کو شہید کر دیا۔ (زاد: ورق ۷۷)

۱۴۔ شیخ ابراہیم مرعی

آپ حلب کے رہنے والے تھے۔ باب النساء کے روبرو واقع سلسلہ قادریہ کے اوقاف کی تولیت آپ کے سپرد تھی۔ آپ سلسلہ قادریہ کے مراسم وآداب پر پوری طرح کاربند تھے اور علمی محافل میں بڑی عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت مُحدّث کے آپ کے ساتھ بڑے صمیمانہ روابط تھے۔ ''زادالمتقین'' میں لکھتے ہیں:

''بکاتب حروف نیز طریقہ تودد وتحاب وضیافت وصحبت بجامی آورد''۔ (زاد: ورق ۷۷)

۱۵۔ مولانا شیخ حاجی نظر بدخشی

آپ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ اس کے بعد ماوراء النہر جاکر علما و مشائخ سمرقند و بخارا سے مستفیض ہوئے۔ پھر حرمین شریفین چلے آئے جہاں آپ کو شیخ محمد بکری، شیخ علی متقی اور دیگر علما و مشائخ سے استفادے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ آپ نے خراسان کے ایک مشہور عالم میر بادشاہ کی خدمت میں بھی کئی سال گذارے۔ مؤخر الذکر خود مولانا عصام الدین ابراہیم اسفراینی کے تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا حاجی نظر بدخشی حضرت محدّث پر بڑے مہربان تھے۔ خود حضرت محدّث لکھتے ہیں کہ آپ کا رجحان طبع اور ظاہری و باطنی عنایت اس فقیر پر فراواں تھی۔ فرمایا کرتے کہ ان ایام میں اس قدر شدید طلب و تعطش والا کوئی شخص اس جگہ نہیں آیا اور اگر حضرت محدّث کبھی درد و اضطراب اور بے اطمینانی کا اظہار کرتے تو مولانا دلاسا دیتے اور فرماتے کہ اضطراب و استعجال مناسب نہیں۔ آدمی کو کام کرتے رہنا چاہیے، یہ راستہ تو بمراتب و مدارج اور اطمینان ہی سے کٹتا ہے۔ اضطراب سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ اگر کبھی سر راہ ملاقات ہو جاتی تو حضرت محدّث کو سینے سے لگا لیتے اور تھپکی دیتے۔ حضرت محدّث مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: ''باخدا باشید دائم، تصوّر نقطۂ الوہیت وذات احدیت را از دست ندہید''۔ (زاد: ورق ۸۲)

ایک دن مولانا بدخشی طواف کر رہے تھے کہ حضرت محدّث بھی اِدھر آ نکلے۔ آپ نے بھی شیخ کے پیچھے پیچھے طواف کرنا شروع کر دیا۔ مولانا جب طواف کر چکے اور رکعتین ادا کر کے حجر اسود کے مقابل بیٹھ گئے تو حضرت محدّث نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہو سکتا ہے کہ فقیر میں استفاضۂ باطنی کی استعداد نہ ہو لیکن پھر بھی استفادۂ ظاہر اور استجازۂ روایت سے تو محروم نہیں رہنا چاہیے۔ شیخ نے فرمایا کہ جس طرح شیخ بدرالدین یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت سے نوازا، اسی طرح میں تمھیں تمام علوم ظاہری و باطنی کی روایت کی اجازتِ تامۂ مطلقہ کی خبر دیتا ہوں۔ آپ نے عرض کیا، اگر تمام سند کو متصل کر دیں تو ۰۰۰، شیخ نے فرمایا: احتیاج نہیں۔ شیخ (بدرالدین یافعی) نے بھی مجھے اجازت دیتے وقت اسی قدر سند پر اکتفا کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت محدّث کو نصیحت کی: ''مارا از

خود جدا ندانی۔ مابا توایم ہر جا کہ باشی۔ ترا بخدا سپردیم"۔(زاد: ورق ۸۳)

۱۶۔ مولانا نصر اللہ شیرازی

آپ علوم دینیہ کے عالم متبحر اور صلحائے وقت میں سے تھے۔ ساری عمر زہد و توکل اور عبادت و ریاضت میں بسر کی۔ ذریعہ معاش کتابت تھا۔ باوجودیکہ آپ شادی شدہ تھے اور اہل و عیال کی کفالت کی ذمہ داری بھی آپ کے کندھوں پر تھی، آپ کبھی بھی دستِ سوال مخلوق کے روبرو دراز نہ کرتے۔ آپ فرماتے کہ ایک دفعہ مجھے بغداد میں امام مسجد مقرر کرتے تھے اور وظیفہ امامت بھی دینا چاہتے تھے، یہ وظیفہ واجرت قبول کرنا ایسے لگتا گویا کفر وشرک کا ارتکاب کر رہا ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ملنے کے لیے آتا اور اپنے ہمراہ کوئی شے لے آتا تو سخت ناگوار گذرتا اور ایسے محسوس ہوتا گویا ہمیں قتل کرنے کے ارادے سے آرہا ہو۔ آپ فرماتے: اگر کوئی شخص حلق پر چھری چلادے تو وہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ہتھیلی پر مال و زر رکھے۔

مولانا نصر اللہ شیرازی کو اشراف خاطر میں بھی کمال حاصل تھا[۱]۔ ایک دفعہ حضرت مُحدّث آپ کی خدمت میں حاضر تھے، دورانِ درس آپ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام مالک سے تعلیم پائی اور استماع حدیث کیا۔ حضرت مُحدّث کو یہ بات بڑی عجیب محسوس ہوئی اور آپ نے واپس آکر اس امر کا ذکر اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقی سے بھی کیا۔ شیخ متقی نے آپ کو کیا جواب دیا، اس سلسلے میں "زاد المتقین" خاموش ہے۔ بہر حال اگلے دن آپ جب دوبارہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا نے فرمایا: تم سے تعصب کی بُو آتی ہے۔ اگر امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے واقعتاً استماع حدیث کر بھی لیا ہو تو اس میں ضرر کی کیا بات ہے؟ یہ تعصب کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت مُحدّث لکھتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ اس بات کو ضرور دہراتے۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ یہ تکرار نسیان کی

۱۔ اشراف خاطر کے سلسلے میں جو شہرت شیخ ابو سعید ابوالخیر میہنی (متوفی ۴۴۰ھ) کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئی۔ آپ کی سوانح عمری اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید (تالیف محمد بن منور، باہتمام دکتر ذبیح اللہ صفا، تہران ۱۳۴۸ شمسی، چاپ دوم) ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

وجہ سے کرتے تھے یا اس اعتقاد کے قبول کرنے میں فقیر حقیر سے اس وقت جو توقف رونما ہوا تھا اس کے سبب یا کسی اور وجہ سے۔

مولانا فرماتے، میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ قربِ الٰہی اور ولایت کا ہر کمال جو بایزید وجنید کو حاصل تھا، وہ ابوحنیفہ اور شافعی کو بھی حاصل تھا۔ علاوہ فقہ واجتہاد کے۔ (زاد: ورق ۸۴ب)

۱۷۔ شیخ حبیب اللہ شیرازی قادری

آپ کافی عرصے تک بغداد میں رہے اور وہاں آپ کا شمار اکابرین سلسلۂ قادریہ میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ بصرہ چلے آئے اور پھر وہیں رہ کر خلقِ خدا کی رہبری کرتے رہے۔ حضرت مُحدّث کی آپ سے مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی۔ (زاد: ورق ۸۴ب)

۱۸۔ فقیہہ محمد نائت

آپ کا تعلق بلاد سورتِ ہندوستان کے ایک شافعی المذہب قبیلے سے تھا جس کے سب کے سب افراد علم وفضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کے دلدادہ تھے۔ آپ کی ساری عمر حرمین شریفین میں بسر ہوئی۔ آپ نے شیخ علی متقی اور دیگر علما اور مشائخ عصر سے اکتساب فیض کیا۔

حرم شریف مکہ میں رواج تھا کہ حج کی ادائیگی کے بعد وہاں کتاب فروشی کا ایک بھاری بازار لگتا۔ اس بازار میں بھیڑ کا یہ عالم ہوتا کہ لوگ حرم شریف کی تعظیم وحرمت کے آداب کو بھی بھول جاتے اور ایسے لگتا گویا ان کی آنکھوں پر 'بعد وغفلت' کا پردہ پڑ گیا ہو۔ حضرت مُحدّث نے جب یہ منظر دیکھا تو سخت دل آزردہ ہوئے اور آپ پر گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اتنے میں فقیہہ محمد بھی اِدھر آنکلے۔ حضرت مُحدّث کو آبدیدہ دیکھ کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے عرض کیا: نمی بینید مردم در چہ غفلت افتادہ اند؟ فقیہہ محمد مُتبسّم ہوئے اور فرمایا: کیا مٹی بھی اشک بار ہوتی ہے؟ تو کون اور تجھے کیا؟ گھر ہے تو اس کا مسجد ہے تو اس کی اور پھر جہاں تک خلقت کا تعلق ہے وہ بھی اسی کی ہے۔ اب یہ بھی اس کی مرضی ہے چاہے اسے ہشیاری سے نوازے، چاہے غفلت میں رکھے۔

فقیہہ محمد سال کے چھ ماہ مکہ معظّمہ میں بسر کرتے اور چھ ماہ مدینہ منورہ میں رہتے۔ بالآخر

مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (زاد: ورق ۸۵ ب)

۱۹۔ میاں خدا بخش دکنی

حضرت محدّث دہلوی مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہونے لگے تو شیخ عبدالوہاب متقی نے فرمایا کہ وہاں میاں خدا بخش نامی ایک ہندوستانی درویش ہیں، پچاس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے سے وہ مدینہ رسول ﷺ کے مجاور ہیں، اگرچہ علمی و عملی کمالات تو ان میں زیادہ نہیں لیکن اس کے باوجود وہ بلاتردید مردانِ راہِ خدا میں سے ہیں، راہِ حقیقت کے جملہ آداب و رسوم سے واقف ہیں اور ان کی تحصیل انھوں نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر کی ہے۔ اپنے ہاتھ سے آپ نے کنواں کھود رکھا ہے اور خود ہی اس سے پانی نکال کر وضو کرتے ہیں۔ آپ کا سن شریف اب سو کے لگ بھگ ہے، اب چونکہ پیری کا غلبہ ہے ہیزم کشی کا کام نہیں کر سکتے تاہم گذر اوقات کے لیے اب بھی ہنڈیاں (دیگدان) بنا کر فروخت کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے انھیں سلام پہنچائیں اور کہیں کہ ہم نے مکان کی بنیاد رکھ دی ہے، اب دعا کریں مکمل ہو جائے، ساتھ ہی نصیحت کی کہ اُن کے ساتھ زیادہ چاپلوسی اور تواضع سے پیش نہ آنا، اور نہ ہی طلب و اعتقاد کے اظہار میں مبالغے سے کام لینا، ورنہ وہ تمھارے واقف نہیں بنیں گے۔" (زاد ورق ۸۶ ب)

حضرت محدّث مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ روضۂ اقدس نبوی کے سامنے بیٹھے گدڑی سی رہے تھے۔ حضرت محدّث نے سلام کیا اور پاس بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: اگر کوئی کام ہے تو بیٹھ جاؤ۔ حضرت محدّث نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ مجھے شیخ متقی نے بھیجا ہے۔ شیخ متقی کا نام سنتے ہی میاں خدا بخش کی سرد مہری کا انداز گرم جوشی میں بدل گیا اور آپ حضرت محدّث سے بڑے اخلاص اور تپاک سے پیش آئے۔ حضرت محدّث لکھتے ہیں کہ بعدازاں کبھی کبھار ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ لوگ مجھے دیکھ کر حیران ہوتے کہ یہ کس کام سے اس درویش کے پاس آتا ہے۔ سوائے ایک رومی الاصل شخص کے جو مدینہ منورہ سے باہر واقع ایک مدرسے کا امام، معلم اور فقیہہ تھا کوئی بھی اُن کے بھید سے واقف نہ تھا۔ اس عالم کا بیٹا بتاتا تھا کہ میرا باپ کبھی کبھار اس بوڑھے شخص کے پاس آتا ہے، اس کی بڑی تعریف کرتا ہے اور کہتا

ہے کہ بوڑھا شخص بڑا تجربہ کار اور عارفان روزگار میں سے ہے۔

ایک دفعہ حضرت مُحدّث بیمار پڑ گئے تو میاں خدا بخش آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت مُحدّث کا قیام ان دنوں مسجد نبوی کے باب السّلام سے متصل ایک عمارت میں تھا۔ میاں خدا بخش رخصت ہونے لگے تو حضرت مُحدّث بھی ساتھ ہو لیے۔ دونوں مسجد نبوی میں آئے، میاں خدا بخش نے حضرت مُحدّث کو اپنی دعاؤں سے نوازا اور فرمایا: آج تمھاری تقریب سے ہم بھی آنحضرت ﷺ کے حضور میں حاضری سے مشرف ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کا ثواب تمھارے نامہ اعمال میں ثبت ہوگا۔

ایک دن سماع کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی حضرت مُحدّث کا بیان سن کر فرمانے لگے: اللہ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے جو نامرادوں کو مراد تک پہنچاتے ہیں اور بے کسوں کو حیثیت بخشتے ہیں، پھر حضرت مُحدّث سے مخاطب ہو کر بولے تم یہاں کے خزائن و جواہرات کو تاراج کرنے آئے ہو۔ اللہ کرے تم ہمیشہ آباد رہو! (زاد: ورق ۲۶ ب)

۲۰۔ شیخ ابوبکر خطاب

آپ مشاہیر مشائخ مکہ معظمہ میں سے تھے۔ آپ کی دعائیں بڑی جلدی قبول ہوتیں۔ ایک دفعہ امساک باراں کے زمانے میں تمام اکابر و مشائخ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس دعا کی۔ شیخ عبدالوہاب متقی کی جانب سے حضرت مُحدّث آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ''زاد المتقین'' میں مرقوم ہے۔ ''شیخ بجائے خود مارا فرستادند''۔ (زاد: ورق ۷۰)

شیخ ابوبکر خطاب نے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

قَدِ استُحِیتُ اِلیٰ تَمطُرُونَ اِن شَاءَ اللّٰہِ تَعَالیٰ فِی عَرَفَاتِ (زاد: ورق ۷۰)

حضرت مُحدّث نے واپس آ کر سارا ماجرا شیخ متقی کی خدمت میں عرض کیا۔ اس واقعے کے چار پانچ ماہ بعد حج کے موسم میں جب سب منیٰ کی طرف جا رہے تھے تو شیخ متقی نے فرمایا، یاد ہے تمھیں، شیخ ابوبکر خطاب نے عرفات میں نزول باراں کی خبر دی تھی۔ بارش کے سارے اسباب مہیا کر لو کہ ان کی خبر درست ہے۔

استدراک

حرمین شریفین سے مراجعت کے بعد حضرت مُحدّث دہلوی نصف صدی سے کچھ اوپر تک بقیدِ حیات رہے اور آخری دم تک آپ کی علمی مصروفیات اور تحقیقی انہماک میں فرق نہ آیا۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس دور کے ذرائع رسل و رسائل بڑے ابتدائی اور انتہائی سست قسم کے تھے تو بھی یہ باور نہیں ہوتا کہ آپ کے روابط ہندوستان پہنچ کر اہل حجاز کے ساتھ بالکلیہ منقطع ہو گئے ہوں گے۔ اس سلسلے میں معاصر تاریخین اور تذکرے خاموش ہیں اور آپ کی اپنی تحریریں بھی، جن تک ہماری دسترس ہے، کوئی رہنمائی نہیں کرتیں۔ ستمبر ۱۹۷۰ء میں راقم کو حضرت مُحدّث کے اخلاف میں سے ایک انتہائی شریف النفس بزرگ جناب سلیم الحق حقی (مرحوم) ساکنِ لاہور، کے ہاں، رسالہ درحالِ وفات حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی کے عنوان سے ''محمد اکرام الدین بن مولوی نظام الدین بن مولوی محبّ الحق بن نورالحق بن محبّ اللہ بن نوراللہ بن مخدوم نورالحق بن سیّدنا و مولانا عبدالحق مُحدّث دہلوی قدس سرہ'' کے ہاتھ کا کتابت کردہ ایک انتہائی فرسودہ سا قلمی نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مصنّف کا نام معلوم نہیں لیکن اس نے حضرت مُحدّث کی وفات کے آخری ایام کے حالات کافی تفصیل سے رقم کیے تھے۔ ذیل میں ہم اس رسالے کے ایک اقتباس کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں، جس میں نہ صرف آپ کے علمی انہماک کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے روابط مرتے دم تک علما و فقرائے حجاز کے ساتھ برقرار رہے۔ آپ نے ۲۳ ربیع الاوّل ۱۰۵۲ھ/۲۲ جون ۱۶۴۲ء کو انتقال فرمایا۔ رسالہ درحالِ وفات میں ۲۱ ربیع الاوّل کے حالات کے ضمن میں مرقوم ہے:

...صبح ضعف سے افاقہ تھا، شوربا مانگا اور تناول فرمایا۔ سارا دن یہی کیفیت طاری رہی۔ اسی حالت کے آغاز میں فضائل مآب شیخ محمد اور مولانا حیدر کہ اہلِ علم و صلاح ہیں، اور آپ کی صحبت و ارشاد کے فیض سے بھی مشرف ہیں، تشریف لائے۔ فرمایا کہ مجھے اُٹھاؤ، ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ علوم و معارف اور حقائق و احوال مشائخ کا دیر تک ذکر کرتے رہے۔ جب میں نے دیکھا کہ کافی دیر بیٹھ چکے ہیں تو عرض کیا کہ عزیزوں کو رخصت فرمائیے۔ ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ پڑھی اور ان کو رخصت کی اجازت دی۔ پھر

آرام سے سو گئے ۔ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ شیخ محمد عربی جو اہلِ فضل و کرامت تھے، مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ سے وارد ہوئے ۔ چونکہ مہمان بڑے ارجمند اور اہلِ فضل تھے، آپ کو نیند سے بیدار کیا گیا۔ بیٹھنے کی قوت نہیں تھی اس لیے لیٹے رہے۔ سب سے پہلے محمد عربی نے اپنے اشتیاق کا اظہار کیا اور کہا کہ ناچیز مکہ معظمہ سے اس ارادے سے آیا ہے کہ خدمتِ اقدس میں حضور پاکر صحبت شریف سے فیوض و برکات حاصل کرے۔ آپ ان سے عربی میں گفتگو کرتے رہے۔ وہ جو کچھ بھی پوچھتے آپ تسلی بخش جواب دیتے۔ کافی دیر تک صحبت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ گفتگو کے دوران کبھی کبھی آنکھیں بند کر لیتے۔ اس کے بعد شیخ مذکور نے بتایا کہ میں نے رفع سبابہ کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے، جو بہت جامع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ علی متقی نے بھی اس بارے میں رسالہ لکھا ہے۔ شیخ نے کہا کہ اس کو بھی میں نے شامل کیا ہے۔ پھر ناچیز سے کہا کہ مشکوٰۃ کی عربی شرح میں، جو اس کا تفصیل سے ذکر ہے وہ ان کو دکھاؤ۔ جب کتاب لائی گئی تو فضائل مآب شیخ ابوالرضا سے، جو آپ کے نبیرہ ہیں، فرمایا کہ نکال کر پڑھو۔ جب پڑھا گیا تو شیخ نے اس شرح کی نسبت اظہار شوق کیا۔ فرمایا: ان شاء اللہ... چونکہ ضعف کا غلبہ تھا دونوں ہاتھ فاتحہ کے لیے اُٹھائے اور ان کو رخصت کیا۔ اس ناچیز نے قدرے مٹھائی اور خشک پھل سے ان کی تواضع کی اور خانقاہ کے دروازے تک ان کو رخصت کرنے گیا۔ جب واپس لوٹا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تو نے ان کو کیا پیش کیا، عرض کیا کہ مٹھائی اور پھل، فرمایا کہ بہت اچھا کیا، ہمارے معزز و محترم مہمان تھے، خداوند تمھیں نیکی دے!!!۔

☆☆☆

[بشکریہ ماہنامہ ''سیارہ'' لاہور]

مضامینِ ڈاکٹر عارف نوشاہی

- شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے مزار پر حاضری
- اخبار الاخیار کے ایک قلمی نسخے کی تاریخ کتابت کا معما
- شیخ مُحدّث پر نئی اُردو کتاب

ڈاکٹر عارف نوشاہی

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے مزار پر حاضری

مارچ ۱۹۸۸ء میں مجھے بھارت جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے پاس دو شہروں کا ویزا تھا۔ پہلے علی گڑھ گیا، پھر دہلی آیا۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کو ''حضرت دہلی'' اور ''قبۂ اسلام'' کہا ہے(۱) اور حقیقت بھی یہی ہے۔ دہلی کو دیکھ کر اِس علاقے میں مسلمانوں اور اسلام کی شوکت و عظمت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ لیکن یہ سب گزشتہ تاریخ کے مناظر ہیں۔ دہلی میں قدم قدم پر مزارات، مساجد اور اسلامی تہذیب سے وابستہ عمارات ملتی ہیں لیکن ان پر ایک ویرانی سی چھائی ہوئی ہے۔

دہلی میں میرا قیام خواجہ حسن ثانی نظامی مدظلہ العالیٰ کے مہمان خانہ میں تھا۔ ۱۲ مارچ کو وہ مجھے اپنے مریدوں کے ساتھ دہلی کی بستی مہرولی لے گئے۔ یہاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حمید الدین ناگوری، اور دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں۔ میں نے وہاں فاتحہ خوانی کی۔ خواجہ حسن ثانی نظامی اور ان کے ہمراہ مریدوں نے تمام قبور پر سجدۂ تعظیمی کیا! مہرولی سے ہم سب لوگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے۔ یہ قبر ایک پرانے باغ میں واقع ہے۔ اس

۱۔　امیر خسرو کے اشعار یہ ہیں:

حضرت دہلی کنف دین و داد　　جنت عدنست کہ آباد باد

قبۂ اسلام شدہ در جہان　　بستۂ او قبۂ ہفت آسمان

قدیم باغ کا ایک حصّہ اب بھی باقی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مٹی کے ایک قدرے بلند ٹیلے پر واقع ہے۔ جس کے احاطے میں داخل ہونے کے لیے کچھ سیڑھیاں طے کر کے اُوپر پہنچے۔ مزار کی عمارت پر سفید چونا لگا ہوا تھا اور دیواروں کے نچلے حصّے پر جو زمین سے متصّل تھا سبز رنگ لگا ہوا تھا۔ مزار کے پہلو میں ایک مسجد بھی ہے۔ یہ دونوں عمارتیں شیخ کے مقام کے شایانِ شان تو نہ تھیں، لیکن یہی غنیمت تھا کہ مزار کے آثار اب تک باقی چلے آ رہے ہیں۔ مزار کی عمارت کے باہر (احاطہ میں) بہت سی قبریں ہیں جن پر کوئی نشان اور کتبہ نہ تھا۔ یقیناً ان میں سے بہت سی قبریں شیخ کے اخلاف و اولاد کی ہوں گی۔

مزار پر فاتحہ خوانی کی۔ اِسی موقع پر خواجہ حسن ثانی نظامی نے مزار کے سرہانے بیٹھ کر عبدالحق فرہان دہلوی کی دستار بندی کی۔ فرہان دہلوی پچیس سالہ نوجوان ہیں جو اپنے والد تسنیم الحق دہلوی کی وفات کے بعد آج ہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی درگاہ کے سجادہ نشین بن رہے تھے اور یہ رسم خواجہ حسن ثانی نظامی کے ہاتھوں ادا ہوئی۔ تسنیم الحق رحمۃ اللہ علیہ بھی درگاہ محدث دہلوی کے سجادہ نشین تھے۔ پاکستان کے معروف شاعر اور محقق اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے نسبت رکھنے والے شان الحق حقّی صاحب نے تسنیم الحق کی وفات پر یہ قطعہ لکھا جو وہاں پڑھا گیا:

پیکر مہر و محبت تسنیم
صاحبِ خلق و شرافت تسنیم
ساکن باغ ارم ہیں الحق
<u>سالک راہ سلامت تسنیم</u>

۸ ۰ ۴ ۱ ھ

میں نے شیخ کے مزار سے رخصت ہوتے وقت وہاں سے ایک ''ٹھیکری'' (۱) اُٹھائی اور تبرک کے طور پر اپنے ساتھ لایا۔ جو اب بھی میرے پاس موجود ہے۔

☆☆☆

۱۔ ''ٹھیکری'' پنجابی زبان کا لفظ۔ مٹی کے پختہ برتنوں کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔ شیخ کا مزار ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں میرے خیال میں نیچے کوئی آبادی مدفون ہے اور یہ ٹکڑے اِسی آبادی کے برتنوں کے تھے۔ یہ مضمون ۶/ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو لکھا گیا۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی

اخبار الاخیار کے ایک قلمی نسخے کی تاریخ کتابت کا معمّا

پروفیسر ڈاکٹر شریف حسین قاسمی (شعبۂ فارسی، دہلی یونی ورسٹی) نے اپنے ایک مضمون ''چند اہم ترقیمے'' (مشمولہ: ترقیمے، مہریں، عرض دیدے، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۸ء، صفحہ ۱۶۸) میں سالار جنگ لائبریری اینڈ میوزیم، حیدرآباد دکن میں محفوظ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف اخبار الاخیار کے ایک قلمی نسخے بخطِ نستعلیقِ خفی کا یہ ترقیمہ نقل کیا ہے:

''محرم المکرّم سنہ ۸۰۱۰، روز پنج شنبہ، وقت ظہر در ماپور تمام شد''۔

پروفیسر قاسمی صاحب کا کہنا ہے کہ ہمیں اِسے ۸۱۰ پڑھنا ہوگا اور اس طرح یہ نسخہ خود مؤلفِ کتاب کی حیات سے نزدیک زمانے سے متعلق سمجھا جائے گا۔ ساتھ ہی پروفیسر قاسمی صاحب راہ نمائی کے خواستگار ہوئے ہیں۔

اوّلاً پروفیسر قاسمی صاحب کا یہ کہنا کہ ۸۱۰ھ کا سن مصنفِ کتاب کی حیات سے نزدیک تر ہے، کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ شیخ کا زمانۂ حیات ۹۵۸-۱۰۵۲ھ ہے اور پروفیسر صاحب نے خیال نہیں فرمایا کہ اس سنہ کو ۸۱۰ھ پڑھنے سے مسئلہ حل نہیں ہوا۔ میری ناچیز رائے میں یہ عدد ۱۰۸۰ھ پڑھا جانا چاہیے، اس سے کوئی تاریخی اُلجھاؤ پیدا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ خود قاسمی صاحب نے اپنے محولہ بالا مضمون میں پروفیسر امیر حسن عابدی کے ایک مقالے کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض ہندسے دائیں سے بائیں پڑھے جائیں گے لہٰذا یہاں بھی وہی قاعدہ کارفرما ہوگا۔

☆☆☆

ڈاکٹر عارف نوشاہی

شیخ محدث دہلوی پر نئی اُردو کتاب

ہندوستان میں چھپنے والی کتب پاکستان میں دیر سے پہنچتی ہیں یا اصلاً پہنچتی ہی نہیں۔ بعض اوقات تو خبر ہی نہیں ہو پاتی کہ وہاں کیا شائع ہو رہا ہے۔ اگرچہ دہلی سے شائع ہونے والا پرچہ اُردو بک ریویو (ماہنامہ) تازہ ہندوستانی مطبوعات سے آگاہی کا ایک اچھا ذریعہ ہے، لیکن نہ تو یہ پرچہ باقاعدگی سے ملتا ہے اور نہ ہی سب کتابوں کا اس میں تعارف چھپتا ہے۔ بہ ہر حال کتابوں کے شائقین کو اِدھر اُدھر سے مختلف ذرائع سے باخبر رہنا پڑتا ہے۔

بارے، جولائی۔ اگست ۲۰۰۳ء میں راقم السطور تہران گیا تو وہاں بنیاد دائرۃ المعارف اسلامی، تہران کا کتب خانہ دیکھنے بھی گیا۔ معلوم ہوا کہ حال ہی میں جناب اکبر ثبوت مرکز تحقیقات فارسی دہلی میں اپنی دو سالہ خدمت مکمل کر کے واپس تہران پہنچے ہیں اور اپنے ساتھ جو کتابیں ہندوستان سے لائے ہیں وہ اِس کتب خانے کو دے دی ہیں۔ اکبر ثبوت صاحب اب سے کوئی بیس سال پہلے مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد میں بھی رہ چکے ہیں اور ان کے عمدہ ذوقِ کتب خوانی اور کتاب شناسی سے میں داتی طور پر واقف تھا۔ انھیں برصغیر کے مسائل سے بھی دل چسپی ہے۔ حال ہی میں ان کی تصنیف کردہ ایک فارسی کتاب تہران سے شائع ہوئی ہے جو برصغیر کے

اُن علماء (اہلِ سنت و جماعت، شیعہ) کا تذکرہ ہے جو ایرانی شیعی فیلسوف مُلّا صدرا شیرازی کے فلسفے اور فکر سے متاثر تھے اور برصغیر میں اِس فکر کی توسیع کے لیے کام کیا ہے۔ اکبر ثبوت صاحب سے اس شناسائی کے پس منظر میں مجھے توقع تھی کہ وہ خوب علمی کتابیں اپنے ساتھ ہندوستان سے لائے ہوں گے۔ یہ کتابیں ایک بڑی میز پر رکھی تھیں اور ابھی داخلِ کتب خانہ نہیں ہوئی تھیں۔ کتابدار نے اسی وجہ سے ایک انتباہ ''دست نزنید'' (ہاتھ مت لگایئے) لکھ کر کتابوں کے اوپر رکھا تھا۔ لیکن میں نے اِس انتباہ کو نظر انداز کرتے ہوئے کتابوں کو اِس طرح دیکھنا شروع کیا کہ کتاب دار کی ترتیب بھی خراب نہ ہو اور میرا اشتیاق بھی پورا ہو جائے۔ یہ عربی، فارسی، اُردو، انگریزی کتابیں تھیں جو حالیہ چند برسوں میں ہندوستان میں شائع ہوئی ہیں۔ اس ڈھیر میں بہت سی کتابیں پہلی دفعہ میری نظر سے گذریں بلکہ میرے علم میں آئیں اور میں نے جلدی جلدی ان کے بارے میں یادداشتیں لکھنا شروع کیں۔ اِس جلدی کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ کتابدار کا اِدھر رُخ ہوا تو ناک بھنویں چڑھائے گا کہ بلا اجازت کیوں کتابوں کو اُلٹ پلٹ رہا ہوں، دوسرا یہ کہ اس وقت دوپہر کا ایک بج رہا تھا اور مجھے تین بجے وہاں سے نکل کر پاکستان واپسی کا سفر اختیار کرنا تھا اور ریلوے اسٹیشن جانا تھا۔ دو گھنٹوں میں کافی کتابوں کے بارے میں یادداشتیں لکھ لیں۔ یہاں ''المصداق'' کے قارئین کے لیے صرف ایک کتاب کا تعارف اس خیال سے پیش کر رہا ہوں کہ شاید اُن کے لیے یہ اطلاع نئی ہو:

''یہ اُردو کتاب 'حیات و علمی خدمات شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مؤلفہ ڈاکٹر علیم اشرف خان ہے جو اسلامک ونڈرس بیورو، دہلی نے ۲۰۰۱ء میں شائع کی۔ متن کے ۱۷۱ صفحات کے علاوہ ۳۴ صفحات حضرتِ شیخ کی تصانیف کے مخطوطات مخزونہ رضا لائبریری، رام پور کے عکسیات پر مشتمل ہیں۔ یہ عکسیات قلمی نسخوں کے اوّل و آخر سے لیے گئے ہیں۔ جن تصانیف کے نسخوں کے عکس شامل کیے گئے ہیں، ان کے نام یہ ہیں: تکمیل الایمان، مطلع الانوار البہیہ فی الحلیۃ النبویۃ، اشعۃ اللمعات، رسالہ حرمت سرود و مزامیر، رسالہ اعتراضات (بر حضرت مجدد الف ثانی)، مجموعۃ الرسائل والکاتیب، آداب الصالحین، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری، جامع البرکات شرح مشکات، اخبار الاخیار''۔

[پس نوشت بہ صورت مکتوب بنام شاہ انجم بخاری، ۲۲ مئی ۲۰۰۴ء، مُرتّب]

ہندوستان میں شائع ہونے والی ایک اور اُردو کتاب جس میں حضرت محدث دہلوی کے حالات شامل ہیں:

''دہلی کے مشائخ کی ادبی خدمات، تصنیف ریحانہ فاروقی، شائع کردہ اُردو اکادمی، دریا گنج، دہلی، ۱۹۸۸ء''۔

اس میں خواجہ نظام الدین اولیا، امیر خسرو، شیخ عبدالحق، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کے حالات ہیں۔

☆☆☆

مولانا محمد انور علی فریدی سہیل ☆

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور تکمیل الایمان

ہندوستان کے جن علمائے ربانیین نے علوم اسلامیہ بالخصوص حدیث اور فقہ کی بیش بہا خدمات انجام دیں ان میں تین علماء کے نام سرفہرست ہیں: حضرت مولانا رضی الدین سخانی بدایونی، (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۲) رحمہم اللہ۔

☆ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ آبادانیہ، محلہ کمان گراں بدایوں شریف، یوپی۔

۱۔ مولانا رضی الدین حسن سخانی بدایونی پہلے ہندوستانی محدث ہیں۔ آپ سلطان شہاب الدین محمد غوری کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے سے تقریباً دس سال قبل بدایوں شریف میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی آپ کے تبحر علمی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''جب بدایوں کا یہ عظیم المرتبت فرزند بغداد پہنچا تو بڑے بڑے عالموں کی گردنیں اس کے آگے جھک گئیں''۔

مولانا سخانی نے بخاری شریف کی ۷۲۷۵ اور مسلم شریف کی بارہ ہزار احادیث سے ۲۲۴۶ متفق علیہ قولی احادیث کا انتخاب کیا اور حدیث کی ایک کتاب مرتب کی اور اس کا نام ''مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ'' رکھا اس طرح مشارق الانوار صحیحین (بخاری ومسلم) کی ۲۰۰۰ قولی احادیث کا منتخب مجموعہ ہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کو مشارق الانوار کی تمام احادیث زبانی یاد تھیں۔ شیخ الشیوخ العالم حضرت بابا فرید

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور ۲۲/ ربیع الاوّل ۱۰۵۲ھ کو دہلی میں ہی وفات پائی۔ آپ نے ۹۴ برس کی عمر پائی۔ والد کا نام سیف الدین قادری تھا وہ اپنے وقت کے بڑے عالم شاعر اور درویش تھے۔ حضرت شیخ ابتداء میں اپنے والد سے بیعت بعد میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی، حضرت شیخ موسیٰ گیلانی اور حضرت خواجہ باقی

الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشارق الانوار میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں وہ سب صحیح ہیں اگر کسی حدیث میں مولانا کو مشکل پیش آتی تو اسی رات خواب میں حضرت رسالت مآب ﷺ کو دیکھتے اس حدیث کو آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کرتے۔ نبی کریم ﷺ اس کی تصحیح فرمادیتے تھے۔ (راحت القلوب گیارہویں مجلس ۵/شوال ۶۵۵ھ)

مولانا کا وصال ۹/ شعبان ۶۵۰ھ کو ہوا۔

۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بدھ کے دن ۴/ شوال ۱۱۱۴ھ (۲۱/ فروری ۱۷۰۳ء) کو پیدا ہوئے اور ۳۰/محرم ۱۱۷۶ھ (۲۱/ اگست ۱۷۶۲ء) کو وصال فرمایا۔ دہلی کے مشہور فاروقی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ بہت بڑے عالم، فقیہ، محدث اور بزرگ تھے۔ آپ کے صاحبزادگان حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ اپنے وقت کے بڑے عالم اور محدث تھے۔ اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی سے علم حدیث وفقہ حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت شیخ ابراہیم کردی اور شیخ ابوطاہر مدنی اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور حدیث کی سند حاصل کی۔ مولانا عبدالحی رائے بریلوی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں:

> ''علامہ فضل حق فرزند علامہ فضل امام خیرآبادی الور میں تھے اور ان کے ہاتھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف 'ازالۃ الخفاء' تھی وہ فرما رہے تھے جس شخص نے یہ کتاب تالیف کی ہے وہ ایسا بحر ذخار ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا۔ ان پر رد وقدح کرنے والا ایسا غبی اور جاہل ہے کہ اس کے اچھے ہونے کی اُمید نہیں ہے۔ مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی کا قول ہے کہ شاہ ولی اللہ مثل شجر طوبیٰ ہیں جس کی جڑ شاہ ولی اللہ کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں مسلمانوں کے گھروں میں۔ مسلمانوں کا کوئی گھر اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اس مبارک درخت کی شاخ نہ پہنچی ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دہلی میں اس دور میں درس حدیث کی مسند بچھائی جس دور میں حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کا سلسلہ درس حدیث تقریباً ختم ہوگیا تھا اور یہ چراغ آخری سانس لے رہا تھا۔ شاہ صاحب نے اس سلسلہ کو دوبارہ جاری کیا اور اس چراغ کو روشنی بخشی۔ آپ کے صاحبزادگان نے اسے مزید جلا بخشی اور اس چراغ کی روشنی دوبالا ہوگئی اس چراغ سے نہ جانے کتنے چراغ روشن ہوئے الحمدللہ یہ سلسلہ جاری ہے''۔

باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جس دور میں پیدا ہوئے وہ اسلام شاہ سوری کا دورِ حکومت تھا اس زمانہ میں مہدوی تحریک زوروں پر تھی۔ آپ نے چھوٹی عمر یعنی بیس سال سے کم عمر میں فراغت حاصل کرلی تھی اور قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ مزید علم حاصل کرنے کے لیے حجاز گئے اور اس وقت کے سب سے مشہور عالم شیخ عبدالوہاب متقی سے مکہ مکرمہ میں علم حاصل کیا اور حدیث کی سند حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے مدینہ منورہ میں آپ نے حضور ﷺ کی شان میں فارسی میں قصیدہ کہا۔ حضرت شیخ کی دلی تمنا تھی کہ عمر کا بقیہ حصہ حرمین شریفین میں گزرے۔ اس تمنا کا اظہار اپنے اُستاد حضرت شیخ عبدالوہاب متقی سے کیا۔ شیخ متقی نے فرمایا کہ آپ ہندوستان جائیں اور وہیں سکونت اختیار کریں۔ استاد کے بار بار کہنے پر آپ ہندوستان آئے۔ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔ آپ نے خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی طرف سے حدیث کا درس دینے کا اشارہ ہے۔ حضرت شیخ کے اُستاد نے اسی وجہ سے آپ کو ہندوستان جانے کی ہدایت فرمائی تھی۔

حضرت شیخ محدث دہلویؒ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان آئے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں "ولعل المملوک قد تشرف بکم فی ذالک المقام بل قد یظن انہ جاء فی المراکب الہندیہ سنۃ الف۔ (المکاتیب والرسائل)" اور یہ غلام شاید اس مقام شریف میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے بلکہ ایسا خیال ہوتا ہے کہ ۱۰۰۰ھ میں آپ ہی کے ساتھ ہندوستانی کشتیوں پر واپس آیا"۔ شیخ عبدالوہاب متقی نے رخصت کرتے وقت حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ایک پیراہن مبارک عنایت کیا اور ہدایت کی کہ:

"بے کار نباشد واز یجانب امداد انوار ان شاء اللہ متوالی خواہد بود"

حجاز سے واپسی پر حضرت شیخ نے ایسے دور میں جب کہ علم حدیث شمالی ہندوستان میں ختم ہو چکا تھا دہلی میں مسند درس وارشاد بچھائی۔ شمالی ہندوستان میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا

جہاں سے شریعت وسنت کی آواز بلند ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ نے ہندوستان میں علم حدیث کی وہ خدمت انجام دی جو آپ سے پہلے کسی محدث نے نہ دی تھی انھی خدمات کی وجہ سے آپ امام المحدثین کہلائے۔

حضرت شیخ جس دور میں ہندوستان واپس آئے وہ جلال الدین محمد اکبر کا دور تھا۔ یہاں کے اسلامی ماحول میں خرابی پیدا ہوگئی تھی ایک طرف مہدوی تحریک کا زور تھا دوسری طرف اکبر اور اس کے نورتن دین الٰہی کے پھیلانے میں مصروف تھے۔ ابتدائی زمانے میں اکبر مذہب کا پابند تھا شریعت کا پورا احترام کرتا تھا پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھتا تھا اور اس کی تلقین بھی کرتا تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے:

''ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در درباری گفتند'' (منتخب التواریخ صفحہ ۳۲۵)

اس نے ۱۵۷۵ء میں ایک عبادت خانہ تعمیر کرایا جس میں علماء کو مختلف دینی مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کی دعوت دی مگر علماء آپسی جھگڑوں میں پڑ گئے اور عبادت خانہ کو دنگل بنادیا۔ اگر ایک عالم کسی چیز کو حرام قرار دیتا تھا تو دوسرا کسی نہ کسی دلیل سے اسے جائز قرار دیتا تھا۔ اکبر علماء کی بہت عزت کرتا تھا۔ شیخ عبدالنبی جن سے کبھی اکبر کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کے جوتے خود اُٹھاتا تھا ایک مرتبہ عبادت خانہ میں اکبر نے بحث ومباحثہ کے دوران ان کے منہ پر چانٹا مارا۔ اپنے زمانے کے وہ علماء جن کو امام غزالی ورازی سے بہتر تصور کرتا تھا جب ان کا چھچھوراپن دیکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہوگیا۔ علماء کے جھگڑوں سے تنگ آکر ۱۵۷۹ء میں اس نے ایک محضر نامہ جاری کیا جسے ملا مبارک ناگوری نے مرتب کیا تھا اس محضر نامہ میں اعلان کیا گیا کہ:

''مرتبہ سلطان عادل عنداللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است''

عبادت خانہ کا دروازہ ہر مذہب وملت کے لیے کھول دیا گیا تھا۔ اکبر کو علمائے اسلام سے پہلے ہی نفرت ہوچکی تھی۔ جب غیر مذاہب کے عالموں نے اس کے دل ودماغ میں اسلام کے متعلق شبہات پیدا کئے تو علماء کا کوئی طبقہ ایسا نہ تھا جو ان شبہات کو رفع کرتا۔ اکبر کا ذہن متاثر ہوا اس نے ایک نیا مذہب دین الٰہی ایجاد کیا۔ جو مسلمان عالم دربار میں تھے بادشاہ کی ہم زبانی میں انھیں

اپنی فلاح دکھائی دی۔ انہوں نے اس کی ہر ایجاد اور بدعت کو جائز قرار دیا۔ دربار اکبری بدعات کا مرکز بن گیا تھا۔ دین کی ہر بات عقل کی ترازو پر تولی جاتی تھی۔ ائمہ مجتہدین پر تنقید کی جاتی تھی۔ ائمہ مجتہدین کا کوئی قول پیش کیا جاتا تو ابوالفضل اس کے جواب میں کہتا حلوائی فلاں کفش دوز اور فلاں چمڑے والے کے قول سے تم مجھ پر حجت قائم کرتے ہوئے (منتخب التواریخ)۔ دربار میں کھلم کھلا فقہی مسائل اور شعار اسلامی کا مذاق اُڑایا جاتا تھا۔ معراج کو خلاف عقل ثابت کرنے کے لیے اکبر بیٹھے بیٹھے یکایک ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا اور کہا:

''ایں معنی را عقل چہ گونہ قبول کند کہ شخصے در یک لحظہ با گرانی جسم از خواب بآسمان رود''۔

[جناب خلیق احمد نظامی نے دربارِ اکبری کے ماحول کی جو تصویر کشی کی ہے، اور خلاف شرع امور کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ ملخصاً نقل کی جاتی ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال لی جائے تو مجملاً ماحول کا اندازہ ہو جائے گا۔]

(۱) تمام مذہب اسلام نامعقول اور اس کے ایجاد کرنے والے اور بنانے والے عرب کے وہ چند بدو مفلس قرار پائے جو سب کے سب مفسد اور راہزن تھے۔ شاہنامہ کے وہ شعر جن کو فردوسی نے بیان کیا ہے بطور سند پیش کیے جاتے تھے۔ (۲) اکابرین کے ہر رکن اور اسلامی عقائد خواہ ان کا تعلق اُصول سے ہو یا فروع سے مثلاً ثبوت، دیدار الٰہی، عالم کی تکوین، حشر و نشر وغیرہ وغیرہ کے متعلق تمسخر اور ٹھٹھے کے ساتھ طرح طرح کے شبہات پیدا کیے جانے لگے۔ (۳) دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اعلانیہ نماز ادا کرے۔ (۴) آفتاب کی عبادت دن میں چار وقت صبح شام دوپہر اور آدھی رات میں لازمی طور پر کرتے تھے۔ (۵) وہ قشقہ لگاتے تھے (۶) اسلام کے توڑ پر سور اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ قرار دیا گیا اور شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور رکھے جاتے تھے۔ صبح سویرے اس کو دیکھنے کو بادشاہ عبادت خیال کرتا تھا۔ اکبر کے دربار کا یہ ماحول عوام کی زندگی پر بھی اثر انداز اور اعتقاد و عمل کے گوشے گوشے میں شکوک و شبہات کا زہر سرایت کر گیا تھا۔ (حیات شیخ عبدالحق)

مہدوی تحریک اور دین الٰہی کے اثر نے عوام کے ایمان میں خرابی پیدا کردی تھی۔عوام کے ایمان میں خرابی اور عقائد میں شک وشبہات سے حضرت شیخ کو فکر ہوئی۔آپ نے اس خرابی کو دور کرنے،عقیدے کو صحیح کرنے اور ایمان کی تکمیل کے لئے آسان فارسی زبان میں ایک عمدہ رسالہ (مختصر کتاب) تکمیل الایمان لکھا۔اس کتاب کا پورا نام "تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان" ہے۔علم کلام (عقائد) میں یہ ایک بہت عمدہ اور جامع کتاب ہے گرچہ ضخامت کے اعتبار سے کم ہے۔حضرت شیخ نے ایمان کی تکمیل کے لیے اس میں ساری ضروری باتیں مختصر اور دل نشین انداز میں بیان کی ہیں۔علم کلام میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں جن میں بعض مختصر ہیں اور بعض ضخیم۔علامہ سعید الدین تفتازانی نے عقائد نسفی کی شرح عقائد نسفی لکھی جن میں تفصیل سے عقائد پر بحث کی ہے۔حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی نے قواعد العقائد، کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد تصنیف کی جس میں متکلمین کے علم کا خلاصہ ہے۔کچھ کتابیں اس موضوع پر ایسی ہیں جو صرف علماء کے دیکھنے اور سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔حضرت شیخ کے زمانے تک کوئی ایسی کتاب نہ تھی جو عام فہم ہو اور عوام کو آسانی سے عقائد کے مسئلے سمجھا سکے۔

انسان کو کسی شے کا علم ہونا اور پھر بلا شک وشبہ اس کا دل سے صحیح ماننا اور یقین کرنا عقیدہ کہلاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اس کے تمام رسولوں، آسمانی کتابوں، ملائکہ اور قیامت کو برحق جاننا، زبان سے اس کا اقرار کرنا اور دل سے یقین کے ساتھ تصدیق کرنا ایمان ہے۔دل سے یقین اور تصدیق کے بغیر صرف زبان سے اقرار منافقت ہے۔عقیدے کا مسئلہ نازک اور اہم ہے ہر چیز کا دارومدار عقیدے پر ہے اگر عقیدہ صحیح ہے تو سب کچھ صحیح ہے اور اگر عقیدہ درست نہیں تو ایمان بھی سلامت نہیں۔اگر عقائد کی درستگی کے ساتھ عبادت اور نیک عمل کیا جائے تو اس کا اجر وثواب ہے ورنہ کچھ نہیں۔دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم مولانا اشرف علی تھانوی سے کسی نے علامہ شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کے عقائد کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا۔مولانا تھانوی نے کفر کا فتویٰ دیا۔مولانا امین احسن اصلاحی ناظم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کا ایک مکتوب پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔یہ مکتوب مولانا تھانوی کے خلیفہ اور مشہور انشاء پرداز

اور ادیب مولانا عبدالماجد دریابادی نے مولانا تھانوی کی سوانح حیات ''حکیم الامۃ'' صفحہ ۴۷۵ پر نقل کیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہوگیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں جب کہ مدرسہ انھی دونوں کا مشن ہے اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسۂ کفر و زندقہ ہے۔ یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسے کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔'' (حکیم الامۃ صفحہ ۴۷۵)۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے مولانا امین احسن اصلاحی کا خط موصول ہونے کے بعد ایک معتمد کی حیثیت سے مولانا تھانوی کو مفصل خط لکھا جس میں مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کی طرف سے صفائی پیش کرتے ہوئے ان کی عبادت، ریاضت، نمازِ تہجد اور ان کے زہد و تقویٰ کو ان کے اسلام و ایمان کے ثبوت میں پیش کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ایسے متدین لوگوں کے خلاف کفر کا فتویٰ حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ مولانا تھانوی نے جواب میں لکھا:

''یہ سب اعمال و احوال ہیں عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد و اعمال و احوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال و احوال جمع ہوسکتا ہے''۔ (حکیم الامۃ صفحہ ۴۷۶)

تکمیل الایمان کے دیباچہ میں حضرت شیخ لکھتے ہیں:

فقیر حقیر اللہ قوی پیدا کرنے والے کے تمام بندوں میں زیادہ ضعیف عبدالحق، سیف الدین ترک دہلوی بخاری کا بیٹا عرض کرتا ہے کہ یہ ایک رسالہ ہے جس کا نام ''تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان'' ہے۔ اس میں اسلام کے عقیدوں اور طریقہ اہلِ سنت و جماعت مذہب کے موافق قواعد بیان کیے گئے ہیں۔ فوائد شریفہ اور معانی لطیفہ پر مشتمل ہے۔ کلام کی توضیح اور مطلب کی تشریح ایسے طرز میں کی گئی ہے کہ ان شاء اللہ دلوں میں اثر پیدا کرے گی اور باطن میں یقین کا نور بڑھائے گی۔

میں نے اس رسالے کو ہر ایک سچے مومن اور سچے طالب کے لیے لکھا ہے اور صحیح قول اور مذہب حق کے اثبات کے بیان کرنے پر اختصار کیا ہے۔ باطل مذہبوں کے ذکر کرنے اور ان کے اقوال کے رد کرنے سے پرہیز کیا ہے۔ بحث و مباحثہ اور قیل وقال کے راستہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس رسالے کو علم کلام کے دلائل اور علم فلسفہ کی باریکیوں سے خالی رکھا ہے تا کہ پڑھنے والے کو تذبذب اور حیرت میں نہ ڈالے اور مقصد پانے اور مطلب کے حاصل ہونے سے نہ روکے''۔

حضرت شیخ نے اس کتاب میں ایمان کی نوعیت، جبر و اختیار، عذاب قبر، بعثت، معراج، شفاعت، جنت و دوزخ، توبہ استمداد از قبور، معجزات، اہلِ بیت وغیرہ عنوانات پر اہلِ سنت و الجماعت کے صحیح عقائد اور مذہبی نقطہ نظر کو فصاحت اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب حجم میں ضرور کم ہے مگر افادیت میں بہت زیادہ ہے یہ متعدد بار شائع ہوئی ہے۔ زبان کی سلاست روانی اور معنویت کی وجہ سے بہت مقبول ہوئی اُردو زبان میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے اور حواشی لکھے گئے۔ چودھویں صدی ہجری کے مجدد اور فقیہ اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اس پر حاشیہ لکھا جس سے اس کی افادیت میں چار چاند لگ گئے۔ ۱۸۷۳ء میں میر علی نے اس کا اُردو ترجمہ سیل الجنان کے نام سے کانپور سے شائع کیا۔ ۱۸۸۱ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ غالباً یہ تکمیل الایمان کا اُردو زبان میں پہلا ترجمہ ہے۔ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی مفتی اعظم کنج پورا نے محمد الاحد ابن غلام محمد کے اصرار پر سلیس اُردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ''نور العقائد'' رکھا۔ ۱۹۹۴ء میں شیخ عبدالحق محدث اکیڈمی کی طرف سے مترجم جناب ضیاء الحق سوز حقی دہلوی نبیرہ حضرت شیخ نے تکمیل الایمان کا یہ ترجمہ (نور العقائد) شائع کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نوشتہ حاشیہ (جناب ثناء الحق حقی کے) اُردو ترجمہ کے ساتھ پاکستان سے شائع ہوا ہے۔

تکمیل الایمان کے قلمی نسخے خدا بخش اورینٹل لائبریری بانکی پور پٹنہ، حکیم اجمل خاں طبیہ کالج لائبریری دہلی، رضا لائبریری رامپور، آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، برٹش میوزیم، انڈیا آفس،

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، سالارِ جنگ میوزیم حیدرآباد، بوڈلین لائبریری میں موجود ہیں۔ خدا بخش لائبریری میں ایک ایسا قلمی نسخہ بھی موجود ہے جس کی تصحیح خود مصنف نے کی ہے۔ یہ اصح قلمی نسخہ ہے۔ حکیم اجمل خاں طبیہ کالج لائبریری قرول باغ دہلی کا نسخہ بھی قدیم ہے۔ اس کا ایک صحیح نسخہ مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی کے پاس تھا۔ آپ نے اس سے متن کی بھی تصحیح فرمائی اور اُردو ترجمہ بھی کیا۔

تکمیل الایمان میں حضرت شیخ کامل ایمان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ایمان کامل وہی ہے جو محدثین کا مذہب ہے کیوں کہ بغیر عمل کے ناقص ہے لیکن ایمان کی اصل اور جڑ تصدیق ہی ہے جیسا کہ علم کلام والے حنفیہ کہتے ہیں۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایمان ایک درخت کی مانند ہے اس کی جڑ تصدیق ہے اور اعمال جو ثمرہ اور نتیجہ تصدیق کے ہیں وہ مثل ٹہنیوں، پتوں، پھولوں اور پھلوں کے ہیں اگرچہ بغیر پھل والے درخت کو بھی درخت کہتے ہیں لیکن کام کا درخت وہی ہے جس میں پھل ہوں اس طرح ایمان کامل وہی ہے جس کے ساتھ اچھے عمل ہوں اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کو ملایا ہے جیسا کہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ (بیشک جولوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اصل ایمان کی تصدیق ہے اور عمل صالح اس سے جدا)۔ (نور العقائد اُردو ترجمہ تکمیل الایمان ص ۷۶)۔

ایمان اور رسالت سرکارِ دوعالم ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے صرف سچے نبی جاننے کا نام ایمان نہیں ہے جب تک کہ دل سے اس کی تصدیق نہ ہو کیوں کہ علم اور چیز ہے اور تصدیق اور شے ہے تصدیق عبارت ہے اذعان اور قبول کر لینے سے اس کو فارسی میں گرویدن کہتے ہیں اور یہ درحقیقت دل کو رنگ قبول سے رنگا جانا اور نور یقین سے دل کا منور ہو جانا ہے۔ علم صرف

جائے کا نام ہے۔ تمام کفار عرب علی الخصوص نااہل یہودی آنحضرت ﷺ کو سچا نبی جانتے تھے اور یہ علم ان کا ایسا تھا جیسے اپنے فرزند کا انسان کو علم ہو کہ اس کے سامنے پیدا ہوا چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے:

يَعْرِفُوْنَه كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ (وہ نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو)۔

آگے لکھتے ہیں:

''علم اور عقل اللہ کریم کی عنایت اور ہدایت کے بغیر کچھ کام نہیں آتی اور کچھ اثر نہیں رکھتی (تکمیل الایمان)''۔

ایمان اُمید اور خوف کے درمیان ہے اُمید کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر یہ سن لیا جائے کہ جنت میں محض ایک ہی آدمی داخل ہونا ہے تو یہ اُمید رکھے کہ میں ہی جنتی ہوں گا اور اگر یہ سنے کہ دوزخ میں ایک ہی شخص ہوگا تو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا۔

وَاِيْمَانُ الْبَاسِ غَيْرُ مَقْبُوْل ایمان باس کا مقبول نہیں ہے باس کے معنی شدّت اور عذاب کے ہیں مگر یہاں مراد سکرات موت ہے۔ اگر کوئی شخص سکرات موت کے وقت ایمان لائے تو وہ مقبول نہیں کیوں کہ ایمان غیب پر لانا چاہیے۔ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ ہر شخص موت کے وقت اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔ مومن بہشت میں اور کافر دوزخ میں پس اس حالت میں کوئی کافر ایمان لائے تو وہ مقبول نہیں۔

ایمان کے بارے میں یہ بھی ہے کہ وہ نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم وَهُوَ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ جب ثابت ہوا کہ ایمان عبارت ہے تصدیق قلبی سے اور وہ ایک ہے۔ لہٰذا ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوگا اس واسطے کہ زیادہ اور کم ہونا تعداد اور گنتی میں ہوتا ہے۔ اگر تصدیق کے ساتھ اعمال صالحہ بھی ایمان میں داخل کئے جائیں تو بسبب زیادتی اور کمی اعمال کے ایمان بھی کم اور زیادہ ہوگا لیکن جب ایمان کے معنی تصدیق قلبی کے ہیں اور اعمال اس میں داخل نہیں تو امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول ہے کہ:

اَلْاِيْمَانُ يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ یعنی ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا بے شک و

شبہ درست اور صحیح ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں اور یہی اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے''۔

آخیر میں حضرت شیخ لکھتے ہیں:

''حاصلِ کلام یہ ہے کہ اعتقاد اور احکام کفر و ایمان میں سوادِ اعظم سے باہر نہیں ہونا چاہیے اور ائمہ مجتہدین کے تابع رہنا چاہیے خصوصاً ایسے مسئلہ میں جس میں سب کا اجماع اور اتفاق ہو۔ ہاں آداب اور اخلاق میں مشائخ کے تابع رہنا چاہیے اور ان پر حسن ظن اور اعتقاد رکھنا چاہیے اور ان کے کلام کو علماء اور مجتہدین کے کلام کو علماء اور مجتہدین کے کلام کے موافق تطبیق دینی چاہیے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں کوشش سے قدم رکھنا چاہیے۔ اگر استعداد کامل ہے اور نیت صادق ہے اور مجاہدہ قوی ہے احوال اور انوار خود بہ خود کھل جائیں گے ان میں تکلف بناوٹ اور تقلید سے بچنا چاہیے۔ (تکمیل الایمان)

فعل کے اچھے اور برے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فعلِ حسن اور نیک کام وہی ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کا حکم دیا ہو اور فعلِ قبیح اور برا کام وہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہو۔ فالحسن ماحسنة الشرع والقبیح مَاقَبِیْحَہُ الشرح خود فعل اپنی ذات میں نہ حسن ہے نہ قبیح کیوں کہ اچھے برے کام کی نسبت ثواب یا عذاب آخرت کا مرتب ہونا عقل کی دریافت سے باہر ہے۔ ہاں فعل کے متعلق مدح اور ذم کا ہونا مثلاً عدل کو اچھا جاننا اور ظلم کو برا سمجھنا یا علم کو صفت کمال اور جہل کو صفت نقصان خیال کرنا یہ عقل سے متعلق ہے اور عقل اس کو پہچانتی ہے۔

(تکمیل الایمان)

[بشکریہ مجلہ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی، دہلی مطبوعہ، ۲۰۰۰ء]

☆☆☆

آئمہ سیرت کا یہ کارنامہ اسلامی تاریخ کا وہ تابناک پہلو ہے جس میں قیامت تک کوئی دوسری قوم مسلمانوں کی حریف نہیں بن سکتی۔ درحقیقت یہ ایک خدائی انتظام تھا جو ان آئمہ کرام کے ہاتھوں انجام پایا۔ چوں کہ یہ سیرت مبارکہ اس انسان کامل کی ہے جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کا پیکر مجسم تھا اس لیے قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ محفوظ ہو کر سب کے لیے سنگِ میل اور فانوس ہدایت بن جائے ورنہ صحیفۂ کائنات میں کون ایسی ہستی ہے جس کا پل پل کتابوں میں محفوظ کر لیا گیا ہو؟

قدیم کتب سیر:

رسولِ کائنات علیہ التحیۃ والثناء کی ذات بابرکات سے والہانہ لگاؤ اور تعلق کے نتیجے میں پہلی صدی ہجری سے سیرت نگاری کا جو مقدس سلسلہ شروع ہوا الحمدللہ وہ آج تک جاری ہے اور ان شاءاللہ صبح قیامت تک صاحبانِ لوح وقلم اس تعلق سے خامہ فرسائی کرتے رہیں گے۔ ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور طبری یہ حضرات سیرت کے قدیم مؤرخین ہیں اور ان کی ترتیب دی ہوئی کتابیں سیرت کی قدیم تصنیفات سمجھی جاتی ہیں بلکہ سیر و مغازی کی بنیاد ہیں شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

> ''سیرت پر اگرچہ سینکڑوں تصنیفات موجود ہیں مگر ان سب کا سلسلہ ان چار (۱) کتابوں پر منتہی ہوتا ہے۔ سیرت ابن اسحٰق، سیرت امام واقدی، طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، ان کے علاوہ بقیہ جتنی کتابیں ہیں وہ تمام کی تمام انھیں کتابوں سے ماخوذ ہیں''۔ (اشرف السیر، ص ۲۴)

صاحب مدارج:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ (۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ) عہد شاہجہانی کے ایک عظیم متبحر عالم دین، یکتا فاضل جلیل اور صاحب ارشاد بزرگ تھے اکابر علماء آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کے معترف اور اساطین زمانہ آپ کے مداح نظر آتے ہیں۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے مجمع البحرین تھے۔ خصوصاً حدیث، فقہ، تفسیر، سیرت، تاریخ اور تصوف وطریقت آپ کا مخصوص میدان تھا۔ برصغیر میں علم

حدیث کی گل کاریاں اور اس کے جو باغ و بہار دیکھے جارہے ہیں وہ آپ ہی کی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کے نتائج وثمرات ہیں ''لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح'' اور ''اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ'' میرے دعویٰ کی کھلی دلیل ہیں۔ اس کے علاوہ جذب القلوب، اخبار الاخیار، ماثبت من السنۃ، زبدۃ الآثار، زاد المتقین، شرح سفر السعادۃ اور مدارج النبوۃ جیسی بلند پایہ تصنیفات بھی آپ ہی کے نتائج فکر ہیں۔ چھوٹی بڑی آپ کی کل تصنیفات وتالیفات سو کے قریب ہیں۔ بعض کتابیں تو اتنے تحقیقی انداز میں لکھی گئی ہیں کہ ان کے تحقیق وتفحص کے بلند معیار تک بڑے بڑوں کی رسائی نہیں ہوسکی ہے۔

برصغیر میں سیرت کی اشاعت:

فارسی زبان میں سیرت کے موضوع پر ''مدارج النبوۃ'' شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی ایک نہایت بلند پایہ اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے ہندوپاک میں علم سیرت کا جو باغ آج لہلہارہا ہے اس کی اوّلین فصل بہار یہی کتاب ہے۔ جس نے بعد کے سیرت نگاروں کے لیے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی راہ ہموار کردی دسویں صدی ہجری کے بعد سارے مصنفین سیرت اس کے خوشہ چین نظر آتے ہیں ان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اس سے استفادہ نہ کیا ہو۔ محدث دہلوی کی ''مدارج النبوت'' کو ہندوپاک کے اندر سیرت رسول اکرم ﷺ پر سب سے پہلی کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے اس طرح محققین کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ حدیث ہی کی طرح فن سیرت کی بھی اشاعت کا سہرا آپ ہی کے سر ہے شمس بریلوی لکھتے ہیں:

> ''اس برصغیر ہندوپاک میں جہانگیری کے زمانے تک مذہبی موضوعات پر بہت کم قلم اُٹھایا گیا۔ معقول ومنقول پر جو کتابیں درس وتدریس میں شامل تھیں وہ اکابر علماء عرب وایران وافغانستان کے رشحات فکر وقلم تھے اس وقت تک کسی ہندوستانی عالم نے سیرتِ رسول ﷺ پر قلم نہیں اُٹھایا تھا۔ جس طرح حدیث شریف کے فن کو روشناس کرانے کا سہرا حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے اسی طرح سیرت پاک پر قلم اُٹھانے والے دور مغلیہ کے آپ پہلے مصنف ہیں''۔ (پیش لفظ مدارج النبوت جلد دوم، ص، ز، اُردو)۔

مدارج النبوۃ اور جدید تصنیفات:

مدارج النبوۃ کے بعد خاص سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کئی کتابیں منظر عام پہ آئیں۔ ان میں بعض کتابیں تو بلا شبہ نہایت عرق ریزی، پوری دلجمعی اور محققانہ رنگ وروپ میں تیار کی گئی ہیں لیکن تحقیق وتدقیق کا جو انوکھا انداز اور استدلال واستنباط کی جو نرالی شان مدارج النبوۃ میں دیکھنے کو ملتی ہے وہ اور کہیں نہیں۔ جلد اوّل میں آپ کی جلالت علمی کھل کر سامنے آئی ہے محققانہ افکار ونظریات ایک ایک سطر سے پھوٹے پڑتے ہیں اعضائے مبارکہ اور اخلاق کریمانہ وغیرہ کے بیان میں جس طرح آپ کا قلم گوہر فشاں ہوگیا ہے وہ قابلِ دید ہے۔ بالخصوص فضائل وکمالاتِ نبوی ﷺ اور معجزات وخصائص مصطفوی کی بحث میں آپ کا خامۂ سحر طراز بڑا احساس ہوگیا ہے اور ورق ورق پر دلائل وبراہین کے گلدستے سجائے گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک موج نور ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا ایک ابرِ کرم ہے جو مسلسل برستا ہی چلا جارہا ہے جلد اوّل کی طرح جلد دوم میں بھی تحقیق وتفتیش کی وہی آب وتاب موجود ہے تلاش وجستجو کا وہی جذبہ کارفرما ہے خصوصاً قسم پنجم کے آخری ابواب میں نہایت شاندار بحثیں کی گئی ہیں۔

حیات نبوی کے مراحل و مدارج:

شیخ محدث دہلوی کی یہ تصنیف کتب سیر میں وہ پہلی کتاب ہے جس میں رسول گرامی علیہ التحیۃ والثناء کی حیات مقدسہ کے ہر پہلو کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان کی معاشرتی زندگی کے ہر گوشے پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ آپ سے پہلے کوئی سیرت نگار یہ مہم سر نہیں کرسکا ہے۔ صاحب مدارج نے کس طرح حیاتِ نبوی ﷺ کا احاطہ کیا ہے۔ اس کو جاننے کے لیے دونوں جلدوں کی صرف دو قسموں کے متعلقہ ابواب کے عناوین پر نظر ڈالئے دونوں جلدیں پانچ قسموں پر منقسم ہوتی ہیں۔ جلد اوّل میں صرف قسم اوّل ہے بقیہ چار اقسام جلد دوم میں ہیں۔ قسم اوّل میں کل گیارہ ابواب ہیں۔

باب اوّل: حسنِ خلقت اور جمالِ صورت کے بیان میں اس کے تحت چہرۂ انور، چشم مبارک، گوش مقدس، جبین اقدس، حواجب شریف، بینی مبارک، دہن پاک، دندان انور، لعاب دہن، تبسم شریف، آواز مبارک، بیان فصاحت، سر اقدس، موئے مبارک، لحیہ شریف، عانہ شریف،

گردن مبارک، نکبین، سینۂ مبارکہ، قلب اطہر بطن مبارک، بغل شریف، پشت انور، مہر نبوت، دست اقدس، قدم مبارک، پنڈلی، قامت زیبا، رنگ، مشی و رفتار، پسینہ وفضلات وغیرھا کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب دوّم: اخلاق حمیدہ اور صفات کریمہ کے بیان میں ہے۔اس کے ذیل میں علم، عقل، صبر، حلم، عفو، تواضع، ادب، حسن معاشرت، کیفیت مزاح، ابتداء بالسّلام، جودوکرم، سخاوت و شجاعت، طاقت وقوت، حیا، شفقت و مہربانی، رأفت و رحمت، وفا، حسن عہد، صلہ رحمی، عیادت، عدل وامانت، عفت و مروت، صدق کلامی، وقار و دبدبہ، خاموشی، خوف وخشیت اور طاعت و عبادت وغیرہ کا بیان ہے۔

باب سوم: میں اس فضل وشرف کا بیان ہے جوآیات قرآنیہ اوراحادیث کریمہ سے ثابت ہے اس کے تحت پچیس عناوین قائم کئے گئے ہیں جس میں نوروسراج، ندائے رسول بذکر صفات، درودوسلام اور خصوصی قدرومنزلت وغیرھاپر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

باب چہارم: میں ان فضائل کا ذکر ہے جو کتب سابقہ اور امم ماضیہ میں آپ اور آپ کی امت کے تعلق سے وارد ہوئے ہیں۔

باب پنجم: میں ان فضائل کا تذکرہ ہے جوانبیائے سابقین اورآپ کے درمیان مشترک ہے۔

باب ششم: میں آپ کے کمالات مخصوصہ اور معجزات قاہرہ وآیات باہرہ کا بیان ہے۔

باب ہفتم: اس میں آپ کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔

باب ہشتم: میں ان فضائل وکرامات اور درجات ومقامات کا بیان ہے جوروزآخرت آپ کے ساتھ مخصوص ہوں گے۔اس میں دس عنوان قائم کئے گئے ہیں اور ہرایک پرخوب خوب گفتگو کی گئی ہے۔

باب نہم: اس میں آپ کے ان حقوق کا تذکرہ ہے جن کی رعایت ہر مخلوق پرواجب ہے مثلاً ایمان طاعت اور اتباع وغیرہ۔

باب دھم: کے اندر آپ کی عبادتوں کے تفصیلی تذکرے ہیں اس کے تحت چھ انواع ہیں وضو، تیمّم، مسواک، غسل، مسح خفین، پانی کی مقدار، ادعیہ واذکار، سنن وفرائض، واجبات ومستحبات،

نوافل، زکواۃ، روزہ، حج، صوم وصال وغیرہ کی کیفیتیں بیان ہوئی ہیں۔

باب یازدہم: میں تین انواع ہیں نوع اوّل میں کھانا، پانی، گوشت۔ نوع دوّم میں لباس، عمامہ، پیرہن، تہبند، انگشتری، موزے، نعلین، بستر۔ نوع سوم میں نکاح، خواب اور استراحت کا ذکر کیا گیا ہے۔

قسم پنجم اس میں بھی گیارہ ابواب ہیں۔

باب اوّل: اس میں اولاد کرام، فرزندانِ رسول اور دخترانِ نبی کا ذکر ہے۔

باب دوّم: میں امہات المؤمنین اور آپ کی باندیوں کے تذکرے ہیں۔

باب سوم: اس میں آپ کے اعمام، عمات اور برادران رضاعی کا ذکر ہوا ہے۔

باب چہارم: میں خدام بارگاہِ رسالت اور خدمت گذار عورتیں۔

باب پنجم: میں ذکرِ موالی۔

باب ششم: میں ذکر محافظین بارگاہِ رسالت۔

باب ہفتم: میں ذکر کاتبانِ رسول علیہ التحیۃ والثناء۔

باب ہشتم: میں ذکر سفراء اور قاصدین۔

باب نہم: میں ذکر عمال بارگاہِ نبوتِ ﷺ۔

باب دھم: میں مؤذنین رسول، شعراء، خطباء اور حداۃ بارگاہ رسول اکرم ﷺ کے تذکرے ہوئے ہیں۔

باب یازدہم: اس کے اندر اسلحہ جات، آلات حرب، مویشی، گھریلو سامان، موزے اور جبے وغیرہ کا بیان ہوا ہے۔

بخوف طوالت بقیہ اقسام ثلثہ کے متعلقہ ابواب وعناوین چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی تفصیلات درج بالا تفصیلات سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس جامعیت وتبحر علمی سے شیخ محقق نے جملہ گوشہ ہائے حیات نبوی علیہ التحیۃ والثناء پر خامہ فرسائی کی ہے اور سب کو ضبطِ تحریر میں لے آئے ہیں گویا کہ کوزے میں سمندر سمیٹ دیا گیا ہے۔

تحقیق روایات: ایسا نہ سمجھا جائے کہ ان تفصیلات میں حضرت شیخ محقق دہلوی نے

رطب و یابس سب کو جگہ دے دی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوا ہے۔ آپ نے جو کچھ بھی لکھا بہت چھان پھٹک کر لکھا ہے تنقیدات وتحقیقات کے ہر پہلو پر کڑی نظر رکھی ہے۔ محدثین کی جرحوں کا خیال رکھا ہے۔ رجال و اسناد کو اُصول سیرت پر جانچا اور پرکھا ہے اس کا اندازہ ''مدارج النبوۃ'' کے چند مقامات کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

(۱) کتب سیر کی جن روایتوں پر آپ کو شک اور تردد ہوتا ہے تاوقت یہ کہ کسی صحیح حدیث سے اس کی تائید وتصویب نہیں ہو جاتی اس پر اعتماد نہیں فرماتے مثلاً:

(الف) بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے یا یہ کہ قبلہ کی دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہو جاتی تھیں اور آپ ان کے افعال واحوال مشاہدہ فرمالیتے تھے آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''یہ دونوں باتیں عجیب وغریب ہیں اگر یہ صحیح روایت میں ہوں تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے ورنہ محل تأمل ہے کیوں کہ اہلِ سیر کے نزدیک باسناد صحیحہ ثابت نہیں ہے''۔ (ترجمہ مدارج، جلد اوّل، ص ۱۷)

(ب) روضۃ الاحباب کی بہت سی روایتوں کو آپ نے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے اسی کتاب میں حضور اکرم ﷺ کے نسب مبارک کے بیان میں حضرت عدنان سے اوپر کی پشتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے حضرت عدنان سے اُوپر کی پیڑھیوں کے سلسلے میں روایتیں کس قدر مختلف ہیں وہ اہلِ علم سے مخفی نہیں خود نبی کریم ﷺ جب اپنا نسب مبارک بیان فرماتے تو عدنان تک جاکر خاموش ہو جاتے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''روضۃ الاحباب کے حاشیہ میں عدنان سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک ابن جوزی کی کتاب ''انساب'' سے تقریباً تیس پشتیں ذکر کی گئی ہیں چونکہ ہمیں اس پر اعتماد نہیں اور علماء کے اقوال کے مخالف بھی ہے اسی لیے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا''۔ ترجمہ جلد دوم، ص ۸، مدارج النبوۃ)

(۲) جو روایتیں ضعیف ہوتی ہیں اگر چہ اصل کتاب میں اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہ کیا گیا ہو مگر آپ رجال سے بحث کر کے اس کا ضعف ثابت کرتے ہیں مثلاً علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم علیہ التحیہ والثناء نے سراویل خریدا ہے لیکن پہنا ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ خریدنا پہننے ہی کے لیے تھا اور کچھ روایتوں سے پہننے کا ثبوت بھی ملتا ہے آپ فرماتے ہیں:

"بعض روایتوں میں باسناد ضعیف آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ سروال پہنیں گے؟ فرمایا ہاں! میں اسے سفر و حضر اور شب و روز پہنتا ہوں کیوں کہ مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ ستر پوش دوسرا جامہ نہیں پاتا ابن حبان طبرانی اور عقیلی بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لیکن ضعیف سندوں کے ساتھ اس حدیث کا دارومدار یوسف بن زیاد واسطی پر ہے اور وہ بہت ہی ضعیف ہے"۔

(ج اوّل، ص ۸۵، مدارج النبوۃ)

(۳) اسی طرح موضوع روایتوں کا موضوع ہونا بھی ظاہر فرماتے ہیں اور وضّاع کا نام بھی بتاتے ہیں۔ مثلاً طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جبرئیل نے مجھے اتنا ہریسہ کھلایا کہ میری کمر قیام کے لیے قوی اور مضبوط ہوگئی اور اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن حجاج لخمی ہے اس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے"۔ (ج اوّل، ص ۷۶۹، مدارج النبوۃ)

اس قسم کی بہت سی مثالیں تھوڑی سی توجہ سے مل جائیں گی اس تفصیل کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ حضرت شیخ محدث دہلوی نے حیات نبوی کے احاطہ کے لیے محض نقل روایت پر اکتفاء کیا ہو بلکہ ہر ہر روایت کے ساتھ اس کی تحقیق بھی کرتے ہیں۔ مثلاً اس کی سند کیا ہے؟ قابلِ اعتماد ہے یا نہیں علماء کے قول کے مخالف تو نہیں اس سے آپ مدارج النبوۃ کے منقولات و مندرجات کی استنادی حیثیت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

فقہی مسائل کا استخراج:

"مدارج النبوۃ" کو اس اعتبار سے بھی دیگر کتب سیر میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے کہ اس میں سیرت نگاری سے فقہی مسائل کا استخراج کیا گیا ہے ائمہ اربعہ کے مذاہب بھی بیان کئے گئے ہیں پھر ان میں مذہب امام اعظم کی دلائل و براہین سے تائید و تصویب بھی عمدہ پیرائے میں کی گئی ہے مذہب امام پر علماء کے جو اعتراضات وایرادات وارد ہوئے ہیں اس کی طرف بھی آپ نے توجہ کی ہے اور کافی تشفی بخش جوابات سے مذہب حنفی کو مدلل اور مبرہن فرمادیا ہے۔ کہیں کہیں تو اتنی نکات آفریں اور شاندار بحثیں ہیں کہ فتح القدیر اور ہدایہ جیسی فقہی تحقیقات نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتی ہیں۔

(۱) امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مسحِ سر ایک مرتبہ سنت ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے "ومنها مسح کل رأس مرة کذا فی المتون" ص ۷، ج ۱، لیکن امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مسحِ سر تین مرتبہ جدید پانیوں سے سنت ہے حضرت شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

> "اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تین مرتبہ مسح کرنے کا قول مسح کو دھونے پر دلیل وقیاس کرنے پر مبنی ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ تین تین مرتبہ دھونا محتمل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور عدم تکرار مسح میں جو حدیثیں ہیں وہ روایات صحیحہ سے مروی ہیں اور تین تین بار اعضائے مغسولہ کے ساتھ مخصوص ہے اور مسح کی بنیاد تخفیف پر ہے لہٰذا دھونے پر مسح کا قیاس قیاس مع الفارق ہے کیوں کہ تم دیکھتے ہو کہ مبالغہ اور کامل تر ہونے پر اسباغ ہے یعنی پانی بہانا ہے۔ شیخ ابن حجر شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ صحیحین کے اُصول پر کسی سند میں مسح کی تعداد مذکورہ نہیں اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے مگر شافعی ہیں کہ وہ مسح میں تین بار کو مستحب جانتے ہیں"۔ (ص ۵۹۵، ج ۱، مدارج النبوۃ)

(۲) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی نے وفات پائی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج تمھارے بھائی "اصحمہ" نے وفات پائی اُٹھو اور ان کی نمازِ جنازہ

پڑھو اور اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اس کے بعد ہم حضور اکرم ﷺ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوگئے اور ہم نے عیدگاہ میں نماز پڑھی اس کو حجت بناتے ہوئے امام شافعی وغیرہ نے غائب کی نماز جنازہ کے جواز کا قول فرمایا لیکن ہمارے مذہب میں غائب کی نمازِ جنازہ جائز نہیں اس سلسلے میں محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"واضح رہنا چاہیے کہ جنازہ غائب کی نماز پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی امام احمد اور جمہور سلف رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ نمازِ جنازہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے میت موجود ہو اور یہ صورت غائب میں موجود نہیں ہوتی اور ان امام کی حجت جو جائز کہتے ہیں نجاشی کی حدیث ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ مصلی کے سامنے میت ہونا شرط نہیں ہے اور جو ائمہ عدم جواز کا حکم دیتے ہیں وہ نجاشی کے قصہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس جگہ بھی نماز غائب پر نہ تھی بلکہ زمین کو لپیٹ کر ان کے جنازہ کو حضور کے سامنے ظاہر کر دیا گیا یا جنازہ کو حضور ﷺ کے سامنے لے آیا گیا اور جماعت والوں کا یعنی مقتدیوں کا دیکھنا شرط نہیں"۔ (مدراج النبوۃ)

اس قسم کی پچاسوں مثالیں مدارج النبوۃ کے صفحات میں بکھری ہوئی ہیں جس سے محدث دہلوی کا تبحر فقہی آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مدراج کا قاری سیرت طیبہ کے ساتھ ساتھ مسائل فقہیہ کا ایک اچھا خاصا سرمایہ بھی اپنے دامن میں جمع کر لیتا ہے۔ سیرت نگاری میں احکام فقہیہ کی پیوندکاری نے اس کتاب کو دیگر کتب سیر میں ایک منفرد مقام عطا کر دیا ہے علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں:

"انھوں نے سیرت نگاری سے فقہی مسائل کا استخراج کیا ہے جو ان کی بالغ نگاہی کی دلیل ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر صرف یہی ایک ایسی منفرد کتاب ہے جو اس خصوصیت سے مالا مال ہے"۔ (پیش لفظ مدارج النبوۃ)

تعظیم و ادب:

سیرت کے موضوع پر مستشرقین جو کچھ لکھتے ہیں وہ اپنی معلومات کے مطابق محض تاریخی اعتبار سے لکھتے ہیں جس میں جوش تعصب کی کارستانیاں موجود ہوتی ہیں ان کی تصنیف و تالیف کو تاریخ کا حصّہ تو قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس میں رطب و یابس سب کچھ ہے سیرت نبوی نہیں سیرت نگاری اور تاریخ نویسی میں کافی فرق ہے تاریخ نویسوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس کی طرز ادا اور اسلوب تحریر کی ضرب کہاں کہاں پڑے گی لیکن سیرت نگاروں کی حیثیت اس سے جدا ہوتی ہے حقیقت بیانی کے ساتھ ساتھ بارگاہِ نبوی کا انھیں پاس و لحاظ بھی رکھنا ہوتا ہے جذبہ ایمانی کا خیال بھی اور جوش عقیدت کی رعایت بھی ہمیں افسوس ہے کہ برصغیر میں سیرت کی بعض کتابوں میں آداب بارگاہِ نبوی ﷺ کا بہت کم خیال کیا گیا ہے بعض مفکرین کی بھی یہی رائے ہے:

> ''بشری کے بعد سیرت النبی ﷺ پر محققانہ کام کا آغاز شبلی نعمانی نے کیا لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اپنے قلم سے اس کا تکملہ نہ کر سکے اس کا تکملہ ان کے فاضل شاگرد مولوی سلیمان ندوی نے کیا سیرت النبی ﷺ چھ جلدوں پر مشتمل ہے اُردو میں اس کتاب کو جس میں آداب بارگاہِ رسالت ﷺ کا عنصر بہت کم ہے اور محققانہ رنگ زیادہ ہے ایک خاص مقام حاصل ہے اس کو سیرت پر ایک مستند کتاب سمجھا جاتا ہے''۔ (سرورِ کونین کی فصاحت ص ۱۴)

مدارج النبوۃ حد درجہ معیاری، مستند اور محققانہ ہونے کے باوجود اس کی سطر سطر میں آدابِ بارگاہِ مصطفویٰ کی رعایت ملتی ہے۔ صفحہ صفحہ ایمانی خوشبوؤں سے معطر نظر آتا ہے بایں ہمہ پوری کتاب پڑھ جایئے جوش عقیدت کہیں بھی حقیقت نگاری میں آڑے نہیں آئی ہے یہ اسلوب یہ انداز ان کے لیے تازیانہ عبرت ہے جو عقیدت و محبت کو تحقیق واقعات کے لیے مانع سمجھتے ہیں بعض جگہوں پہ تو آپ نے کھل کر بحث کی ہے اور واقعہ کی تہہ تک گئے ہیں لیکن جس تیقظ کے ساتھ خاردار وادیوں سے اپنا دامن بچا کے نکل آئے ہیں وہ قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید ہے۔

اختلاف روایات: جس مسئلے میں روایتیں مختلف ہوتی ہیں یا علماء کے آرا مختلف

ہوتے ہیں اس میں محدث دہلوی نہ تو اپنی رائے پیش کرتے ہیں اور نہ ہی اپنا کوئی فیصلہ صادر کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علمی کمال اور فنی مہارت عطا فرمائی تھی اگر آپ کوئی فیصلہ صادر کرتے تو یقیناً وہ علمی دنیا میں حرفِ آخر سمجھا جاتا البتہ قرائن ودلائل سے کسی ایک قول کو ترجیح دے دیا کرتے ہیں مگر منقول روایتوں سے الگ ہٹ کر کوئی نیا قول نہیں پیش کرتے آپ کا یہ انداز کمال دیانت اور تقاضائے احتیاط پر مبنی ہے حضور اکرم ﷺ کی ولادت کریمہ کی تاریخ کے سلسلے میں اہلِ سیر کا کافی اختلاف پایا جاتا ہے کسی نے دو ربیع الاوّل کہا، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ، کسی نے اٹھارہ اور کسی نے بائیس۔ شیخ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

> ''اور یہ بھی مشہور ہے کہ ماہ ربیع الاوّل میں ولادت ہوئی ہے اور بعض علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض بارہ بھی کہتے ہیں اور بعض دو ربیع الاوّل اور بعض آٹھ ربیع الاوّل کی رات گذرنے کے بعد کہتے ہیں۔ بہت سے علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض دس بھی کہتے ہیں لیکن پہلا قول یعنی بارہ ربیع الاوّل کا زیادہ مشہور و اکثر ہے اسی پر اہلِ مکہ کا عمل ہے ولادت شریفہ کے مقام کی زیارت اسی رات کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھتے ہیں۔''

(ص ۲۳، ج ۲، مدارج النبوۃ)

حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مختلف اقوال نقل فرمانے کے بعد اہلِ مکہ کے عمل سے بارہ کے قول کی تائید فرمائی مگر ان اقوال مختلفہ سے الگ کوئی نیا قول نہیں پیش کیا یہ آپ کا علمی کمال اور روایتی سوجھ بوجھ کا نتیجہ ہے کچھ لوگ محمود پاشا فلکی کی تقلید میں ''نو'' تاریخ کا قول کرتے ہیں حالانکہ کسی روایت میں ''نو'' کی تاریخ منقول نہیں روایات صحیحہ کے مقابلہ میں محض قیاس سے کسی تاریخ کا تعین سیرت نگاری نہیں افسانہ نگاری ہے بعض محققین نے اس کا بڑی سختی سے نوٹس لیا اور اس کے سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔

[بشکریہ ماہنامہ کنز الایمان دہلی (اکتوبر ۲۰۰۳ء)]

☆☆☆

پروفیسر خادم حسین قریشی ☆

صاحبِ مرآۃ الحقائق کی ایک غلط فہمی کا ازالہ

(شیخ نورالحق کے عہدۂ قضاۃ پر فائز ہونے سے متعلق منشی برکت علی کے بیان کا تنقیدی جائزہ)

مرآۃ الحقائق مصنفہ منشی برکت علی، مطبع عزیزی رام پور سن اشاعت ۱۳۲۲ھ، حضرت شیخ محدث دہلوی کی اوّلین سوانحِ حیات ہے۔ مصنف منشی برکت علی کا تعلق حضرت شیخ کے خاندان سے تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کو تحریر کیا ہے اور حضرت شیخ محدث پر کام کرنے والے متاخر سوانح نگاروں کے لیے نقشِ اوّل کے طور پر نہایت مستند معلومات کو فراہم کیا ہے۔ کتاب میں دیے گئے اقتباسات زیادہ تر فارسی میں ہیں اور کم از کم ہمارے ہاں اس دور میں فارسی جاننے والے نہایت قلیل لوگ رہ گئے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس اہم اور مستند سوانح عمری کو جدید انداز اور اقتباسات کے ترجمے کے ساتھ دوبارہ شایع کیا جائے تاکہ ہر شخص اس نایاب کتاب سے استفادہ کرسکے۔

پیشِ نظر مقالے میں اسی کتاب سے متعلق ایک اقتباس کے بارے میں مختصراً لکھا جارہا ہے

☆ شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج حیدرآباد (کالی موری)

جس کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ اخذ نتائج کے سلسلے میں فاضل مصنف کو کیا تسامح ہوا ہے اور انھوں نے حضرت شیخ محدث کے بیان کردہ الفاظ کو کن معنوں پر محمول کیا ہے۔

واقعہ یہ تھا کہ عہد شاہجہانی میں حضرت شیخ محدث کے بڑے بیٹے شیخ نور الحق مشرقی دارالخلافہ آگرہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تھے۔ اور ان کی اس تقرری پر حضرت شیخ محدث نے کسی قسم کا کوئی ردعمل ظاہر نہیں فرمایا تھا۔ مگر صاحب مرآۃ الحقائق نے لکھا ہے کہ:

''آپ قاضی القضاۃ دارالخلافہ آگرہ کے مقرر ہوئے اس پر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اُن سے ناراض ہو گئے تھے کہ قاضی کیوں بنے (۱)۔''

فاضل مصنف کو یہ تسامح ماثر الکرام کی اس عبارت سے ہوا ہے جسے انھوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ یعنی:

''حضرت شیخ محدث نے سیّد طیب بلگرامی (اس دور کے بڑے عالم اور صاحبِ نسبت بزرگ) سے استفسار کیا کہ کس راستے سے دہلی آئے۔ (سیّد طیب بلگرامی نے جواب دیا) آگرہ سے (شیخ صاحب نے پوچھا) آگرہ میں نور الحق سے ملے تھے۔ (شیخ صاحب نے فرمایا) جناب میں نہیں ملا، مجھے خبر نہ ہوئی کہ وہ آگرہ میں ہیں۔ (شیخ صاحب نے فرمایا) درست ہے اور وہ اب قابلِ ملاقات بھی نہیں رہا۔ کیوں کہ اس نے منصب قاضی القضاۃ دارالسلطنت آگرہ کا شاہجہان بادشاہ سے قبول کر لیا ہے (۲)۔''

اس عبارت سے صاحب مرآۃ الحقائق نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شیخ صاحب اپنے بیٹے سے ناراض تھے۔ یہ بات اس امر کی مثال ہے کہ کس طرح سے عجلت میں قائم کردہ نتیجے سے بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ حالاں کہ فاضل مصنف اگر ماثر الکرام کی مذکورہ عبارت کے بعد والی تحریر بغور پڑھتے تو یہ تسامح ہرگز نہ ہوتا۔ مکمل عبارت کچھ یوں ہے:

''زمانہ پیری میں ایک مرتبہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ درس دے رہے

۱۔ مرآۃ الحقائق، ص ۱۱۲۔

۲۔ مراۃ الحقائق، ص ۱۸۔ [اس اقتباس میں قوسین کی عبارت، تفہیم کی غرض سے راقم الحروف کی تحریر کردہ ہے۔ خ۔ ق]

تھے۔ کتاب میں ایک جگہ شبہ میں پڑ گئے اس وقت میر سیّد طیب کو انھوں نے یاد کیا اور فرمایا کہ اگر شیخ طیّب اس وقت موجود ہوتے تو بآسانی اس مقام کو حل کر دیتے۔ میر سیّد طیّب جو دہلی کے لیے اپنے وطن سے نکلے تھے اچانک اسی وقت کمر بستہ سیدھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ محدث بہت ہی مسرور ہوئے۔ فرمایا مرحبا! مرحبا! ہم اس وقت آپ ہی کو یاد کر رہے تھے... شیخ عبدالحق نے میر سیّد طیب سے پوچھا کس راستے سے آنے کا اتفاق ہوا۔ انھوں نے فرمایا آگرہ کے راستے۔ فرمایا نورالحق سے ملاقات ہوئی تھی؟ میر صاحب نے کہا کہ سفر کی مصروفیت نے ملاقات کی فرصت نہیں دی۔ شیخ نے فرمایا کہ ظاہر میں یہ وجہ ہے کہ اس نے چوں کہ قضاۃ کا عہدہ قبول کرلیا ہے۔ اس لیے آپ سے یہ عدم توجہی ظہور آئی [ظاہر ازاینکہ او مرتکب قضا شد اعراض بہ عمل آمد] پھر چند جملے اپنے صاحبزادے کی تعریف میں زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ اگرچہ وہ میرا بیٹا ہے مگر باپ کی جگہ ہے۔ اگرچہ میرا شاگرد ہے مگر اُستاد کی جگہ اور اگرچہ میرا مرید ہے مگر میں اس کو پیر سمجھتا ہوں۔ [اگرچہ پسر من است اما بجای پدر، اگرچہ شاگرد من است اما بجای استاد، اگرچہ مرید من است اما بجای پیرمی دانم] میر سیّد طیب، شیخ کے سامنے سے اس طرح اُٹھے گویا کمر کھولنے کے ارادہ سے اُٹھ رہے ہوں اور بغیر شیخ کی اطلاع کے اسی طرح کمر بستہ واپس آگرہ کی جانب چل پڑے۔ اور شیخ نورالحق سے ملاقات کر کے لوٹے۔ شیخ عبدالحق میر صاحب کے اس حسن خلق سے بہت خوش ہوئے اور بڑی معذرت کا اظہار فرمایا (کہ میرے چند جملے کہنے کی وجہ سے آپ کو یہ زحمت گوارا کرنا پڑی) (۱)۔"

۱۔ مآثر الکرام از میر غلام علی آزاد بلگرامی، اُردو ترجمہ مولانا شاہ محمد خالد میاں فاخری، بار اول، کراچی، دائرۃ المصنفین، ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۰۔۱۳۹

پوری عبارت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کا یہ فرمانا کہ ''چونکہ اس نے قضاۃ کا عہدہ قبول کرلیا ہے اس لیے آپ سے یہ عدم توجہی ظہور میں آئی''۔ بطور شکایت تھا جو آپ میر صاحب سے ملاقات نہ کرنے کی وجہ سے کر رہے تھے۔ یہ نہیں کہ ''اچھا کیا جو آپ نے ملاقات نہیں کی کیوں کہ اس نے میری مرضی کے خلاف منصب قضا قبول کرلیا ہے اس لیے اب وہ ملاقات کے بھی قابل نہیں رہا''۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا عبارت کے سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ شیخ صاحب جس طرح سے اپنے بیٹے کی تعریف فرمارہے ہیں اور اس کو سن کر جس طرح اسی وقت میر صاحب آگرہ جاتے ہیں اور ملاقات کر کے لوٹتے ہیں تا کہ شیخ صاحب کی شکایت دور ہو جائے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بات وہ نہیں جو صاحب مرآۃ الحقائق نے سمجھی ہے بلکہ حقیقت کچھ اور ہی ہے جس کو بیان کر دیا گیا ہے۔

پروفیسر خادم حسین قریشی ☆

حضرت سیّد موسیٰ پاک شہید گیلانی سے منسوب بعض القابات کا جائزہ

(''رودِ کوثر'' اور ''حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' میں سیّد موسیٰ پاک شہید گیلانی سے منسوب کردہ القابات کے سلسلے میں چند معروضات)

تحقیقی کاموں میں کسی بھی شخص سے علمی تسامح ہوسکتا ہے۔ خصوصاً اخذ نتائج میں عجلت کی وجہ سے کوئی بھی شخص غلطی کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر محقق کی نیت میں اخلاص ہو، اس کا علمی مرتبہ بلند اور مُسلّم ہو نیز اس کا تحقیقی کام وقیع ہو تو متذکرہ قسم کے کوئی نادانستہ علمی سہو سے اُس کے علمی کام کی اہمیت کم نہیں ہوجاتی۔

زیرِ نظر مقالے میں برصغیر پاک و ہند کے دو نامور فاضلانِ تاریخ و تحقیق کے ایک ایسے ہی علمی تسامح کی نشان دہی اور ضروری تصحیح کرنے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔

اس علمی تسامح کا تعلق ایک طرف تو حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ ایسی مستند علمی و روحانی ہستی

☆ شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج حیدر آباد (کالی موری)

کے حوالے سے بعض مخصوص القابات وکلمات کے استعمال اور انتساب سے ہے اور دوسری طرف آپ کے مرشدان پاک۔ یعنی حضور غوث الثقلین محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ موسیٰ پاک گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ایسی محترم و برگزیدہ ترین ہستیوں سے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بعض القابات وکلمات غوث الاعظم کے لیے استعمال کیے تھے وہ جناب شیخ محمد اکرام اور جناب خلیق احمد نظامی نے کسی غلط فہمی کی بناء پر حضرت شیخ موسیٰ پاک گیلانی سے منسوب کردیے ہیں۔

ہم نے سیاق وسباق اور دلائل کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا ہے اور اس کی تصحیح کو ایک علمی ضرورت سمجھا ہے۔ چنانچہ مذکورہ صدر عنوان کے تحت ہم بالترتیب اپنے جائزے کا آغاز کرتے ہیں:

شیخ محمد اکرام ''رود کوثر'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ محدث نے اخبار الاخیار میں مرشد کا تذکرہ بڑی عقیدت واحترام سے کیا ہے اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ شیخ موسیٰ اکبری دور میں احیائے اسلام کے سرگرم ترجمان تھے:

اگر دیگراں قطب اند او قطب الاقطاب است و اگر ایشان سلاطین او سلطان السلاطین محی الدین کہ دین اسلام زندہ گردانید وملت کفر بمیرانید''۔(۱)

یہاں پر شیخ محمد اکرام سے تسامح ہوا ہے۔ وہ جن القابات کی نسبت حضرت شیخ موسیٰ گیلانی کی طرف حضرت محدث دہلوی کے حوالے سے کررہے ہیں، یہ وہ القابات ہیں جو حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ذات کے لیے مخصوص ہیں اور حضرت محدث دہلوی نے بھی انھیں غوث الاعظم ہی کی طرف منسوب کیا ہے (جیسا کہ پوری عبارت کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہوجائے گا)۔

مگر ''دینِ اسلام زندہ گردانید وملت کفر بمیرانید'' کے الفاظ سے شیخ محمد اکرام نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چوں کہ، بقول بدایونی: شیخ موسیٰ عین دیوان خاص میں بادشاہ کے سامنے خود ہی اذان دے کر نماز شروع کردیتے اور کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی (۲) لہٰذا وہ ''اکبری دور میں احیاء اسلام

۱۔ رود کوثر، ص ۳۵۰ ۲۔ ایضاً، ص ۳۵۰

کے سرگرم ترجمان تھے''۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے پوری عبارت پر غور کیے بغیر ان القابات کو شیخ موسیٰ پر چسپاں کر دیا اور ثابت کیا کہ ''شیخ محدث کتنی زیادہ عقیدت اپنے اس مرشد سے رکھتے تھے''۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے بھی یہی سمجھا اور حضرت شیخ موسیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''شیخ محدث نے اخبار الاخیار میں دو بزرگوں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ موسیٰؒ کے تذکرہ میں انشاء پردازی کا پورا زور صرف کر دیا ہے اس کا ایک ایک حرف عقیدت وارادت میں ڈوبا ہوا ہے شیخ موسیٰ کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد۔ کسیکہ قدم بر قدم مصطفیٰ بود ... سعادت آں سراست کہ پائمال او گردد۔

فرماتے ہیں:

'اگر دیگراں قطب اند او قطب الاقطاب است و اگر ایشان سلاطین او سلطان السلاطین محی الدین کہ دین اسلام زندہ گردانید'۔

یہ دونوں جملے شیخ محدث کی اپنے پیرومرشد سے عقیدت کی وجہ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ شیخ موسیٰؒ 'قدم بر قدم مصطفیٰ (ﷺ) بود' 'دین اسلام زندہ گردانید'۔ خود شیخ محدث کی زندگی ان ہی دو جملوں کی تفسیر ہے''۔(۱)

یہ ہیں وہ نتائج جو ان فاضلانِ تحقیق نے کسی غلط فہمی کی بناء پر اخذ کیے ہیں، جب کہ اصل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ درحقیقت یہ القابات حضرت شیخ محدثؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں لکھے ہیں۔

چناں چہ آپ دربارِ رسالت سے حاصل شدہ انعام واکرام پر اظہارِ نعمت کرتے ہوئے حضرت غوث الثقلین کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کچھ اس طرح کرتے ہیں:

۱۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ از پروفیسر خلیق احمد نظامی، ص ۱۲۹

''اعتماد من بصاحب قدمی ست کہ مالک رقاب اولیا ست رہ روی نتوان یافت کہ در خدمت او قدم از سر نساز وزیر پای او سر نیند از د واین خود بسبب سرفرازی ایشان ست کسیکہ قدم بر قدم مصطفیٰ بود بلکہ دم بدم بقدم آورد وسعادت آن سرست کہ پائمال او گردد ہر چہ جمیع پدران از وراثت مصطفیٰ و مرتضےٰ اندوختند ہمہ بآں خلف صدق رسید بنگر کہ ایں چہ غنا بود اگر چہ وارثان بسیار ند ولی انچہ بوی رسید ہیچکس نرسید وراثت مال بجہت تعصب برابر قسمت کنند ولیکن در وراثت حال یکی را با دیگری برابری نرسد بلکہ برابری نبود اگر دیگران قطب اند او قطب الاقطاب ست واگر ایشان سلاطین او سلطان السلاطین محی الدین کہ دین اسلام زندہ گردانید وملت کفر بمیرانید کہ الشیخ یحیی و یمیت زہی مرتبہ کہ ایجاد دین از حی قیوم ست واحیا از وی غوث الثقلین آنرا گویند کہ جن وانس ہمہ بوے پناہ جویند من بیکس نیز پناہ باو جستہ ام و بر درگاہ افتادہ مرا جز عنایت او کس نیست و بغیر لطف او فریاد رس نے (۱)''۔

اس طرح کی وارفتگی کے بعد مزید فرماتے ہیں:

''اُمیدوار ہوں کہ اگر میں راستے سے بھٹک جاؤں تو میری رہنمائی کریں گے اور اگر گر پڑوں تو وہ میری دستگیری کریں گے ۰۰۰ میں نامراد انھی کا مرید ہوں قبول کرنا یا رد کرنا ان کے اختیار میں ہے ۰۰۰ انھی کا لطف باطنی تھا جس نے میرے ظاہر و باطن کو محفوظ رکھا اور اوّل سے آخر تک بچائے رکھا۔ والد بزرگوار بھی چونکہ انھی کے در کی خاک تھے لہٰذا اسی نسبت میں تربیت و تقویت فرماتے تھے۔ ایک مدت تک میں اس بادشاہ عالم پناہ کی طرف بغیر وسیلے کے بڑھتا رہا لیکن بغیر وسیلے کے باریاب نہیں ہوتا تھا۔ کئی بار مجھے غیبی بشارت سے اشارہ ہوا کہ وابتغوا الیہ الوسیلہ ۰۰۰ آخر میرے صدق

۱۔ ''اخبار الاخیار'' ص ۳۱۵

نیت نے کام کیا اور میرا شجر اخلاص بار آور ہوا۔ جیسے "وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ" (بالکل اسی طرح اللہ نے) میرے واسطے ایک عیسیٰ نفس کو بھیجا جس کا ہر سانس آسمان معرفت سے نازل شدہ خوان نعمت تھا۔ اور اگلے پچھلوں کے واسطے عید و سرور۔ موسیٰ مقام جن کا جمال شجر وحدت کی نار اور حقیقت کا نور ہے۔ خلیل خلت، جن کا رخسارۂ زیبا گلزار بوستان اور گلستان دین وملت ہے۔ مصطفیٰ جمال کہ جن کا دہان نمکدان خوان انا املح اور جن کی زبان تبیان القرآن انا افصح ہے۔ مرتضی کمال کہ جن کا دل باب مدینۃ العلم وفتوح ہے، اور ان کے ضمیر دل پر ابواب اسرار و کشف مفتوح ہیں۔ حسن سیرت، وارث مرتبۂ انک لعلی خلق عظیم ونائب منصبۂ بالمؤمنین رؤف رحیم۔ حسین سیرت جن کے مصداق آیت تطہیر اور الاالمودة فی القربیٰ ہے۔ زین العابدین وامام الصادقین، السیّد التقی، النقی، والعلوی العلی، المہدی سمی کلیم اللہ (شیخ موسیٰ) ومحبوب حبیب اللہ••• حاصل کلام یہ کہ جب اس آفتاب دین ودولت نے طلوع کیا، تو میں نے جان لیا کہ یہ میرے ہی مقدر میں ہے۔ جوں ہی ان کے جمال سے آنکھیں روشن ہوئیں دل میں کچھ اور ہی نور وسرور محسوس ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں دل ہاتھوں سے جاتا رہا اور ان کے قدموں میں گر پڑا(۱)"۔

بے شک حضرت محدث دہلویؒ نے اپنے مرشد ظاہری شیخ موسیٰ گیلانیؒ کے تذکرے میں مبالغہ اور انشاء پردازی سے کام لیا ہو، کیوں کہ ان کے مرشد نہ صرف حضرت غوث الاعظمؒ سے نسبت قادریہ رکھتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کی صلبی اولاد میں سے بھی تھے۔ مگر اس تمام تر حقیقت کے باوجود یہ امر نہایت واضح ہے کہ انھوں نے کبھی بھی انھیں غوث الثقلین، قطب الاقطاب، محی الدین، سلطان السلاطین جیسے مخصوص القابات سے منسوب نہیں فرمایا۔ کیوں کہ جیسا

۱۔ "اخبار الاخیار"، ص ۳۱۶

کہ عرض کیا گیا کہ یہ القابات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات کے لیے مخصوص ہیں۔ اور ان القابات کو حضرت شیخ محدث دہلوی ہر جگہ صرف اور صرف اپنے مرشد حقیقی کے لیے ہی استعمال کرتے ہیں، جن سے انھیں نسبت اصلیہ تھی۔ مگر چوں کہ یہ نسبت بغیر ظاہری واسطے اور سلسلۂ ارادت کے میسّر نہیں ہو رہی تھی اور اشارہ غیبی بھی ظاہری سلسلہ قادریہ سے نسبت استوار کرنے کے لیے تھا۔ چناں چہ اس نعمت کو حاصل کرنے کے لیے کسی کامل قادری بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ضروری سمجھی گئی۔

حرفِ آخر:

یہ ضروری تصحیح اس لیے تحریر میں آئی، تاکہ شیخ صاحب سے منسوب عبارت کے اصل کوائف سامنے آئیں اور حقائق کو درست تناظر میسّر آئے۔ اس تحریر کا مقصد صحت مند علمی تحقیق و تنقید کا فروغ ہے۔ خدانخواستہ نکتہ چینی نہیں ہے۔

شیخ محمد اکرام اور پروفیسر خلیق احمد نظامیؒ نے حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار پر اپنے اپنے انداز سے جیسا کچھ رقم کیا ہے ہمارے خیال میں اس علمی و تحقیقی سرمایے سے حضرت شیخ محدث کا سوانح نگار بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اُمید ہے کہ ہماری اس جسارت کو ایک علمی سرگرمی ہی سمجھا جائے گا۔

☆☆☆

پروفیسر خادم حسین قریشی

”اخبار الاخیار“ کے دست یاب اُردو تراجم پر ایک نظر

”اخبار الاخیار“ برصغیر ہند و پاک کے علماء و مشائخ کا نہایت مستند تذکرہ ہے۔ اس کتاب کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بہترین کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے مگر ہند و پاک میں اس کے متعدد اُردو ترجمے دست یاب ہیں۔ پاکستان میں اس کے ترجمے کو مختلف ناشروں نے مختلف مترجموں کے ناموں کے ساتھ شایع کیا ہے:

۱) مترجمہ: مولانا اقبال الدین احمد، کراچی، دارالاشاعت، طبع اوّل، (کمپیوٹر) ۱۹۹۷ء

۲) مترجمہ: مولانا محمد منیر رضا قادری، لاہور، بشیر برادرس، سن اشاعت ۱۴۱۸ھ

۳) مترجمہ: مولانا سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، سن اشاعت ۱۹۶۹ء

مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ہی ترجمہ ہے جو مختلف مترجموں کے نام سے شایع ہوتا رہا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جو غلطی ایک ترجمے میں ہے وہی غلطی بعینہٖ دوسرے ترجمے میں بھی دہرائی گئی ہے۔ دست یاب تراجم کے ذیل میں فارسی عبارت کے اُردو ترجمے کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

”ادب، فلسفہ، علم کلام وغیرہ میں مہارت اور پڑھانے کی مشق کے لیے

ماوراء النہر گیا اور وہاں تحصیل علوم میں اتنا مشغول رہا کہ تعلیم و مطالعہ کتب سے شب و روز میں دو تین گھنٹہ کی فرصت ملتی تھی'' (۱)

حالاں کہ حضرت شیخ محدث علیہ رحمہ کبھی بھی ماوراء النہر کے ممالک کی طرف نہیں گئے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ماوراء النہر کے چند اساتذۂ کرام جنھیں شیخ صاحب نے ''دانشمندانِ ماوراء النہر'' کے لقب سے یاد کیا ہے شہر دہلی میں درس دیتے تھے جن کی خدمت میں شیخ صاحب تکمیل علوم کے لیے جاتے تھے چناں چہ لکھتے ہیں:

''بعد از رسیدن بکتب عربیت و منطق و کلام و حصول نوعی از قوت اکمال و اتمام ملازمت درس بعضے از دانشمندان ماوراء النہر بطوری نمودہ شد کہ در تمامی شب و روز شاید کہ دو سہ ساعت از مطالعہ و تعقل و اشتغال فرصتی دست نمیدادہ باشد'' (۲)

مجوزہ ترجمہ: ''کتب عربی و منطق و کلام میں کامل مہارت حاصل ہونے کے بعد ماوراء النہر کے بعض علماء کی خدمت میں اکتساب علم کیا اور اس طرح کیا کہ تمام شب و روز میں شاید دو تین ساعت کے لیے مطالعہ تفکر اور مشغولیت سے فرصت ملتی ہو''۔

یہ مدرسہ ماوراء النہر میں نہیں تھا بلکہ حضرت شیخ کے اپنے شہر دہلی میں ہی تھا۔ جس کا تذکرہ مترجم نے نہیں کیا جس کے باعث جناب، مترجم خود بھی اُلجھے اور قارئین کو بھی اُلجھا دیا۔ حالاں کہ اس اقتباس کے چند سطر بعد ہی اس کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:

''ہر روز با وجود غلبۂ برودت ہوای زمستان و شدت حرارت تابستان دو بار بمدرسہ دہلی کہ شاید از منزل مابعد دو میل داشتہ باشد میل میکردم (۳)

۱۔ ترجمہ اخبار الاخیار، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۰۹

ترجمہ اخبار الاخیار، مطبع شبیر برادرس، ص ۷۰۶

ترجمہ اخبار الاخیار، مطبع دار الاشاعت، ص ۴۰۱

۲۔ اخبار الاخیار (فارسی)، مطبع مجتبائی دہلی، ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ۔ ص ۳۱۲

۳۔ ایضاً، ص ۳۱۳۔

ترجمہ: ''جاڑے کی سرد ہوا اور گرمی کی شدید دھوپ کے باوجود میں ہر روز دوبار دہلی کے مدرسے کی طرف جاتا تھا جو ہمارے گھر سے دو میل کے فاصلہ پر ہوگا''۔

اس طرح سے اگر کتاب کے تمام ترجمے پر نظر کی جائے تو کئی فاش غلطیاں نظر آئیں گی مگر فی الوقت جس اہم چیز کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ اخبار الاخیار کے آخری حصے یعنی خاتمہ کتاب کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ اس قدر غلط اور لغت، تاریخ اور حقائق سے اس قدر پھرا ہوا ہے کہ بے اختیار سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے۔ اس غلط ترجمے سے نہ صرف حضرت شیخ محدث علیہ الرحمۃ کی شخصیت پر حرف آتا ہے بلکہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وافکار کے بارے میں بھی غلط تاثر قائم ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ اس غلط ترجمے کی نشان دہی کی جائے۔ یہاں بھی وہی قصہ ہے کہ تمام نسخوں میں ایک ہی ترجمہ مختلف مترجموں کے نام سے شایع ہوا ہے۔ نتیجتاً ایک کی غلطی تمام نسخوں میں دہرائی گئی ہے۔

یہاں جس مواد کے ترجمے کے بارے میں بیان کیا جارہا ہے وہ اصل 'اخبار الاخیار' کا حصّہ نہیں ہے اور نہ ہی شیخ صاحب نے اس کو کتاب کے آخر میں شامل کیا ہے بلکہ کسی ناشر نے بطور تکمیل تذکرہ اس کو اپنی طرف سے شامل کتاب کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ناشر نے یہ سمجھا ہو کہ چوں کہ ''اخبار الاخیار'' برصغیر کے مشائخ کا تذکرہ ہے اور اس میں امام ربانی کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی طرف سے اسے بڑھا دیا۔ حالانکہ ''اخبار الاخیار'' ۹۹۹ھ میں مکمل ہوئی ہے اس وقت تک حضرت شیخ محدث، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی نہیں گئے تھے تو امام ربانی سے کیسے واقف ہوں گے؟ چناں چہ ان ہر دو حضرات کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ کوئی اعراض یا تغافل نہیں بلکہ کتاب کا سن تکمیل ہے۔ مگر اس تحریر کے اندر جو حضرت شیخ کا مکتوب نقل کیا گیا ہے وہ بلاشبہ حضرت شیخ محدث کا ہی ہے جس کو مختلف تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے یہ وہی مکتوب ہے جو حضرت شیخ محدث نے اپنے خیالات سے (جو بعض شرپسندوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے) رجوع کرتے ہوئے خواجہ حسام الدین کو تحریر کیا تھا۔(۱)

۱۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے، رجوع کی روایت اور غلط فہمیوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے راقم کا مقالہ بعنوان ''مدارج النبوۃ اور چند شبہات کا ازالہ''، مشمولہ رسالہ ''الصداق''، بابت ۹۸۔۱۹۹۷ء

اب چونکہ مشہور یہ ہے کہ حضرت شیخ نے رجوع کیا تھا تو مترجم نے بھی اس روایت کا سہارا لیتے ہوئے پوری فارسی عبارت (جو کہ ناشر کی طرف سے تھی) کا ترجمہ اس طرح کر دیا کہ جیسے خود حضرت شیخ نے یہ تمام تحریر لکھی ہو اور پھر اس ترجمے میں وہ وہ کرتب دکھلائے ہیں کہ اس کا مسخرہ پن بالکل واضح نظر آتا ہے۔

مثال نمبرا:

مروجہ ترجمہ

"مجھ مصنف کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی اس لیے آپ مقدم ترین کاملین وسابق ترین واصلین الی اللہ کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں ہی زیادہ مناسب ہے۔۔۔ میرا آپ سے رجوع ہونا ثقہ حضرات کی زبانی بھی مشہور بات ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ بیان ہوگا"۔(۱)

اصل عبارت اور مجوزہ ترجمہ

"شیخ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در آخر عمر ازاں خیالات کہ نسبت بحضرت ایشان داشت رجوع فرمود آوردن ذکر این اقدم کاملان واسبق واصلان در آخر ایں کتاب مناسب نمود۔۔۔ رجوع شیخ مشہور و بر السنۂ ثقات مذکور و این امر ظاہر تر شود چون بہ بینی مکتوب شیخ را کہ در آخر این نسخہ بیاریم انشاء اللہ تعالیٰ (۲)

ترجمہ: شیخ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مصنف اخبار الاخیار حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ) نے آخر عمر میں ان خیالات سے رجوع فرمالیا تھا جو آپ حضرت (امام ربانیؒ) کے بارے میں رکھتے تھے۔ اس لیے ان اقدم کاملان اسبق واصلان

۱۔ "اخبار الاخیار"، ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۲۹

"اخبار الاخیار"، ناشر شبیر برادرس، ص ۷۲۸

"اخبار الاخیار"، ناشر دار الاشاعت، ص ۶۱۴

۲۔ "اخبار الاخیار (فارسی)"، ص ۳۲۴

(یعنی امام ربانیؒ) کا ذکر اس کتاب کے آخر میں کرنا مناسب ہے۔ شیخ کا رجوع مشہور ہے اور معتبر حضرات کی زبانی مذکور ہے اور یہ امر (رجوع سے متعلق) اس وقت اور زیادہ نمایاں ہو جائے گا جب آپ شیخ کا مکتوب دیکھیں گے، جسے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے آخر میں لائیں گے"

مروجہ ترجمے میں ایک تو یہ کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے شخص کی تحریر کو حضرت شیخ کی زبان سے بطور متکلم کے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ترجمہ پڑھنے والوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ خود حضرت شیخ نے اخبار الاخیار کے آخر میں یہ تذکرہ کیا ہے حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دوسری مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اصل عبارت کا مفہوم یہ کہ چوں کہ حضرت شیخ نے رجوع فرمالیا تھا اس لیے ناشر نے یا کسی اور شخص نے یہ ضروری سمجھا کہ اخبار الاخیار کے آخر میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی پیش کر دیا جائے تا کہ برصغیر کے اولیاء و مشائخ کا تذکرہ مکمل ہو جائے۔ مگر ترجمہ کیا جا رہا ہے کہ چوں کہ "مجھ مصنف کو آخر عمر میں آپ (امام ربانی) سے نسبت حاصل ہوئی اس لیے آپ کا تذکرہ اس کتاب کے آخر میں ہی زیادہ مناسب ہے"۔ اور آگے چلیے اور دیکھیے کہ کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں۔

مثال نمبر ۲:

مروجہ ترجمہ

"اپنے والد بزرگوار سے سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور کبرویہ کی اجازت حاصل کی۔ پھر حجاز تشریف لے گئے جہاں سے واپسی پر دہلی آئے (۱)"۔

یہ ترجمہ نہ صرف اصل فارسی کے خلاف ہے بلکہ اس ترجمہ سے یہ تاریخی غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت امام ربانیؒ حج کے لیے حجاز تشریف لے گئے تھے کیوں کہ ان کے ہم عصر حضرت شیخ

۱۔ "اخبار الاخیار"، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۲۹

"اخبار الاخیار"، مطبوعہ شبیر برادرس، ص ۴۲۸

"اخبار الاخیار"، مطبوعہ دار الاشاعت، ص ۴۱۴

محدثؒ بیان فرمارہے ہیں۔

حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حجاز جانے کے لیے دہلی میں تشریف ضرور لائے تھے مگر حجاز جا ہی نہ سکے اور وہیں پر حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوکر نسبت نقشبندیہ حاصل کی اور پھر واپس سرہند تشریف لے گئے، چناں چہ اصل عبارت ملاحظہ کریں:

''از والد خود اجازت سلسلہ چشتیہ وقادریہ وسہروردیہ وکبرویہ یافتند و بہوای حجاز محمل شوق بستند و بہ حضرت دہلی رسیدند(۱)

مجوزہ ترجمہ: اپنے والد سے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ اور کبرویہ کی اجازت پائی اور زیارت حجاز کی خواہش وآرزو نے محمل شوق کو باندھا اور آپ (اس سفر کے سلسلے میں) دہلی تشریف لے گئے''۔

مثال نمبر۳:

مروجہ ترجمہ

''الحاصل جو کوئی حضرت کے تفصیلی حالات کشف الہامات اور مبشرات وغیرہ دیکھنا چاہے وہ آپ کی تصنیفات حضرات القدس، برکات احمدیہ، معارف جدیدہ اور حقائق نادرہ وغیرہ کا مطالعہ کرے جو آپ کے نورانی قلم سے لکھی گئی ہیں''۔(۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات القدس اور برکات احمدیہ امام ربانی کی تصنیفات ہی نہیں ہیں بلکہ یہ ان کی سوانح پر ان کے دو خلفاء خواجہ بدرالدین سرہندی اور خواجہ محمد ہاشم کشمی نے تحریر کی ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ مترجم نے معارف جدیدہ اور حقائق نادرہ کو بھی کتابوں کے زمرے میں شامل

۱۔ ''اخبار الاخیار (فارسی)''، ص ۳۲۴

۲۔ ''اخبار الاخیار''، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۳۲

''اخبار الاخیار''، مطبوعہ: شبیر برادرس، ص ۷۳۱

''اخبار الاخیار''، مطبوعہ: دار الاشاعت، ص ۴۱۶

کرتے ہوئے ان ہر دو کتب کو امام ربانی کی تحریر کردہ کتب میں شامل کیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتب کے نام نہیں بلکہ مکتوبات امام ربانی میں موجود وہ علوم اور معارف ہیں جنھیں امام ربانی نے ظاہر فرمایا ہے جیسا کہ اصل عبارت سے بھی واضح ہے ملاحظہ کریں:

"ہر کہ طالب تفصیل کشف و کرامات و الہامات و مبشرات ایشان باشد براوست کہ رجوع نماید بکتب مقامات چون حضرات القدس و برکات احمدیہ وجز آن معارف جدیدہ وحقائق نادرہ کہ ازان قلم نورانی رقم ریختہ (۱)

مجوزہ ترجمہ: جو بھی آپ کے کشف و کرامات والہامات ومبشرات کی تفصیل جاننے کا طالب ہے اس پر لازم ہے کہ آپ کے حالات پر لکھی گئیں کتب جیسے حضرات القدس اور برکات احمدیہ کی طرف رجوع کرکے اور ان کے علاوہ ان معارف جدیدہ اور حقائق نادرہ (جو کہ مکتوبات کی صورت میں موجود ہیں) اس کی طرف بھی رجوع کرے جو آپ کے نورانی قلم سے لکھے گئے ہیں"۔

اس عبارت کے بعد مترجم نے ایسا ترجمہ پیش کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اس فاش غلطی کی طرف کسی کا ذہن کیوں نہیں گیا راقم الحروف نے جس وقت اخبار الاخیار کے ترجمے کا مطالعہ کیا تھا، اسی وقت چونک اُٹھا تھا اور اس ترجمے کو ہضم کرنا مشکل ہو گیا تھا مگر چوں کہ اس وقت اصل کتاب سامنے نہیں تھی اس لیے تصدیق نہیں ہو سکی۔ مگر یہ یقین ضرور تھا کہ ترجمہ غلط ہے آپ بھی ملاحظہ کریں۔

مثال نمبر ۴:

مروجہ ترجمہ

"یہ معارف وحقائق اور ہدایت وارشاد جو سنے اور دیکھے جا رہے ہیں یہ اس ذات والاصفات کے ہیں جو علی علی کہتے تھے آپ مجدد ہیں، سو سال کے بعد

۱۔ "اخبار الاخیار (فارسی)"، ص ۳۲۵

کے مجدد نہیں بلکہ حضرت علی کے ہزار سال کے بعد والے مجدد ہیں اور یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ بہت بڑا فرق ہے"۔(۱)

بقول مترجم صاحب حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ علی علی کہتے تھے اور حضرت علی کے ہزار سال کے بعد والے مجدد ہیں!

اصل عبارت اور مجوزہ ترجمہ

"این معارف وحقائق کہ می شنوی واین ہدایت وارشاد کہ می بینی باعلی ندا ندا میکند کہ صاحب آن مجدد است ونہ مجدد مائۃ بل مجدد الف صدتا ہزار فرقی نہ اندک ست (۲)۔

ترجمہ: یہ معارف وحقائق جو سن رہے ہو اور یہ ہدایت اور ارشاد جو دیکھ رہے ہو بلندی سے ندا کر رہے ہیں (بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں) کہ یہ صاحب مجدد ہیں سو سال کے مجدد نہیں بلکہ ہزار سالہ مجدد، سو سے ہزار کا فرق کوئی معمولی فرق نہیں ہے۔

بات کیا تھی اور کیا افسانہ بنا دیا گیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ناشرین حضرات نے ایک ہی ترجمے کو اپنے اپنے (شاید فرضی) مترجمین کے نام کے ساتھ کسی ماہر مترجم کی ایک سرسری نظر ڈالے بغیر ہی چھاپ دیا ہے۔ چاہے عبارت کچھ کی کچھ ہو جائے۔

مثال نمبر ۵:

مروجہ ترجمہ

"وفات سے بہت پہلے سے اشاروں میں اپنی وفات کو کہا کرتے تھے ایک

۱۔ "اخبار الاخیار مطبوعہ": مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۳۲

"اخبار الاخیار مطبوعہ": شبیر برادرس، ص ۷۳۱۔۷۳۲

"اخبار الاخیار مطبوعہ": دار الاشاعت، ص ۴۱۶

۲۔ "اخبار الاخیار (فارسی)" ص ۳۲۵

دن صاف فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ چودہ پندرہ دن میں ۱۲ر محرم ۱۰۳۴ھ سے پہلے انتقال کروں گا''۔(۱)

اصل عبارت اور مجوزہ ترجمہ

''اکثر اشارہ بقرب وفات خود میفر دند دوازدہم محرم سال ہزار وسی و چہار بصراحت گفتند کہ مرا نمودند کہ میانہ چہل و پنجاہ روز رحلت من واقع خواہد شد(۲)

ترجمہ: اکثر اشاروں میں اپنی وفات کے قریب ہونے کے بارے میں فرماتے تھے۔ ۱۲ر محرم ۱۰۳۴ھ کو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ مجھے نظر آتا ہے کہ چالیس پچاس دنوں کے درمیان میری رحلت واقع ہوجائے گی۔

دراصل حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی رحلت کے بارے میں پیشن گوئی کرتے ہوئے ۱۲ر محرم ۱۰۳۴ھ کو فرما رہے ہیں کہ آج سے ٹھیک چالیس پچاس دنوں کے درمیان میری رحلت واقع ہوگی اور یہی ہوا کہ آپ نے اس فرمان کے ٹھیک ۴۷ دن بعد یعنی ۴۰ اور ۵۰ دنوں کے درمیان ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ کو وصال فرمایا۔ مگر مترجم موصوف نے وصال شریف کو ۱۲ محرم ۱۰۳۴ھ سے پہلے چودہ پندرہ دن میں واقع کردیا ہے۔ ع:

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اس کے بعد مترجم نے مکتوب حضرت شیخ محدث دہلویؒ کا ترجمہ کیا ہے اور کسی اور کی تحریر کو حضرت شیخ کی تحریر بنا کر بصیغۂ متکلم ترجمہ کیا ہے اور حضرت شیخ کی زبان سے وہ کچھ کہلوایا ہے جو انھوں نے کبھی نہیں فرمایا۔ ملاحظہ کیجیے، اور خط کشیدہ عبارت کو اصل سے ملا کر غور سے پڑھیے اور مترجم کی لیاقت کی داد دیجیے۔

۱۔ ترجمہ ''اخبار الاخیار مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۳۲

''اخبار الاخیار مطبوعہ: شبیر برادرس، ص ۷۳۲

''اخبار الاخیار'' مطبوعہ: طبع: دار الاشاعت، ص ۴۱۶

۲۔ ''اخبار الاخیار (فارسی)''، ص ۳۲۵

مثال نمبر ۶:

مروجہ ترجمہ

"(میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید اور خلیفہ شیخ حسام الدین کو ایک خط لکھا ہے) اس خط کے اظہار کا پہلے تذکرہ کیا گیا ہے چناں چہ اس وعدہ کو اب آخر میں پورا کیا ہے۔ مجھ فقیر عبدالحق کو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صفائی باطن عنایت فرمائی ہے وہ بے حد و شمار ہے۔ حضرت شیخ نے ہمارے درمیان کوئی پردۂ بشریت و حجاب باقی نہیں رکھا، آپ نے طریقت، انصاف اور عقلی تمیز جو بزرگوں کا خاصہ ہے۔ اس دنیا کے اندر میرے باطن میں بطریقہ ذوق، وجدان و غلبہ کے پوری طرح جاگزیں کر دیا جس کے اظہار سے زبان عاجز ہے۔ تمام تعریفیں اور پاکیزگی صرف خدا تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو دلوں کو بدلتا اور حالاتؒ کو درست کرتا ہے"(۱)۔

یہ وہ مکتوب ہے جو حضرت شیخ محدث نے خواجہ حسام الدین کو تحریر فرمایا تھا اور جس میں اپنے خیالات اور کیفیات کی تبدیلی کے بارے میں تحریر کیا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض غلط اطلاعات کی بناء پر جو غبار آپ کے دل میں امام ربانیؒ کے بارے میں پیدا ہوا تھا وہ اب صاف ہو گیا تھا۔ مگر مترجم نے ایسا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ صفائی باطن حضرت شیخ نے براہِ راست امام ربانیؒ سے حاصل کی ہے اور ان کی توجہ اور تربیت سے ایسا ہوا۔ یہ غلط ترجمہ اس لیے کیا گیا کہ مترجم کو یقین ہے کہ حضرت شیخ کو امام ربانی سے آخر عمر میں نسبت حاصل ہوئی تھی جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا ہے۔ اب اصل تحریر ملاحظہ کریں اور خود فیصلہ کریں کہ اصل حقیقت کیا تھی اور اسے کیا بنا دیا گیا ہے۔

۱۔ ترجمہ "اخبار الاخیار" مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ص ۶۳۳۔

ترجمہ "اخبار الاخیار" مطبوعہ: شبیر برادرس، ص ۷۳۲-۷۳۳

ترجمہ "اخبار الاخیار" مطبوعہ: دار الاشاعت، ص ۴۱۶

اصل عبارت اور مجوزہ ترجمہ

''مکتوبی کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بخدمت خواجہ حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ اسرار ہما نوشتہ اند و در صدر این سطور وعدہ ایراد آن در آخر کردہ بودیم اینست۔

درین ایام صفای فقیر بخدمت میان شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ از حد متجاوز ست و اصلا پردۂ بشریت وغشاوۃ جبلت بمیان نماندہ قطع نظر از رعایت طریقہ وانصاف وحکم عقل کہ باین چنین عزیزان وبزرگان بدنباید بود در باطن بطریق ذوق ووجدان وغلبہ چیزی افتادہ کہ زبان از تقریر آن لال است۔

سبحان اللہ مقلب القلوب ومبدل الاحوال (۱)

ترجمہ: ایک مکتوب جو کہ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ اسرار ہما کی طرف لکھا ہے اور جس کے بارے میں ان سطور کے لکھنے سے پہلے وعدہ کیا گیا تھا کہ اس کو آخر میں لایا جائے گا وہ (مکتوب) یہ ہے:

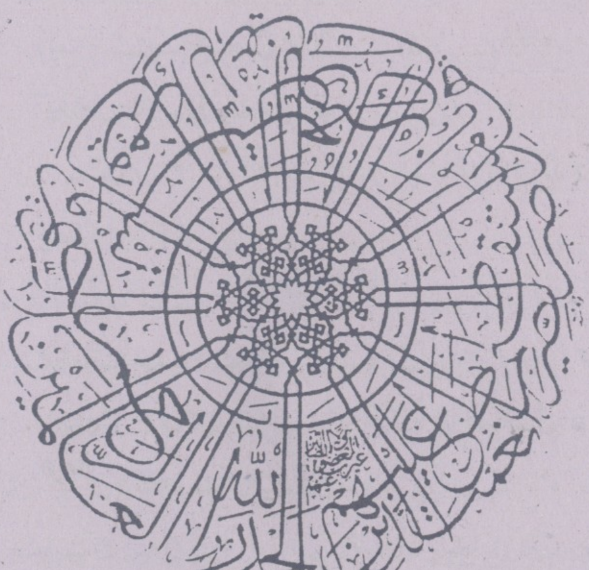
''ان دنوں اس فقیر کی صفائی باطن (قلبی تعلق) میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف بے حد زیادہ ہے۔ اور بشریت کا کوئی پردہ اور طبیعت کا کوئی غبار درمیان میں حائل نہیں رہا۔ اس سے قطع نظر کہ طریقۂ انصاف کی رعایت اور حکم عقل کا تقاضہ ہے کہ ایسے عزیزوں اور بزرگوں کے ساتھ برا نہ ہونا چاہیے، میرے اندر ذوق، وجدان اور غلبہ کی بنا پر کچھ ایسی کیفیت پیدا ہوگئی ہے کہ اس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ پاک ہے اللہ دلوں کو پلٹنے اور احوال کو بدلنے والا''۔

اس تحریر سے راقم کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اصل حقیقت کو ظاہر کیا جائے اور بزرگوں سے

ا۔ ''اخبار الاخیار (فارسی)''، ص ۳۲۶

منسوب مواد کو درست کیا جائے۔ ناشرین سے بھی گذارش ہے کہ بزرگوں کے بارے میں مواد شایع کرتے وقت احتیاط سے کام لیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مستند ترجمہ کروا کے شایع کریں۔ اور اگر مالی منفعت کے پیشِ نظر اس میں دقت ہو اور قدیم ترجمہ ہی اپنے نام سے شایع کرنا ہے تو یہ ضرور کریں کہ کسی مستند مترجم سے جسے نہ صرف ترجمے میں مہارت حاصل ہو بلکہ وہ تاریخ وسوانح سے بھی واقف ہو، نظرثانی کروالی جائے۔ تاکہ اس قسم کی فاش غلطیاں ظہور میں نہ آئیں۔

☆☆☆



محمد سہیل احمد سیالوی☆

حضرت شیخ محقق بحیثیت شارح مشکوٰۃ

پیش نظر مقالے میں ہمیں شیخ محقق کی شہرۂ آفاق کتاب ''اشعۃ اللمعات'' پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کرنی ہے۔ مذکورہ کتاب حدیث پاک کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ہے جسے حضرت شیخ نے فارسی میں قلمبند فرمایا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشکوٰۃ المصابیح کے بارے میں کچھ جان لیا جائے۔

کچھ مشکاۃ المصابیح کے بارے میں:

یہ بات بہت سے دلائل وشواہد سے ثابت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک زمانے ہی سے تدوین وحفاظت حدیث کا اہم سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکار دو عالم ﷺ کے فرامین عالیہ کو بغور سنتے، سمجھتے اور پھر ان کی حفاظت کا بھی حتی الوسع اہتمام فرماتے، خود سرکار دو عالم ﷺ بھی صحابہ کو احادیث محفوظ کرنے کا اشارہ دیتے رہتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی سرکار ﷺ سے سنتا اسے یاد کرنے کی نیت سے لکھ لیتا، قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم جو کچھ بھی آپ ﷺ سے سنتے

☆ مدیر اعلیٰ: مجلہ ''ضیائے اسلام''، جہلم

ہو لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں اور بعض اوقات وہ خوشی اور غضب کی حالت میں بھی کلام فرماتے ہیں۔ ابن عمر فرماتے ہیں میں نے یہ بات سرکار ﷺ کو بتلائی تو آپ نے فرمایا:

''اکتب فو الذی نفسی بیدہ ما خرج منہ الا حق ،واشارت بیدہ الی فیہ''(۱)

اس خیر القرون سے لے کر آج کے گئے گزرے دور تک بحمد اللہ تعالی خدمت حدیث کا یہ زریں سلسلہ جاری وساری ہے۔ ہر دور کے علماء کرام رضی اللہ عنہم نے فن حدیث میں نئی کتب لکھ کر، پہلی کتب پر شرح وحواشی تحریر فرما کر اور تعلیم وتعلم حدیث کے ذریعے اس مبارک فن کے خدمت گزاروں میں اپنا نام لکھوایا۔ ان ہی میں سے ایک نام امام حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی (م ۵۱۲ھ) کا ہے، آپ نے ''مصابیح السنہ'' کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی جس میں چار ہزار سات سو انیس احادیث کو جمع کیا۔ ان میں بعض احادیث ایسی تھیں جنھیں صرف امام بخاری نے روایت فرمایا تھا، ایسی احادیث کی تعداد تین سو پچیس (325) تھی۔ امام مسلم کے ساتھ مختص احادیث میں سے آٹھ سو پچھتر (875) احادیث اور ایک ہزار اکاون متفق علیہ احادیث کے علاوہ حدیث کی دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا۔ اس عظیم مجموعہ حدیث میں امام بغوی نے اس بات کا التزام فرمایا کہ ہر حدیث کے بارے میں صحت، حسن غرابت اور ضعف کی تصریح فرمائی۔ اور منکر و موضوع احادیث کے ذکر سے اجتناب برتا۔ چنانچہ مصابیح السنہ کی علمی حلقوں میں بہت پزیرائی ہوئی، متعدد علمائے کرام نے اس پر حواشی اور شروح تحریر فرمائیں ان میں سے چند علمائے اعلام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) الامام القاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی (م ۶۸۵ھ) امام بیضاوی نے اس شرح کو ''تحفۃ الابرار'' کے نام سے موسوم فرمایا۔

(۲) الامام قاسم بن قطلو بغا الحنفی (م ۸۷۵ھ)

(۳) شہاب الدین فضل اللہ بن الحسین تورپشتی الحنفی (م ۶۰۰ھ) آپ نے اپنی شرح کا نام ''المیسر'' رکھا۔

(۴) الشیخ شمس الدین محمد بن مظفر الخلخالی (م ۷۴۵ھ) ان کی شرح کا نام ''التنویر'' ہے۔

(۵) علاء الدین علی بن محمد الشهیر بمصنفک (م ۸۷۵ھ) اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اس کو سرکار دو عالم ﷺ کے حکم پر ابن فرمان کے لیے ۸۵۰ھ میں قونیہ میں تحریر کیا۔

(۶) غیاث الدین محمد بن محمد الواسطی (م ۷۹۷ھ)

(۷) شمس الدین محمد بن محمد الجزری "صاحب النشر فی القرأت العشر" (م ۸۳۳ھ) امام نے یہ شرح ماوراء النهر میں لکھی اور اسے "تصحیح المصابیح" کے نام سے موسوم کیا۔

(۸) شمس الدین احمد بن سلیمان المعروف بابن کمال باشا (م ۹۴۰ھ)

کتاب "مصابیح السنۃ" کی افادیت کے پیش نظر کچھ علماء نے اس کی تلخیص بھی فرمائی چنانچہ:

(۱) شیخ ابوالنجیب عبدالقاهر بن عبداللہ السهر وردی (م ۵۶۳ھ) نے اس کا اختصار کیا۔

(۲) شیخ تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی (م ۷۵۶ھ) نے "ضیاء المصابیح" کے نام سے اس کی تلخیص کی۔

(۳) مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیر وز آبادی نے "التخاریج فی فوائد متعلقہ باحادیث المصابیح" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔

اپنی گرانقدر خوبیوں کے باوجود "مصابیح السنۃ" کو کئی ایک تبدیلیوں اور اضافوں کی ضرورت تھی۔

(۱) امام بغوی نے آئمہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسناد کو ذکر نہیں کیا تھا اس طرح یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ اس حدیث کا مروی عنہ کون ہے؟

(۲) امام نے قارئین کے وسعت مطالعہ کے پیش نظر ماخذ کا ذکر کرنا بھی ضروری نہ خیال فرمایا۔ اس طرح یہ پتہ چلانا دشوار تھا کہ یہ حدیث کون سی کتاب سے ماخوذ ہے۔

(۳) ہر باب میں عنوان کی مناسبت سے مزید احادیث داخل کرنے کی گنجائش موجود تھی۔

اللہ رب العزت نے یہ کام شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب سے لیا۔ انھوں نے (۱) رواۃ کے نام درج کر کے (۲) ماخذ کا تعین فرما کر (۳) اور ہر باب اور فصل میں اسی عنوان کی صحیح اور حسن احادیث زیادہ کر کے "مصابیح" کو ایک مکمل تر کتاب بنا دیا۔ آپ ۷۳۷ھ کے رمضان المبارک کے آخری جمعۃ المبارک کو اس کام سے فارغ ہوئے اور آپ نے اس گنجینہ

جواہر کا نام "مشکاۃ المصابیح" تجویز فرمایا۔ اب یہ کتاب کئی اعتبار سے دوسری کتب احادیث سے فائق ہو چکی تھی۔(۲)

(۱) اس میں متعدد کتب احادیث سے استفادہ کیا گیا تھا۔ گویا اس کتاب پر دسترس حاصل کرنے والے کو ان کتب کے اسلوب، طرز تحقیق اور انداز استدلال سے بھی واقفیت ہو جاتی تھی۔

(۲) امام بغوی جن چیزوں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ پائے تھے ان کی بجا آوری نے کتاب کو ہر لحاظ سے ایک مکمل اور جامع کتاب بنا دیا تھا اب ایک دفعہ پھر اس کتاب نے علماء کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی اور شرح وحواشی، اسماء الرجال کے حوالے سے اس کتاب پر کام کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

"کشف الظنون" میں حاجی خلیفہ نے اس کی شارحین اور محشین ☆ کو بیان کرتے ہوئے

☆ [مشکوٰۃ کے ایک حاشیہ نگار شیخ طیّب (م ۹۹۱ھ کے بعد کسی سنہ میں) بھی تھے۔
پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم نے اپنی کتاب کے مقدمے میں (دیکھیے "حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مقدمہ: "دسویں صدی ہجری میں علم حدیث ہندوستان میں") صرف اتنی اطلاع فراہم کی ہے کہ:
"برہان پور میں شیخ طیّب نے مشکوٰۃ پر حاشیہ لکھا"۔
"برہان پور کے سندھی اولیاء" میں آپ کا نام "حضرت مولانا شیخ طیّب ابن مخدوم ہارونی قدس سرہٗ" درج ہے۔ آپ کے ذکر میں مولانا غوثی لکھتے ہیں:
"مخدوم ہارون ایک بزرگ تھے، سندھ کی تمام زمین ان کے وجود سے روشن تھی اور ٹھٹھہ کے تمام اطراف ان کی اولاد اور شاگردوں سے منور ہیں شیخ طیّب انھیں مخدوم کے فرزندوں میں سے ہیں"۔ (گلزار ابرار، ص ۳۷۷، بحوالہ برہان پور کے سندھی اولیاء) آپ کی وطن سے ہجرت کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ:
"تقدیر کے کرشمے سے ناچار ہو کر آپ اپنے وطن سے دل برداشتہ ہوئے اور ایلچ پور برار کی طرف سفر اختیار کیا۔ (گلزار ابرار صفحہ ۳۷۷، بحوالہ ایضاً)
"برہان پور کے سندھی اولیاء" کے صفحہ ۱۸۹ پر آپ کے حالات میں درج ہے کہ "یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ طاہر محدث ایلچ پور میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے مشاغل میں مصروف تھے اور دونوں میں پہلے ہی نہایت مخلصانہ دوستی تھی۔ اس ملاقات سے دونوں بہت مسرور ہوئے اور پھر اس یکجائی میں ہی پوری عمر بسر کر دی۔۔۔
شیخ طیب اپنے نامور عالم وفاضل والد کی خدمت میں اعلیٰ علوم سے فارغ التحصیل ہونے کے باوجود حضرت مُلّا یونس مفتی سندھی کی شاگردی سے بھی شرف یاب تھے۔۔۔۔ آپ عارفانہ علوم تصوّف اور حدیث کے سلسلے میں شارح اور

باقی اگلے صفحہ پر

درج ذیل اعلام کا ذکر کیا ہے۔

(۱) العلامہ حسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی (م ۷۴۳ھ) ان کی ضخیم شرح کا نام ''الکاشف عن حقائق السنن'' ہے۔

امام نے اس شرح کو تصنیف کرتے وقت ''شرح تورپشتی علی مصابیح السنہ''، ''شرح قاضی بیضاوی''، ''مفردات الراغب'' اور دیگر بلند پایہ کتب سے استفادہ کیا اور اپنی طرف سے بھی بے شمار نکات کا اضافہ کیا۔

(۲) ابوالحسن علی بن محمد المعروف بعلم الدین السخاوی (م ۶۴۳ھ)

(۳) عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز الابہری (م ۸۹۵ھ تقریباً) اس شرح کا تاریخی نام ''منہاج المشکاۃ'' ہے اور یہ امیر علی شیر کے لیے لکھی گئی۔

(۴) العلامۃ الامام السید الشریف الجرجانی نے مشکاۃ پر ایک مبسوط حاشیہ تحریر فرمایا۔

(۵) الشیخ نورالدین علی ابن سلطان محمد الھروی المعروف بہ القاری (م ۱۰۱۴ھ) اس کا نام ''مرقاہ المفاتیح'' ہے اور اس میں تمام سابقہ شروحات کے مضامین کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۶) ہمارے ممدوح شیخ عبدالحق ابن سیف الدین دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے بزبان فارسی ''اشعۃ اللمعات'' کے نام سے حاشیہ تحریر فرمایا۔

صاحب کشف الظنون نے مشکاۃ کے حواشی میں اس کا تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ شیخ کا وصال صاحب کشف الظنون سے پہلے ہوا ہے، ممکن ہے اس وقت تک یہ حاشیہ عام نہ ہوا ہو۔ تاہم اسماعیل پاشا البغدادی (م ۱۳۳۹ھ) نے ''ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون'' میں

حاشیہ نگار بھی ہیں۔ آپ کی تالیف سے رسالہ غوثیہ کی مفید شرح اور مشکوٰۃ پر عمدہ عمدہ حاشیے یادگار ہیں۔

فاروقی بادشاہ نے حضرت شیخ طاہر کے علاوہ آپ سے بھی برہان پور تشریف لانے کے لیے اصرار کیا تو آپ بھی برہان پور آگئے اور فیض رسانی خلق کے مشاغل پر دس سال سے زائد عرصے تک یہاں بھی کاربند رہے۔ غوثی کا بیان ہے کہ دسویں صدی کے دسویں حصے میں (یعنی ۹۹۱ھ کے بعد کسی سنہ میں) انتقال فرمایا اور شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے حظیرے میں دفن ہوئے''۔

''برہان پور کے سندھی اولیاء''، مؤلفہ سیّد محمد مطیع اللہ راشد برہانپوری طبع دوم، سندھی ادبی بورڈ، جام شورو، حیدرآباد ۱۹۸۷ء (ص ۱۸۹۔۱۹۰) احقر شاہ انجم بخاری عفی عنہ]

اشعۃ اللمعات کو ذکر کیا ہے۔(۳)

اشعۃ اللمعات اور صاحب اشعۃ اللمعات:

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں حضرت شیخ کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عقلی و نقلی کی ہر طرح تکمیل کر لی اور درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔۹۹۶ھ میں حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے اور احمد آباد کے راستے سے بحری سفر طے کر کے اسی سال رمضان المبارک سے بہت پہلے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ وہاں دس ماہ تک بعض محدثین سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس لیا۔ پھر شیخ علی متقی رحمہ اللہ تعالی (م ۹۷۵ھ) کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ سے ذکر کی تلقین اور اجازت حاصل کی۔ دوسرے سال مدینہ طیبہ میں حاضری دی اور قریب ایک سال کے قیام کے بعد مکہ معظمہ میں واپس ہوئے۔۱۰۰۰ھ میں ہندوستان آ کر پھر درس و تدریس میں مصروف ہوئے اور مختلف بلند پایہ کتابیں مرتب کیں''۔(۴)

آپ نے تفسیر، تجوید، عقاید، فقہ، اخلاق، اعمال و اوراد، فلسفہ، منطق، تاریخ، نحو اور کئی دوسرے فنون پر ساٹھ کتب تصنیف فرمائیں۔(۵)

مشکاۃ المصابیح کے حوالے سے آپ کی دو کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔

(۱) اشعۃ اللمعات فی شرح المشکاۃ (فارسی)

(۲) لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح (عربی)

موخر الذکر ابھی مکمل طور پر طباعت کے مراحل سے آشنا نہیں ہو سکی لیکن اشعۃ اللمعات بار بار چھپ کر اہل علم و فن سے داد تحقیق و تحسین وصول کر چکی ہے۔ اجلہ علمائے کرام نے اس پر اعتماد فرما کر اور اس کی تحقیقات کو اپنی تصنیفات میں مستدل بنا کر اس کی توثیق فرمائی ہے چنانچہ:

(۱) فاضل بریلوی قدس سرہ (م ۱۹۲۱ء) نے اپنے رسالہ مبارکہ ''فقہ شہنشاہ'' میں اس مسئلہ پر بحث

کرتے ہوے کہ اپنے غلام اور لونڈی کو ''عبد'' اور ''امۃ'' کہا جا سکتا ہے یا نہیں ''اشعۃ اللمعات کی ایک عبارت بطور دلیل پیش فرمائی: ''وگفتہ اند کہ منع و نہی از اطلاق عبد و امۃ بر تقدیر است کہ بروجہ تطاول و تحقیر و تعفیر باشد والا اطلاق عبد و امۃ در قرآن و حدیث آمدہ'' (۶)

(۲) شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸۱ء) اشعۃ اللمعات کو بہت پسند فرماتے تھے آپ نے بوقت مطالعہ اس پر حواشی بھی تحریر فرمائے جو آپ کی ذاتی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے ''اشعۃ اللمعات'' کے مقدمہ میں ان دونوں [عربی، فارسی شروح] کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

''بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی المتوطن البخاری الاصل را بعد از رجوع از حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفا وتعظیما وحصول اجازت روایت حدیث از مشائخ آں دیار شریف چوں توفیق و تائید الٰہی تعالیٰ دستگیری کرد و در خدمت ایں علم شریف در مقام استقامت بنشاند خواست کہ کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' را کہ دریں روزگار بسمت تداول واشتہار موسوم است شرح کند واز فوائد آنچہ کہ در کتب قوم دیدہ واز مشائخ وقت شنیدہ یا بخاطر فاترو ے رسیدہ بطالبان برساند بعضے از اجلۂ اصحاب صفوت وارباب محبت فرمودند کہ اگر شرح آں بزبان فارسی واقع شود ہر آئینہ نفع آں اعم و اشمل باشد وچوں شروع کرد دراں دراثنائے مطالعہ آں سخناں روئے می نمود کہ درج آں در شرح فارسی مناسب نباشد واز دست دادن آں سخناں نیز گنجائش ندید پس در شرح آں بلسان عربی نیز شروع نمود تا چندگاہ ہر دو شرح فارسی وعربی معاً تسوید می یافت آخر چناں گشت کہ عربی چوں اسپ تازی پیشتر رفت وتمام شد وفارسی در نیمۂ راہ ماند چوں بامرار نظر ثانی براں مقید شد وتبییض نمود وزمانے مدید براں گزشت ومسودۂ فارسی حکم نسیاً منسیاً گرفت باز

امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد واز سواد بہ بیاض رسد، وبروئے کار آید بحکم المامور معذور آنقدر کہ تسوید یافتہ بود بہ بیاض آورد ودر اتمام آنچہ باقی ماندہ بود شروع کردو باللہ التوفیق ومنہ الاتمام" (۷)

ترجمہ: حمد وصلوۃ کے بعد (میں کہتا ہوں کہ) بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین متوطن دہلی بخاری الاصل کی حرمین شریفین سے واپسی اور اس دیار پاک کے مشائخ سے اجازت حدیث حاصل کرنے کے بعد جب توفیق وتائید الٰہی نے دستگیری فرمائی اور استقامت کے ساتھ اس علم شریف کی خدمت کے لیے بٹھایا تو اس (بندے) نے چاہا کہ مشہور و متداول کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" کی شرح کرے اور جو فوائد کتب علماء میں پائے، اپنے وقت کے مشائخ سے سنے یا اس کے دل میں پہنچے طالبوں تک پہنچائے۔ بعض مخلص، چنے ہوے ارباب محبت نے فرمایا کہ اگر اس کی شرح زبان فارسی میں ہو تو اس کا نفع زیادہ عام ہوگا۔ جب (یہ کام) شروع کیا تو دوران مطالعہ ایسی باتیں رونما ہوئیں جن کو فارسی شرح میں درج کرنا مناسب نہیں اور ترک کرنے کی بھی گنجائش نہ تھی پس اسی کتاب کی عربی زبان میں شرح بھی شروع کی یہاں تک کہ کچھ عرصہ دونوں شرحیں اکٹھی لکھی جاتی رہیں، آخر اس طرح ہوا کہ عربی شرح تازی گھوڑے کی طرح آگے چلی گئی اور مکمل ہوگئی اور فارسی آدھے راہ میں رہ گئی، جب عربی شرح پر نظر ثانی کی اور اس کی تبییض ہوئی تو فارسی شرح کو چھوڑے ہوے ایک لمبا زمانہ گزر گیا اور فارسی مسودہ نسیاً منسیاً کے حکم میں ہوگیا، پھر حکم ہوا کہ فارسی کو بھی مکمل کیا جائے اور سواد سے بیاض میں منتقل ہو تو "المامور معذور" کے مطابق جس قدر کی تسوید ہو چکی تھی بیاض میں لائی گئی اور جو باقی بچی تھی اس کے اتمام میں شروع ہوا، اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی کی طرف سے اتمام۔

مندرجہ بالا تفصیل کے بعد اب ہم اشعۃ اللمعات کی طرف آتے ہیں اور اس کے مختلف گوشوں سے پردہ ہٹانے کی سعی کرتے ہیں۔

''مشکاۃ المصابیح'' کی جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں متعدد شروحات لکھی گئیں اور ان میں سے بعض تو بہت زیادہ ضخیم وطویل بھی ہیں۔لیکن شیخ محقق دہلوی کی شرح کا اعجاز یہ ہے کہ آپ نے اس مختصر سی شرح میں تمام پہلی شروح وحواشی کا خلاصہ پیش کردیا ہے۔قاری کو جو معلومات ان ضخیم شروحات کی ورق گردانی کے بعد حاصل ہوتی ہیں وہ یہاں چند سطروں میں موجود ہیں۔اور یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کو سمجھنے کے لیے ''اشعۃ اللمعات'' ایک مکمل رہنما کا کام دے سکتی ہے۔یہ ایک خصوصیت ہی اسے باقی شروحات سے ممتاز کرنے کے لیے کافی ہے تاہم یہاں چند دوسری خصوصیات کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔

(۱) حل لغات:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس گرانقدر شرح میں جس طرح الفاظ احادیث کی وضاحت فرمائی ہے اس سے آپ کی علم لغت پر دست رس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے آپ مشکل الفاظ کے معانی کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اعراب کے ضبط کا بھی پورا اہتمام فرماتے ہیں، ماخذ ومراجع کا ذکر بھی فرماتے ہیں اور وہ لفظ جتنے معانی میں استعمال ہوتا ہوا ان معانی کے بیان کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

صاحب ''مشکوٰۃ'' نے باب البیوع میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مبارکہ روایت فرمائی جس میں ہے ﴿مهر البغی خبیث و کسب الحجام خبیث﴾ شیخ محقق حل لغات کے ضمن میں فرماتے ہیں:

(۱) بغی : بفتح با و کسر عین وتشدید یاء زانیه از بغی بکسر باء بمعنی زنا.

(۲) خبیث: ضد طیب است ۔ وطیب را گاہے اطلاق می کنند بر اخص از حلال، پس خبیث بمعنی حرام باشد۔ وگاہے اطلاق می کنند بر اخص از حلال کہ پاک بے شبہہ و بے کراہت بود، پس خبیث آنکہ در ادنی از حلال باشد وشامل مکروہ نیز باشد اگرچہ کراہت تنزیہی بود۔(۸)

اول الذکر کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ نے ماہرین لغت کے انداز میں لفظ کا معنی، مشتق منہ اور اس کے اعراب کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

اور لفظ خبیث اور طیب (جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں) کی لغوی تشریح درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ دونوں لفظوں کے دو دو معانی بیان کرنے کے بعد شیخ محقق حدیث مبارکہ میں ان کو منطبق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پس در مہر بغی مراد اول باشد از جہت بودن وے حرام قطعی و در اجرت حجام معنی ثانی از جہت بودن آں حلال در مرتبہ ادنی (ایضاً)

ترجمہ: ''مہر البغی'' کو جو خبیث کہا گیا ہے وہ بمعنی اول ہے اور ''کسب الحجام'' پر لفظ خبیث کا اطلاق معنی ثانی کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔

شیخ محقق کی اس لغوی وضاحت نے جہاں اصطلاحات میں ان کی کامل مہارت کا ثبوت مہیا کیا ہے وہیں اس حدیث مبارکہ کے ادبی اور فنی عروج کو بھی بیان فرما دیا ہے کہ ایک ہی حدیث مبارکہ میں ایک ہی لفظ دو معنوں میں کس خوب صورتی سے افصح عالم ﷺ نے استعمال فرمایا ہے۔

(۲) تفصیل رواۃ:

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا اسلوب یہ ہے کہ پہلی دفعہ جب کسی راوی کا نام آتا ہے تو اس کے متعلق مختصر انداز میں درج ذیل کوائف بیان فرماتے ہیں:

(۱) اگر کنیت ذکر کی گئی ہو تو نام یا اس کے برعکس (۲) مولد و مقام (۳) مدفن (۴) عمر (۵) طبقہ (۶) صحابی ہے یا تابعی یا تبع تابعی (۷) اسماء میں اختلاف۔ (۸) جرح و تعدیل۔

اگر ان تراجم کو علاحدہ سے جمع کر لیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

کتاب العتاق میں ایک حدیث مبارکہ بایں سند ذکر کی گئی ہے: ''عن ابی الملیح عن ابیہ''، شیخ محقق فرماتے ہیں: ''بفتح میم و کسر لام نام او عامر بن اسامہ و بعضے گفتہ اند زید بن اسامہ اسے۔ ہذلی بصری تابعی ثقہ است از طبقہ ثالثہ از بسیارے از صحابہ شنیدہ'' ان دو سطروں میں آپ نے خو۔ ۔ ۔ تی سے مذکورہ راوی کے حالات کا احاطہ کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

(۳) اختلافات فقہاء کے عوامل کا بیان:

مسایل فقہ میں فقہاء کی آراء عام طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اختلاف کسی نہ کسی دلیل پر قائم ہوتا ہے اور ہر فریق کے پاس اپنے اپنے دلائل موجود ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ میں فقہا کی آراء مختلف ہوتی ہیں لیکن دلیل ایک ہی ہوتی ہے، اس میں قابل غور پہلو یہ ہوتا ہے کہ وحدت دلیل کے باوجود یہ اختلاف کیوں رونما ہوا، اسی طرح کے ایک مسئلے کی وضاحت شیخ کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے:

کتا، چیتا اور دوسرے درندے جن سے کوئی منفعت حاصل کی جاسکتی ہے ان کی بیع کے بارے میں فقہاء کرام علیہم الرضوان کا اختلاف ہے۔ لیکن دونوں کی دلیل ایک ہی حدیث ہے ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت شیخ نے اس اختلاف کے سبب کو کس خوب صورت انداز میں بیان فرمایا ہے:

"وثمن کلب مختلف فیہ است پس امام ابو حنیفہ وامام محمد وبعضے ائمہ دیگر تجویز کردہ بیع کلب وبیع فہد وسائر درندگاں کہ دروے منفعت است معلم باشد یا غیر معلم ونزد امام ابو یوسف ودیگر ائمہ جائز نیست بیع کلب عقور پس کسے کہ حرام دارد حمل بر معنی اول میکند وکسے کہ تجویز می کند حمل می کند بر ثانی از وجود دنائت فتدبر" (ایضاً)

ترجمہ: کتے کی قیمت کے حلال ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام محمد اور دوسرے بعض ائمہ کرام کے نزدیک کتے، چیتے اور دوسرے درندوں کی بیع جائز ہے جو نفع مند ہوں۔ چاہے سدھائے ہوئے ہوں یا نہ۔ اور امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے نزدیک کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں۔ جنھوں نے اسے ناجائز قرار دیا ہے انھوں نے لفظ خبیث کو پہلے معنی پر محمول کیا ہے اور جنھوں نے جائز کہا ہے انہوں نے لفظ خبیث کا دوسرا معنی مراد لیا ہے۔

(۴) عقائد اہل سنت کی ترجمانی:

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے ''اشعۃ اللمعات'' میں جا بجا اہل سنت کے متفق علیہ دلائل کو بیان فرمایا ہے اور جس حدیث سے بھی کوئی کلامی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اس پر مختصر اور جامع گفتگو فرمائی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) باب فضائل سید المرسلین کی پہلی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے سرکار ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ''

ترجمہ: مجھے میرے اس زمانے تک ہر زمانے کے بہترین طبقہ میں مبعوث کیا جاتا رہا۔

اس حدیث مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ محقق نے اہل سنت کے ایک مبرہن عقیدہ ''ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ'' کو کس خوب صورتی سے بیان فرمایا ہے ملاحظہ ہو:

''اما آبائے کرام آنحضرت ﷺ پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبداللہ طاہر ومطہر اند از دنس کفر و رجس شرک چنانکہ فرمود بیروں آمدہ ام از اصلاب طاہرہ بارحام طاہرہ ودلائل دیگر کہ متاخرین علمائے حدیث آنرا تحریر وتقریر نمودہ اند ولعمری ایں علمے ست کہ حق سبحانہ تعالیٰ مخصوص گردانیدہ است بایں متاخرین را، یعنی علم آنکہ آباء واجداد شریف آنحضرت ہمہ بر دین توحید واسلام بودہ اندو از کلام متقدمین لائح می گردد کلمات بر خلاف آں وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ویختص بہ من یشاء وخدا جزائے خیر دہد شیخ جلال الدین سیوطی را کہ دریں باب رسائل تصنیف کردہ اند وافادہ واجادہ نمودہ ایں مدعا را ظاہر وباہر گردانیدہ است وحاشا للہ کہ ایں نور پاک را در جائے ظلماتی پلید بہ نہند ودر عرصات آخرت بہ تعذیب وتحقیر آباء اور امخزی ومخذول گردانند'' (۹)

ترجمہ: جہاں تک آپ ﷺ کے آباء کرام کا تعلق ہے تو وہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک سب کے سب کفر وشرک کی پلیدی سے

دور تھے جس طرح کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوا ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے دلائل بھی ہیں جنھیں متاخرین علمائے حدیث نے رقم فرمایا ہے۔ اور مجھے تیری عمر کی قسم کہ یہ ایسا علم ہے جس کے ساتھ اللہ تعالی نے متاخرین کو مخصوص ٹھہرایا ہے، متقدمین کے کلام سے اس کے خلاف بات سمجھ آتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور جس کو چاہے اس کے ساتھ خاص ٹھہرائے۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے شیخ جلال الدین سیوطی کو جنھوں نے اس بارے میں رسائل تصنیف فرما کر خوب فائدہ پہنچایا ہے اور اس دعوے کو ظاہر وواضح کیا ہے۔ اللہ کی پناہ کہ اس نور پاک کو پلید اندھیری جگہ میں رکھا جائے اور بروز قیامت آباء کی تعذیب وتحقیر کے ذریعے اسے شرمندہ اور ذلیل کیا جائے''۔

اس جگہ ایک بات قابل غور وفکر ہے۔ مولوی امیر علی نے حضرت شیخ محقق کی اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

''طہارت اصلاب وارحام چیزے دیگر است وایمان واسلام امرے دیگر ومع ذلک اگر آبائے آں حضرت ﷺ بر ایمان مردہ اند چہ خوشی وخرمی است لیکن دلائل قویہ مساعدت نمی کنند ناچار زبان در کام کشیدن اولی باشد''۔

اس عبارت کا یہ ٹکڑا ''چہ جائے خوشی وخرمی است'' انتہائی قابل غور ہے۔ کیا سرکار دو عالم ﷺ کے والدین کے جنتی ہونے سے اہل اسلام کو اور خود آنحضرت ﷺ کو خوشی ومسرت حاصل نہیں ہوگی۔ اور بہ صورت دیگر غم اور پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا؟ جس کی طرف شیخ محقق نے ''ودر عرصات آخرت بہ تعذیب وتحقیر آباء اور امخزی مخذول گردانند'' کے الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت تعصب اور ہٹ دھرمی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

(۲) باب مناقب ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک حدیث مبارکہ (جس میں ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا آپ ﷺ نے اسے دوبارہ آنے کا کہا اس نے

پوچھا اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ نہ ہوں تو! آپ نے فرمایا ''فان لم تجدینی فأتی ابابکر'' اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر سے مل لینا) کے تحت لکھتے ہیں ''ظاہر ایں حدیث اشارت بخلافت ابوبکر ست بعد از وے ﷺ ولیکن نص قطعی نیست وباوجود آن دلالت دارد بر فضل و منقبت اوو صحت خلافت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ باجماع صحابہ است'' (۱۰)

ترجمہ: بظاہر یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر خلیفہ ہیں۔ لیکن یہ حدیث اس مسئلہ پر دلیل قطعی نہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔

اس عبارت سے جہاں خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے وہیں صحابہ کرام کے مقام کا تعین بھی ہو جاتا ہے اور ان کی ثقاہت وعدالت کا اظہار بھی کہ ان کا اجماع دلیل شرعی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۳) باب فضائل سید المرسلین کی ایک حدیث مبارکہ میں سرکار دوعالم ﷺ نے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ''وان لا تجتمعوا علی الضلالة''

ترجمہ: اور تم گمراہی پر اتفاق نہیں کرو گے۔

اس حدیث سے شیخ محقق نے اجماع کے حجت ہونے پر دلیل پکڑی ہے فرماتے ہیں ''وایں دلیل است برانکہ اجماع حجت است کہ عبارت است از اتفاق علمائے ہر عصر بر حکمے شرعی ومراد بعلماء مجتہدانند'' (۱۱)

(۴) انبیاء کرام کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک لمحہ کے لیے ان پر موت طاری ہوتی ہے اور اس کے بعد وہی جسمانی زندگی عطا کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ فاضل بریلوی نے بیان فرمایا:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

باب الصلوۃ علیٰ النبی ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ جس کے الفاظ ہیں ''مامن احد یسلم علی الا رد اللّٰہ علی روحی ''اس عقیدہ کے بظاہر مناقض تھی۔ شیخ محقق اس تعارض کو دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مضمون ایں حدیث مخالف حدیث حیات آنحضرت ﷺ است ۰۰۰۰تا۰۰۰۰ وجواب میدہند کہ مراد بعود روح نہ عود او است ببدن بعد از مفارقت بلکہ افاقت وتوجہ اوست بایں عالم۰۰۰۰تا۰۰۰۰ پس باید کہ دائم در حیات باشد فافہم'' (۱۲)

ترجمہ: (ملخصاً) یہ حدیث پاک اس حدیث کے مخالف ہے جس میں یہ ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ اس لیے یہاں رد روح (روح کا لوٹایا جانا) سے مراد احوال ملکوت اور جمال رب العزت کے مشاہدہ سے افاقہ اور درود بھیجنے والے کی طرف توجہ کا پھیرنا ہے۔ کیونکہ بار بار روح نکالنا اور لوٹانا بارگاہ رسالت کی عزت وکرامت سے خالی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ ہوں۔

(۵) عذاب قبور اور حیات موتی اہل سنت کا متفقہ نظریہ ہے اور اس کے برعکس نظریہ معتزلہ کا ہے شیخ محقق نے باب الجہاد کی ایک حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے اس مسئلہ کو بڑے بسط سے بیان فرمایا ہے:

> ''در حدیث مسلم آمدہ است کہ میت می شنود کوفتن نعال مردم را وقتے کہ برمی گردند از دفن وہم چنیں آنکہ درزیارت آنحضرت ﷺ اہل را بقیع آمدہ کہ سلام کرد برایشاں وخطاب کردمر ایشاں را وگفت سلام برشما اے اہل دار مسلماناں آمد شمارا آنچہ وعدہ کردہ شدہ بود ومانیز انشاءاللہ تعالیٰ می پیوندیم بشما۔ زیرا کہ خطاب باکسے کہ نہ شنود ونہ فہمد معقول نیست'' (۱۳)

(۵) فقہ حنفی کی ترجیح:

آپ نے جابجا فقہی اختلافات کی صورت میں فقہ حنفی کے ترجیحی دلائل کا ذکر فرمایا ہے اور فقہ حنفی کی باقی فقہائے کرام کی آراء پر برتری کو بھی واضح فرمایا ہے ایک مثال دیکھ لیتے ہیں:

> ''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے جائز ہونے یا نہ ہونے کا مدار فقہاء احناف

کے نزدیک بلوغ وصغر پر ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک ثیابت وبکارت پر ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ اختلاف بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں 'قول آنحضرت ﷺ **لا تنکح البکر حتی تستاذن حجت است بر شافعی کما لا یخفی**، یعنی سرکار دو عالم ﷺ کا قول مبارک (باکرہ جب تک اجازت نہ دے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا) امام شافعی کے خلاف ہماری دلیل ہے کیونکہ اس میں بکارت کو عدم ولایتِ والی کی دلیل بنایا گیا ہے"۔

(۶) اصول حدیث کے قواعد کا بیان:

دوران شرح شیخ محقق نے اصول حدیث کے قواعد وضوابط بیان فرما کر شکوک وشبہات کے ازالہ کی سعی فرمائی ہے۔

عام طور پر مراتبِ حدیث کا ادراک کیے بغیر فوراً حدیث کے موضوع یا ضعیف ہونے کا فتوی صادر کر دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر ایسے موقع پہ جب کوئی محدث کسی حدیث کی صحت کی نفی کر دے۔ حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ صحت اور وضع کے درمیان کئی مراتب ہیں۔ اور صحت کی نفی سے حدیث کا ضعیف یا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

باب السلام کی فصل ثانی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک حدیث کے بارے میں صاحب مشکوۃ نے امام ترمذی کا ایک قول نقل کیا کہ "**هذا حديث غريب وفي اسناده ضعف**"، شیخ محقق اس کی شرح میں رقم طراز ہیں:

"حدیث غریب در اصطلاح مشہور آنست کہ از یکے بیکے آمدہ باشد وایں منافات ندارد بصحت چنانکہ در محلش معلوم شدہ ونزد بعضے غریب بمعنے شاذ است کہ روایت است بر خلاف ثقہ"۔ (۱۴)

(۷) قابل تاویل احادیث کی تاویل:

قرآن وحدیث کی بہت سی نصوص ایسی ہیں جن کا شمار متشابہات میں ہوتا ہے اور جن کے

ظاہری معانی مراد نہیں لیے جا سکتے۔ اس موقع پر مفسر اور شارح کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کی مناسب تاویل کرے۔ شیخ محقق اس ذمہ داری سے کیسے عہدہ برآ ہوے ہیں ذیل میں دی گئی مثال سے واضح ہوگا۔

کتاب الآداب کی فصل ثالث کی پہلی حدیث (جسے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت فرمایا ہے) کا خلاصہ یہ ہے کہ: سرکار دو عالم نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے حضرت آدم کی تخلیق فرمائی تو انھیں اپنی دو بند مٹھیوں میں سے ایک مٹھی میں بند چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت آدم نے فرمایا''اخترت یمین ربی'' میں نے اپنے رب کا دایاں ہاتھ چنا۔(۱۵)

اس حدیث مبارک میں اللہ رب العزت کے لیے''ید'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے اس حدیث کی مناسب تاویل کرنا پڑے گی۔ شیخ محقق نے اس حدیث کی پانچ تاویلات ذکر کی ہیں:

> اول آنکہ ثابت در حق تعالی ید صفت است نہ ید جارحہ واین عبارت کنایت است از نفی ید جارحہ یعنی اگر ید جارحہ می بود یمین وشمال می بود در آخر کلام اشارت کرد کہ مراد وجود خیر وبرکت است کہ لازم ید یمنی ومادہ اشتقاق اوست
>
> ثانی آنکہ شمال ناقص می باشد در قوت وبطش پس بودن ہر دو دست یمین کنایتست از نفی نقصان از صفات وے تعالی وتقدس وبیان کرد کہ صفات وے کامل اند
>
> ثالث آنکہ مراد آدم علیہ السلام شکر است بر تمامہ نعمتہائے پروردگار وبیان آنکہ ہر چہ از جناب وے رسد ہمہ فضل ونعمت است چہ لطف وچہ قہر زیرا کہ چوں گفت''اخترت یمین ربی'' متوہم گشت بہ ترجیح صفات لطفیہ بر قہریہ پس بقول خود کہ گفت''وکلتا یدی ربی یمین مبارکۃ'' دفع ایں توہم کرد و از اختیار نفس خود بروں آمد
>
> رابع آنکہ مقصود وصف باری تعالی است بغایت جود وکرم واحسان وتفضیل

زیرا کہ عرب می گوید مر کسے را کہ علی الاطلاق نافع است کلتا یدیہ یمین و مر کسے را کہ ضرری کند مطلقا می گوید نصیب او بشمال افتاد و آں را کہ نہ نفع کند و نہ ضرری گوید فلاں نہ یمین دارد نہ شمال۔

خامس آنکہ ید را اطلاق می کنند بر قدرت و نعمت پس بر تقدیر ارادہ قدرت عبارت است از خلق ہدی و ایمان و ضلال و کفر و بر تقدیر ارادہ نعمت عبارت است از منح و الطاف بر اہل ہدایت و قہر و شدت بر اہل ضلال و ہمہ عدل و حکمت است زیرا کہ وے عزیز و غالب است تصرف می کند در ملک خود و علیم و حکیم است۔ (۱۶)

ترجمہ: ''پہلی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالی کے لیے ید صفت ثابت کیا جا رہا ہے نہ کہ وہ ہاتھ جو کہ عضو ہے۔ اور اس عبارت میں کنایہ کے طور پر اللہ تعالی سے ید جارحہ کی نفی کی گئی ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالی کیلئے ید جارحہ ہوتا تو دایاں بھی ہوتا اور بایاں بھی (حالانکہ اس کے دونوں ہاتھوں کو یمین کہا گیا ہے) اور عبارت کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مراد یمن اور برکت والا معنی ہے جو کہ یمین اور اس کے مادے کو لازم ہے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ بایاں ہاتھ قوت اور گرفت کے لحاظ سے کمزور تصور کیا جاتا ہے۔ لہذا اللہ تعالی کے دونوں ہاتھوں کا یمین ہونا اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ ﷻ کی صفات میں نقصان نہیں پایا جا سکتا بلکہ اس کی تمام صفات درجہ کمال پر فائز ہیں۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی مراد اللہ ﷻ کی تمام نعمتوں پر شکریہ ادا کرنا ہے، اور اس چیز کو بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے جو کچھ بھی پہنچے وہ فضل و انعام ہے۔ کیا لطف اور کیا قہر۔ کیونکہ جب ''اخترت یمین ربی'' کہا تو یہ وہم ہوا کہ صفات لطفیہ کو صفات قہریہ پر ترجیح دے رہے

ہیں تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے فرمایا ''کلتا یدی ربی یمین'' اور اپنی پسند کی قید سے باہر نکل آئے۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اس کلام سے مقصود اللہ تعالی کو غایت جود وکرم کے ساتھ متصف کرنا ہے کیونکہ عرب ایسے شخص کے بارے میں جو علی الاطلاق نافع ہو کہتے ہیں ''کلتا یدیہ یمین'' اور ایسا شخص جو علی الاطلاق مضر ہو اسے کہتے ہیں کہ اس کے نصیب بائیں ہاتھ میں واقع ہوے ہیں۔ اور جو نہ نافع ہو نہ مضر اسے کہتے ہیں کہ اس کا نہ شمال ہے نہ یمین۔

پانچویں تاویل یہ ہے کہ ید کا اطلاق قدرت اور نعمت پر بھی ہوتا ہے۔ اگر یہاں قدرت مراد ہو تو مطلب ہوگا کہ ہدایت وایمان اور کفر وضلال اسی کی قدرت میں ہیں۔ اور نعمت مراد ہونے کی صورت میں مراد یہ ہوگی کہ اہل ہدایت پر الطاف اور مہربانیاں اور اہل ضلال پر قہر اور شدت سب اسی کی طرف سے ہے۔ اور یہ سب عدل اور حکمت ہے کیونکہ وہ غلبے والا اور عزت والا ہے اپنے ملک میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔

(۸) قرآنی آیات کے ذریعے احادیث کی تائید:

شیخ محقق کا ایک بہترین اسلوب یہ بھی ہے کہ حدیث کی تائید میں قرآن کریم کی آیات کو پیش کرتے ہیں۔

باب اللعان کی حدیث مبارکہ میں ہے ''من اجل ذلک بعث المنذرین والمبشرین'' اللہ نے اسی لیے ڈرانے والے اور خوشخبریاں سنانے والے بھیجے ہیں (کہ لوگوں کے لیے بعد میں کوئی بہانہ باقی نہ رہے)

شیخ محقق نے اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرمایا ''چنانکہ در قرآن مجید فرماید لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ''(۱۷)

اس اسلوب نے ان لوگوں کو ایک نئی فکر سے روشناس کیا ہے جو قرآن وحدیث کو جدا جدا

پیغامات کا حامل بتاتے ہیں اور اس فکر کا پرچار کر رہے ہیں کہ حدیث کی حیثیت محض ایک تاریخی دستاویز کی ہے۔

(۹) ترجمۃ الباب کی وضاحت:

اس حقیر نے اشعۃ اللمعات کے مطالعے کے دوران اس کی جو سب سے بڑی خوبی دیکھی وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ جب کسی بھی باب کی شرح شروع فرماتے ہیں تو پانچ چھ سطروں میں اس پورے باب کا نچوڑ بیان فرما دیتے ہیں اس سے ایک تو قاری کو پورے باب کا ایک عمومی ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔اور دوسرا جب کسی مسئلے کے متعلق تمام ابتدائی معلومات فراہم ہو جاتی ہیں تو اس سے متعلق حدیث کی فقہ انتہائی آسان ہو جاتی ہے۔ بطور نمونہ ''باب النقیع والا نبذہ" کے متعلق حضرت شیخ کے رشحات قلم ہمارے سامنے ہیں۔

''از جملہ مشروبات آں حضرت ﷺ نقیع و نبیذ است۔نقیع آن بود کہ زبیب یا تمر و بیشتر متعارف تر زبیب است کہ در آب بیندازند بے طبخ تا حلاوت وے بجملگی بر آید و شربتے بود صافی و لذیذ و نافع بدن نقیع خرما در ہضم طعام و نقیع زبیب در دفع فضول حرارت و نبیذ نیز ہمچنیں بود و لیکن اورا نگاہ دارند تا تیزی و تغیرے نیز پیدا کند اما نہ تغیر فاحش کہ بحد اسکار کشد ولہذا آنحضرت ﷺ بعد از سہ روز آں را تناول نمی کرد چنانکہ بیاید و ایں نیز نافع است بدن را در زیادت قوت و حفظ صحت و اگر بحد سکر کشد حرام است و در اباحت شرب آں و جواز وضو بداں خلافے مشہور است در میان ائمہ و مذہب حنفی اباحت و جواز است مالم یسکر و احادیث ناطق است بداں'' (۱۸)

ترجمہ: نقیع اور نبیذ بھی ان مشروبات میں سے ہیں جنہیں سرکار دو عالم ﷺ نوش فرماتے تھے، نقیع اس صافی ،لذیذ اور نافع بدن شربت کو کہتے ہیں جو منقا یا کھجور کو پانی میں اتنے وقت تک بھگو کر کہ اس کی چاشنی باہر آجائے بغیر پکائے کے بنایا جاتا ہے۔ کھجور کی نقیع نظام ہضم کے لیے جب

کہ منقا کی اخراج فضلات کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔نبیذ بھی اسی طریقے سے بنائی جاتی ہے لیکن اس کے لیے منقایا کھجور کوزیادہ دیر پانی میں رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں تیزی اور تغیر پیدا ہو جائے۔لیکن اتنا زیادہ تغیر نہیں جو نشے کی حد تک پہنچ جائے۔اسی لیے آں حضرت ﷺ تین دن بھگوئے جانے کے بعد اس کو نوش نہیں فرماتے تھے۔یہ بھی نافع بدن ہے اور قوت حافظہ کے بڑھانے کیلئے فائدہ مند ہے۔اگر نشے کی حد تک پہنچ جائے تو حرام ہے۔نبیذ پینے اور اس کے ساتھ وضو کرنے میں احناف اور دیگر ائمہ کے درمیان اختلاف مشہور ہے۔ اور مذہب حنفی یہ ہے کہ جب تک مسکر نہ ہو پینا جائز ہے اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے"۔

اتنی تفصیل جاننے کے بعد قاری کو یقیناً ایسی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جو اس کے لیے اس باب کے مالہ وما علیہ کا فہم آسان تر بنا دیتی ہے۔

قارئین کرام! حضرت شیخ محقق علوم وفنون کا ایک بحر ذخار ہیں۔میں نے اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کرتے ہوئے "اشعۃ اللمعات" کے چند گوشوں کی نقاب کشائی کی کوشش کی ہے۔اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر کسی جگہ غلطی دیکھیں تو آگاہ فرمائیں۔اللہ رب العزت عالم اسلام کو حضرت شیخ کے فیوضات سے بیش از بیش مستفیض فرمائے۔آمین۔

حوالہ جات

(۱) مستدرک للحاکم کتاب العلم باب الامر بکتابۃ العلم

(۲) مصابیح السنۃ اس کی شروحات، حواشی اور مشکوٰۃ کے بارے میں تمام معلومات حاجی خلیفہ کی کتاب کشف الظنون ۲/ ۱۶۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت سے ماخوذ ہیں۔

(۳) ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون ۳/ ۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

(۴) سالنامہ المصداق ۲۰۰۳۔۲۰۰۴ء، ص ۴۳

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔۔۔حیات وخدمات مرتبہ: پروفیسر شاہ انجم بخاری سالانہ

''المصداق'' حیدر آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۵

(۶) الفتاوی الرضویہ ۲۱/ ۳۷۵، رضا فاونڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور

(۷) اشعۃ اللمعات مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/ ۲

(۸) ۳/ ۵

(۹) ایضاً ۴/ ۴۶۶

(۱۰) ایضاً ۴/ ۶۳۷

(۱۱) ایضاً ۴/ ۴۷۳

(۱۲) ایضاً ۱/ ۴۰۷

(۱۳) ایضاً ۳/ ۳۹۹

(۱۴) ایضاً ۴/ ۱۲

(۱۵) ایضاً ۴/ ۱۳

(۱۶) ایضاً ۴/ ۱۳، ۱۴

(۱۷) ایضاً ۳/ ۱۷۵

(۱۸) یضاً ۳/ ۵۲۸

☆☆☆

علامہ محمد شہزاد مجددی

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کے چند اساتذہ

حضرت شیخ محقق کے اساتذہ کرام کا تذکرہ اور زمانہ طالب علمی کی مکمل تفصیلات تا حال دست یاب نہیں ہیں ☆ جو کچھ معلومات اِس سلسلے میں ملتی ہیں وہ بھی اجمالی و ضمنی قسم کی ہیں۔ آپ

☆ [یہی بات سیّد محمد قادری نے ''تذکرۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' (مطبوعہ ۱۹۵۰ء پٹنہ) میں حضرت شیخ محدث کے ''اساتذۂ حدیث'' کی فصل تحریر کرتے ہوئے لکھی تھی۔ آج بھی صورتِ حال کچھ زیادہ نہیں بدلی۔ یہاں زیرِ نظر مضمون کی مناسبت سے مذکورہ فصل سے ایک اقتباس بلا تبصرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کے بعض شیوخ حدیث کا علم ہوتا ہے۔ (شاہ انجم بخاری عفی عنہٗ) اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''محدث دہلوی نے اپنے اساتذۂ حدیث کے متعلق مستقل ایک رسالہ 'زاد المتقین' لکھا ہے، اس کے علاوہ 'اجازت الحدیث فی القدیم والحدیث' ایک دوسرا رسالہ لکھا ہے۔ 'نیز اسماء الاستادین' ایک تیسری کتاب لکھی ہے، لیکن افسوس کہ ان میں سے کوئی راقم کے علم میں بھی نہیں تا بہ استفادہ چہ رسد، اس وقت حضرت شیخ کے تین اساتذۂ حدیث کے نام سے واقف ہے۔ شیخ عبدالوہاب متقی، شیخ حمید الدین سندھی، شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ السروجی۔ شیخ عبدالوہاب متقی کا تذکرہ 'اخبار الاخبار'' میں ہے۔ شیخ حمید الدین سندھی سے حضرت شیخ کو مشکوٰۃ کی اجازت حاصل تھی۔
>
> ''لمعات التنقیح کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

بقیہ اگلے صفحے پر

کے اوّلین اُستاد آپ کے والد گرامی شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ابتدائی تعلیم آپ نے انھی

وماحصل لی روایته بخصوصیته بالاسناد الامن قبل الشیخ العالم الفاضل الکامل تذکرة السلف، بقیه المحدثین مولانا الشیخ حمید الدین السندی مولداوالمدنی موطنا والمکی مدفنا وهومن الشیخ الامام الهمام خطیب المسجد النبوی ﷺ نور الدین علی بن عراق رحمة الله علیه رحمة واسعة قال اخبرنا به شیخنا اقضی القضاة شرف الدین عبدالکریم الرافعی اذنا شفاها عن الامام ابی الفتح المراغی المدنی اذنا، وان لم یکن سما عالبعضه قال اخبرنی به والدی قاضی طیبه ابوبکر بن الحسین المراغی قال اخبرنا به العلامة امام الدین علی بن مبارک شاه الصدیقی قال اخبرنا به مؤلفه الخطیب ابوعبدالله محمد بن عبدالله العمری التبریزی قراء ة لجمیعه، [واجازه لماتجدد الحاقه بعد القرأة". به تصحیح و اضافه از "لمعات التنقیح" جزواوّل، مطبوعه ۱۹۷۰ء لاهور، ص ۲۰، شاه انجم بخاری عفی عنهٗ].

شیخ حمید الدین سندھی کا حال راقم کو نہیں معلوم "تذکرہ علمائے ہند" کے ضمیمے میں شیخ حمید سندی برادر شیخ رحمت اللہ کا دو تین سطروں میں تعارف ہے پتہ نہیں کہ یہ وہی ہیں یا کوئی دوسرے۔ قرینہ تو یہ ہے کہ شیخ حمید الدین سندی استاذ شیخ عبدالحق کوئی دوسرے بزرگ ہیں۔

شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ السروجی کا نام اس سند سے معلوم ہوا ہے جو پھلواری شریف میں ہے۔ اس سند کا ذکر شیخ نورالحق کے تذکرے میں آرہا ہے۔۰۰۰ حضرت شیخ کے پروتے شیخ الاسلام نے اپنی شرح بخاری کے دیباچے میں اپنی سند حدیث کا جو اجمالی تذکرہ کیا ہے اس سے اس سلسلے میں کچھ مزید معلومات حاصل ہوتی ہیں، لکھتے ہیں:

"ومدار آں بر شیخ الوری علم الہدیٰ سند المحدثین وسیّد المفسرین بکلام سیّد المرسلین نقد السلف و قدوۃ الخلف خیر آخری امۃ خیر البشر مجدد المایۃ الحادی عشر المحتکی فیضہ فی الافاق القایم بالقسط والاتفاق جدنا العالی وامامنا ذوالمعالی المؤید بالید المطلق ابوالمجد الشیخ عبدالحق خصہ اللہ باعالی الجنان ومیزہ بانواع الاحسان، است وسند ایں شیخ بزرگ دریں دیار ہندستان معروف ومشہور است وخود در رسالۂ اجازات بطریق مختلفہ متعددہ بعضہم اعلیٰ من بعض بہ تفصیل بیان فرمودہ، شیخ جلال الدین سیوطی وشیخ قسطلانی دو واسطہ از رجال اسناد ایشانند و حافظ شیخ احمد بن حجر عسقلانی بہ سہ واسطہ و بہ بعض وجوہ اجازہ صحیحین ایشاں را از جناب رسالت بہ سہ واسطہ حاصل شدہ"۔ (بحوالہ تذکرہ: ص ۱۵۵ تا ۱۵۷)]

سے حاصل کی۔ شیخ خود فرماتے ہیں:

''ہر چہ ہست اثر توجہ و عنایت ایشان است''

(اخبار الاخیار ص ۳۰۱)

آپ چونکہ ایک علمی اور دیندار خانوادے کے چشم و چراغ تھے لہٰذا ابتدا ہی میں علم و عرفان کی خوشبوؤں سے معطر فضا میسّر آئی اور محبتِ خدا اور رسول ﷺ کے نور سے قلب و روح منور ہو گئے۔ مشہور و معروف مؤرخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''شیخ سیف الدین نے اہلِ علم کی مجلس میں اُونچی جگہ حاصل نہیں کی لیکن انھوں نے اپنے ہونہار بیٹے کی تعلیم و تدریس پر پوری طرح نظر رکھی۔ اور شیخ کی تربیت بڑے نیک اُصولوں پر کی۔ علوم ظاہری سے بھی آپ کو بہرۂ وافر دلایا۔ اور بے تعصبی اور انصاف پسندی کی تلقین بھی شروع ہی سے کی۔ چنانچہ آپ اکثر اپنے بیٹے سے کہا کرتے تھے 'با ہیچ کسی در بحث علم نزاع نکنی و کلفت نرسانی، اگر دانی کہ حق بجانب دیگرست قبول کنی و گرنہ دو سہ بار بگو'' (رودِ کوثر: ص ۳۴۷)

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ حصولِ علم کے ایسے شائق تھے کہ بچپن میں بھی آپ عام بچوں کی طرح کھیل کود کی بجائے مشغول و تحریر و تقریر رہنا پسند فرماتے تھے۔ خاتمۂ اخبار الاخبار میں لکھتے ہیں:

''شروع میں قرآن پاک ناظرہ کی تعلیم والد صاحب سے مروجہ طریق کے مطابق حاصل کی۔ اور اُن کے فیضانِ صحبت و تاثیر سے بہت جلد خود پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ ہر روز جتنا کلام پاک میں سے پڑھتا والد گرامی کو سناتا۔ حتیٰ کہ دو تین ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا۔ والد گرامی نے عام مکتبی بچوں کی ترتیب تعلیم سے ہٹ کر میری تا و قاف کو درست کروایا۔ اور جیسا کہ بچوں کو لکھنے کی تربیت دی جاتی ہے میری راہنمائی کی اس کے بعد کچھ ہی عرصہ میں اگر تعین کیا جائے تو شاید ایک ماہ نے بلا مبالغہ کتاب و املاء نویسی کا ملکہ اِس فقیر کو حاصل ہو گیا''۔ (اخبار الاخیار، فارسی، ص ۳۱۱)

حضرت شیخ نے ابتدا میں جو کتب پڑھیں ۔ اُن کا تذکرہ بھی فرمایا ہے ۔ اِس ملک میں رائج کتب نظم و نثر، کچھ اجزا گلستان و بوستان اور دیوان حافظ کی تعلیم بھی دی گئی ۔ بالکل بچپن ہی میں ناظرہ قرآن پاک کے بعد ''میزان الصرف'' مصباح و کافیہ تک والد گرامی نے خود تعلیم فرمائی ۔

(اخبار الاخبار، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، ص ۳۱۱)

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا حافظہ باکمال و بے مثال تھا ۔ فرماتے ہیں کہ فقیر کو اپنے دودھ چھڑوانے کی حالت جب کہ وہ دو اڑھائی سال کی عمر تھی ایسی یاد ہے کہ گویا کل کی بات ہو ۔ بارہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد پڑھیں ۔ پندرہ سال کے ہوئے تو مختصر و مطوّل بھی پڑھ لیں ۔ اور اِسی دوران قرآن پاک حفظ بھی کرلیا ۔ اور دیگر کتب پر عبور حاصل کیا ۔ خود لکھتے ہیں کہ میں سات آٹھ سال تک فقہائے ماوراء النہر کے درس میں رہا ۔ اور وہ کہتے تھے کہ ہم نے تجھ سے فائدہ اُٹھایا ہے اور ہمارا تجھ پر کوئی احسان نہیں ۔ (خاتمہ اخبار الاخبار)

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''عربی میں کامل دستگاہ اور علم کلام و منطق پر پورا عبور حاصل کرنے کے بعد شیخ محدّث نے دانشمندانِ ماوراء النہر، سے اکتسابِ علم کیا ۔ شیخ نے اِن بزرگوں کے نام نہیں بتائے ۔ بہر حال اِن علوم کے حصول میں بھی اُن کی مشغولیت اور انہماک کا وہی عالم رہا کہ رات اور دِن کے کسی حصّہ میں فرصت نہ ملتی تھی ۔

... شیخ محدث نے بڑی رسا طبیعت پائی تھی ۔ جس علم کی طرف متوجہ ہوتے تھے اپنی محنت اور ذہانت سے اس میں کمال حاصل کر لیتے تھے ۔ چنانچہ علم کلام اور فلسفہ میں بھی ایسا درک پیدا کرلیا کہ اُن کے اُستاد بھی اُن کے کمالات کی تعریف کرنے لگے ۔ حد یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے ذہین شاگرد سے اِس کا اعتراف کیا ۔ ''ما را از تو مستفید یم و ما را بر تو منتے نیست'' (حیات شیخ عبدالحق، ص ۸۸)

شیخ محدث حجاز کی طرف:

''۹۹۶ھ بمطابق ۱۵۸۷ء میں جب کہ شیخ محدث کی عمر اڑتیس سال کی تھی وہ

حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض سفری رکاوٹوں کے باعث تقریباً ایک سال گجرات میں مقیم رہے۔'' (ایضاً: ص ۹۶)

احمد آباد (گجرات) میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ وجیہہ الدین علوی رحمۃ اللہ علیہ (۱) کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور اُن کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ ''اخبار الاخیار'' میں اِس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بملاقات وے مستعد شد، و بہ بعضے اذکار و اشغال سلسلہ عالیہ قادریہ مشرف گردید''۔

(ترجمہ) ان سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے بعض اذکار و اشغال ان سے حاصل کیے۔

شیخ وجیہ الدین علوی قدّس سرُّہٗ کے علمی مقام و مرتبے کے پیشِ نظر بعید نہیں ہے کہ شیخ نے روحانی اِستفادہ کرنے کے ساتھ علمی و فنی فیض بھی اِن سے حاصل کیا ہو۔

حجاز مقدس میں حضرت شیخ کو اِس دور کے عظیم شیخ الحدیث اور شیخ طریقت شیخ عبدالوہاب متقی قدِّس سرُّہٗ (۲) کی صحبت میسر آئی۔ شیخ محقق نے اپنا تمام وقت (۹۹۶ تا ۹۹۹ھ) ان ہی کی خدمت میں گزارا۔ شیخ نے مزید علوم کی تکمیل کرائی۔ اور احسان و سلوک کی راہوں سے آشنا کیا۔

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قدس سرہٗ (م ۱۰۰۱ھ) کی علمی و روحانی سرپرستی نے شیخ محقق کی صلاحیتوں کے زرِ خالص کو چمکا کر کندن بنا دیا تھا۔

شیخ عبدالوہاب اصلاح اعتقاد و اعمال پر بے حد زور دیتے تھے۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ علوم ظاہری و باطنی اور اسرار و رموزِ حقیقت سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔ شیخ محقق کی شخصیت پر ان کی تربیت کا بڑا اثر تھا۔ علم کی اہمیت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''علم بمنزلہ غذا است کہ ہمیشہ احتیاج بآں باقی است''۔

علم غذا کی مانند ہے جس کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ (اخبار الاخیار، ص ۲۶۴)

ایک مرتبہ کسی نے شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں عرض کیا کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ طالب کو ہمیشہ ذاکر رہنا چاہیے۔ فرمایا جو کوئی کارِ خیر میں ہے

حقیقت میں وہ ذکر ہی میں ہے۔ نماز پڑھنا ذکر ہے، قرآن مجید پڑھنا ذکر ہے، علم دین کا درس دینا ذکر ہے، اور جو عمل خیر ہے وہ ذکر ہی ہے۔ ذکر کا یہ جامع اور ہمہ گیر مفہوم تصوّف کی اعلیٰ ترین تعلیمات کی ترجمانی کرتا ہے۔

(حیات شیخ عبدالحق ص ۱۰۸)

شیخ عبدالحق کی تعلیم و تربیت شیخ متقی کی نگرانی میں:

"رمضان ۹۹۶ھ میں شیخ عبدالحق دہلوی، شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور مشکوٰۃ کا سبق لینا شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں ان کے ساتھ معتکف رہے۔ مناسکِ حج اُنھی کے ساتھ درس میں مشغول ہوگئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ کو شیخ عبدالوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور آخر رجب ۹۹۸ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظّمہ آکر شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ کا درس پورا کیا۔"

(حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۰۸)۔

اس سے فراغت پر شیخ نے فرمایا:

"الحمدللہ نسبت ایں علم شریف بوجہ اتم حاصل شد، ایں مقدار شدہ است کہ از عہدہ خدمت ایں علم توانید برآمد"۔

"الحمدللہ اس علم پر پورا عبور حاصل ہوگیا ہے۔ بلکہ اس قدر ہوگیا ہے کہ اس علم شریف کی خدمت کا حق ادا کیا جاسکتا ہے"۔

(زادالمتقین بحوالہ حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۰۹)

حضرت شیخ محقق نے مکہ معظّمہ کے دیگر شیوخ سے صحیح بخاری و مسلم کا درس بھی لیا۔ اور سلاسلِ طریقت کا روحانی فیض بھی قادریہ وشاذلیہ کے طریق سے حاصل کیا۔ شیخ محقق اجازت و فراغت کے متعلق خود فرماتے ہیں:۔

"ترجمہ: تمام کتب احادیث اور سارے علومِ دینیہ (حجاز کے) علماء کرام

سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ روحہ سے ذکر وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور ان کی خدمت سے بہت سی نعمتیں حاصل کیں۔ اور حصولِ انوار و برکات و ترقی درجات اور علوم دینی کی نشر و اشاعت میں استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کو واپس ہوا۔''

(تالیف قلب الالیف (قلمی) بحوالہ حیاتِ شیخ، ص ۱۱۰)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جس زمانہ میں، میں شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں مکہ شریف حاضر تھا مجھے شیخ المشائخ علی متقی قدس سرہٗ (۳) کی قبر مبارک کی زیارت کا شوق تھا، ایک روز حاضر ہو کر میں نے اپنا حال عرض کیا اور بشارت کی درخواست کی، ایک شب خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ بیت اللہ کے مقام حنفی میں تخت پر جلوہ افروز ہیں اور فقیر سامنے کھڑا عرض کر رہا ہے کہ خادم آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں آ گیا ہے، حضور ان سے فقیر کی بابت سفارش فرمادیں۔ کچھ نظر عنایت زیادہ ہو جائے اور یہی مزار مبارک پر بھی عرض کیا تھا، تو جواب میں ارشاد فرمایا: ''خاطر جمع رکھو ان شاء اللہ مقصود تمھارا حاصل ہے''۔ (زاد المتقین)

حواشی

(۱) شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ ۲۲ محرم ۹۱۰ھ کو بمقام چانپانیر پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا سیّد شمس الدین سے حاصل کی۔ اپنے ماموں سیّد ابوالقاسم سے حدیث پڑھی۔ چودہ پندرہ سال کی عمر میں علامہ محمد بن محمد سے حدیث کا اختتام فرمایا۔ آخر میں حضرت ابوالبرکات بنانی عباسی کو حدیثیں سنائیں۔ علوم عقلیہ مولانا عمادالدین طارمی شاگرد رشید مولانا جلال الدین دوانی اور ابوالفضل مظہر الدین محمد گازرونی سے حاصل ہے۔ تقریباً ۶۰ھ سال تک احمد آباد میں انھوں نے درس و تدریس کا ہنگامہ گرم رکھا تھا۔ ان کی زندگی ہی میں ان کے شاگرد احمد آباد سے لاہور تک پھیل چکے تھے۔ (حیات شیخ عبدالحق، ص ۹۷۔۹۸)

محمد غوثی صاحب گلزار ابرار آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمہ (۱۵۹۰ء) کے مزید احوال کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

تذکرۃ الوجیہ، اخبار الاخیار، منتخب التواریخ، حدائق الحنفیہ، رودِ کوثر، ماٰثر الکرام اور گلزار ابرار وغیرہ۔

(۲)　شیخ عبدالوہاب کے بارے میں شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

شیخ عبدالوہاب متقی شاید (شیخ علی متقی کے علاوہ) پہلے با اثر ہندوستانی عالم ہیں۔ جنھوں نے وحدت الوجودیوں کی اِفراط و تفریط کے خلاف با قاعدہ آواز اُٹھائی۔ اور شیخ عبدالحق محدّث اور شیخ محمد بن طاہر پٹنی جیسی ہستیوں پر اثر ڈالا۔ وہ اور ان کے اُستاد شیخ علی متقی ہماری مذہبی تاریخ میں بڑی باعزت جگہ کے مستحق ہیں۔ شیخ عبدالوہاب کی ولادت مالوہ کے دارالخلافہ ''مانڈو'' میں ہوئی۔ اِن کے والد شیخ ولی اللہ امرائے سلطنت میں سے تھے۔ چند واقعات کی بنا پر اُنھیں مانڈو چھوڑ کر برہان پور آنا پڑا۔ لیکن تھوڑا عرصہ بعد وہ اور شیخ عبدالوہاب کی والدہ انتقال کر گئے اور شیخ صِغر سنی میں یتیم ہو گئے۔ آخر وطن چھوڑ کر سیاحت اختیار کی۔ اور گجرات، دکن، لنکا اور دوسرے ممالک سے ہوتے ہوئے عنفوانِ شباب ہی میں مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ متقی کی صحبت اختیار کی۔ اور بارہ سال تک اُن سے فیض حاصل کیا۔

(رودِ کوثر، ص ۳۵۲۔۳۵۳)

حضرت شیخ محقق لکھتے ہیں کہ:

''اِس زمانے میں ان کے برابر علوم شرعیہ پر عبور رکھنے والے کم ہوں گے۔ وہ ایک زندہ قاموس تھے۔ سب کچھ اُنھیں یاد تھا۔ فقہ و حدیث کا بھی یہی حال تھا اور صرف و نحو و ادب وغیرہ بھی کفایت سے زیادہ جانتے ہیں۔ برسوں تک حرم شریف میں اِن علوم کا درس دیا تھا۔ (اخبار الاخیار، ص ۲۶۵، حیات شیخ عبدالحق، ص ۱۰۵)

(۳)　''حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کے شیخ و استاد اور شیخ محقق کے اُستاذ الاستاذ سند المحدثین حضرت شیخ علی متقی القادری الشاذلی قدس سرہٗ ۸۸۵ھ میں برہان پور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے سات آٹھ سال کی عمر میں شاہ باجن چشتی کا مرید کروا دیا۔ جب بالغ ہوئے تو شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن سے خرقہ پہنا۔ پھر ملتان تشریف لے گئے۔ اور شیخ حسام الدین متقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں راہ سلوک طے کی۔ اور تفسیر بیضاوی اور عین العلم کا درس لیا۔ دو سال بعد حرمین شریفین کی راہ لی۔ اور علماء حجاز سے روایت حدیث کی اجازات پائیں۔ اور فن حدیث پر کامل عبور حاصل کیا۔ شیخ ابوالحسن بکری، حافظ ابن حجر مکی اور شیخ محمد بن محمد سخاوی آپ کے اساتذۂ حدیث ہیں۔ شیخ سخاوی سے سلسلہ شاذلیہ اور قطب الوقت شیخ نورالدین علی الحسن الشاذلی سے مدنیہ سلسلے میں بیعت کی اور فیضانِ باطنی حاصل کیا۔ علم حدیث شریف میں آپ کا بلند مقام و مرتبہ شیخ ابوالحسن بکری کے اس قول سے ظاہر ہے:

''للسیوطی منة علی العالمین وللمتقی منه علیه''

''یعنی سیوطی کا احسان تمام عالم پر ہے۔ اور متقی کا احسان سیوطی پر''

شیخ علی متقی قدس سرہٗ نے امام سیوطی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب ''جمع الجوامع'' کی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب سے از سرِ نو مرتب فرما کر طلباء حدیث کے لیے تلاش حدیث کے عمل کو آسان فرمایا۔ آپ کی مرتبہ کتاب ''کنز العمال'' بلاشبہ حدیث کا ضخیم اور جامع ترین انتخاب ہے۔ حافظ ابن حجر مکی ہیتمی قدس سرہٗ جو حدیث میں آپ کے استاد اور شیخ ہیں۔ خود آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خود کو آپ کا مرید و تلمیذ کہلوانے

پر فخر محسوس کرتے تھے۔ علم حدیث کے میدان میں شیخ علاء الدین علی المتقی قدس سرہٗ اپنی گراں قدر اور عظیم خدمت کے پیشِ نظر بجا طور پر "فخرِ ہندوستان" کہلوانے کے حقدار ہیں۔

۸۷ سال یا نوے سال کی عمر میں منگل کے روز بوقت سحر جمادی الاوّل ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء کو مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور جنت المعلیٰ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ شیخ عبدالوہاب متقی "علامہ امام علی متقی کے شاگرد رشید نے اپنے رسالہ "اتحاف التقی فی فضل الشیخ علی متقی" ☆ میں ایک عجیب بات لکھی۔ کہ شیخ کی وفات سے بہت پیشتر مکہ معظمہ میں آپ کی وفات کی افواہ اُڑ گئی حالانکہ وہ اُس وقت خوب تندرست تھے۔ یہ سن کر وہاں کے کبار علماء وصلحاء اور شیخ کے دوست احباب و مریدین گروہ در گروہ جمع ہو گئے۔ جب آپ کو اُنھوں نے زندہ اور تندرست پایا تو بہت حیران ہوئے۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ اِس فقیر کی مثال اُس شخص کی سی ہے۔ جس نے موت کا ذائقہ چکھ لیا اور آخرت کے احوال سے واقف ہو گیا۔ پھر اس نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج پس حق تعالیٰ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور اس کو پھر دنیا میں بھیج دیا۔

اِس رسالے میں لکھا ہے کہ شیخ علی متقی قدس سرہٗ کی وفات سے دو ماہ پہلے جنّات کے دو گروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جن میں سے ایک گروہ شیخ کا عقیدت مند تھا۔ اُس نے آپ سے فوائدِ کثیرہ اور بہت سی نصائح حاصل کیں۔ اور پائے مبارک کو بوسہ دے کر چلا گیا۔ دوسرا گروہ آپ کا منکر تھا۔ اِس لیے کبھی وہ نصاریٰ کے لباس میں اور کبھی فساق و فجار کی شکل میں نظر آتا تھا۔ اور بغیر کلام کے واپس ہو جاتا تھا۔ شیخ نے ان کی ہدایت کی غرض سے کچھ خطوط لکھے ہیں جن کو بخوف طوالت درج نہیں کیا گیا۔ (مقدمہ "اکمال الشیم" مترجم مطبوعہ لائل پور)۔ ☆

کتابیات

(۱) اخبار الاخیار (فارسی) مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر۔

(۲) رود کوثر از شیخ محمد اکرام، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

(۳) حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی از خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین، دہلی۔

(۴) مقدمہ اکمال الشیم، محمد رمضان شوقؔ، مطبوعہ فیصل آباد

☆☆☆

☆ [حضرت شیخ عبدالوہاب متقی علیہ الرحمہ کا محررّہ رسالہ "اتحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی" خود حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے زاد المتقین" کے باب پنجم میں نقل کیا ہے۔

اس رسالے میں حضرت شیخ علی متقی علیہ الرحمہ کے مجمل حالات درج ہیں۔

ملاحظہ ہو: "زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین" اُردو ترجمہ مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، مطبوعہ ۱۹۹۸ء، الرحیم اکیڈمی کراچی۔ شاہ انجم بخاری عفی عنہٗ]

ڈاکٹر محمد یونس قادری

تلامذۂ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ

دورِ عبدالحق (۱۶۴۲ء تا ۱۵۵۱ء) میں جہاں ایک طرف یورپ میں فکری بے چینی عروج پر تھی اور مکیاولی افکار کی ہر طرف دھوم تھی۔ جس کی لپٹیں تاجروں، سفیروں اور فوجیوں کے ذریعے ہندوستان میں پہنچ رہی تھیں وہیں کئی سیاسی و مذہبی تحاریک کی ابتداء ہوئی۔ اس وسیع تر تناظر میں ذکری، روشنائی، نقطوی، مہدوی، شیعت تحاریک اور نظریہ الفی قابلِ ذکر ہیں۔ خود سیاسی مقتدرِ اعلیٰ اور اس کے رفقائے کار اپنی عقلیت پسندی کے سبب مختار کل ہونے کے دعویدار تھے ایسے میں ۱۰۰۰ھ میں حجاز اقدس سے تشریف لا کر حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے دہلی میں ایک دارالعلوم قائم کر کے قرآن وسنّت کی بنیاد پر طلباء کی ایک فوج تیار کی اور اپنے تلامذہ کو ہندوستان کے مختلف علاقوں مثلاً گجرات، احمد آباد، مراد آباد، بہار، کشمیر، جونپور، بنارس وغیرہ اور بیرونِ ہند دین متین کی ترویج و اشاعت کے لیے بھیجا یوں آپ کا سلسلہ ساری دنیا میں جاری ہوا۔

بہ سلسلہ عنوان آپؒ کے چند تلامذہ کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱)　شیخ نور الحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ (۹۸۳ـ۱۰۷۳ھ) شیخ مُحدّث کے فرزند اکبر تھے۔ مُحدّث، فاضل اور متبحر عالم تھے۔ اپنے والد کے خلیفہ اور جانشین ہوئے سلسلہ قادریہ اور شاذلیہ میں ارادت رکھتے تھے۔(۱) تعلیم و تربیت والد ہی سے پائی شرح قران السعدین (۲) میں لکھتے ہیں کہ میرے والد ہی نے مجھے ا، ب کی تختی پڑھائی اور فارغ التحصیل کیا۔ بادشاہ شاہجہاں ایام شاہزادگی سے ان کی استعداد اور قابلیت کا معترف تھا۔ چنانچہ ۱۰۳۷ھ میں تخت نشین ہوکر بہ اصرار اکبرآباد کی قضاۃ کا محکمہ آپ کے سپرد کیا۔ آزاد بلگرامی لکھتے ہیں: حق ایں منصب نازک نواے کہ باید بہ تقدیم رسانید (۳)۔ شیخ مُحدّث کی وفات کے بعد آپ نے اپنے والد کی مسند ارشاد کو سنبھالا۔ آپ کی مشہور تصانیف میں تیسیر القاری (شرح صحیح بخاری) شرح شمائل ترمذی، محی القلوب، زبدۃ التواریخ، مثنوی تحفۃ العراقین، حاشیہ شرح عضدی، حاشیہ شرح مطالع، شرح قران السعدین، رسالہ دربیان رویا وغیرہ شامل ہیں۔ علم وادب کا ذوق خاندانی ورثہ تھا۔ مشرقی تخلص کرتے تھے۔ آپ کا ایک دیوان بھی تھا جو پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔ آج کل نایاب ہے۔(۴)

(۲)　مولانا حیدر پتلو بن فیروز کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر کے رہنے والے تھے۔ سات سال کی عمر میں حفظ قران کریم کے بعد بابا قطب الدین اور جوہرناتھ کشمیری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مؤخرالذکر کے شاگردوں میں آپ کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔(۵) فقہ، حدیث اور تفسیر کی تکمیل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کی (۶)۔ دہلی سے واپسی پر کشمیر میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی ساری عمر درس وافادہ میں صرف ہوئی۔(۷) (۱۰۵۷) میں وفات پائی۔ خیرالوریٰ تاریخ وفات ہے(۸) آپ کے بعد آپ کے صاحبزادوں مولانا محمد طاہر کشمیری (۹)، مولانا محمد افضل کشمیری اور متبنّیٰ شیخ محمد منور کشمیری نے علوم اسلامیہ کی ترویج میں نمایاں کردار انجام دیا۔ عہد عالمگیری کے ممتاز عالم دین میر ہاشم منور آبادی کشمیری بھی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔(۱۰)

(۳) خواجہ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار فقہائے حنفی اور مشائخ نقشبند میں ہوتا ہے۔ کشمیر میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی۔ علم فقہ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشان (م ۱۰۵۲ھ) سے پائی پھر دہلی چلے آئے۔ یہاں شیخ محققؒ کے دارالعلوم میں رہ کر حدیث، فقہ اور اُصول کی تعلیم پائی۔ (۱۱) سلسلۂ نقشبندیہ میں اپنے والد کے مرید وخلیفہ تھے۔ (۱۲) ۱۰۸۵ھ میں بمقام کشمیر فوت ہوئے۔

آپ شریعت کے پابند، سنت کو رواج دینے والے اور بدعت کو مٹانے والے تھے۔ زہد، تقویٰ اور پرہیزگاری میں بے نظیر اور اپنے زمانے کے علماء وصلحاء میں بے حد مقبول تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے فتاویٰ نقشبندیہ، کنز السعادۃ اور رسالۂ رضوانی خاص طور پر مشہور ہیں۔ (۱۳)

(۴) مولانا ابواحمد سلیمان کردی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

گجرات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا فیضان آپ ہی کی وساطت سے پہنچا۔ مرآۃ احمدی میں مرقوم ہے:

''از خدمت شیخ عبدالحق کسب فیوضات نمودہ۔ فاضل تبحر وصاحب تصانیف بودہ'' (۱۴)

آپ کردستان کے رہنے والے تھے۔ خراسان ولاہور کی سیاحت کرتے ہوئے دہلی آئے یہاں شیخ محدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حدیث کی سند حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے شیخ (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے خلیفہ بھی ہوئے۔ غوث الاعظم دستگیر سے والہانہ عشق اپنے شیخ طریقت وشریعت سے ملا تھا۔ ''منبع الخیرات'' نامی ایک مثنوی بھی آپ نے تحریر کی جو غوث پاک کی شان میں تھی۔ اس مثنوی کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم لائبریری میں موجود ہے۔ (۱۵)

حضرت محدث کا سلسلۂ حدیث مولانا سلیمان سے ان کے صاحبزادے مولانا احمد (م ۱۷۰۰ء) اور ان کے شاگردوں بالخصوص مولانا نور الدین گجراتی (۱۷۴۲ء۔۱۶۵۳ء) سے پھیلا (۱۶)

(۵)　شیخ عبدالجلیل الہٰ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگوں میں سے ایک ہیں۔ ۹۹۲ھ میں بمقام منذارہ پیدا ہوئے مختصرات اور مطولات دیگر اساتذہ سے پڑھ کر دہلی وارد ہوئے اور شیخ محدث سے اجازت حدیث حاصل کرنے کے بعد گنگوہ آکر شیخ محمد صادق حنفی گنگوہی کی خدمت میں بیس برس رہے اور فیض طریقت حاصل کیا۔ بعدازاں الہٰ آباد میں مستقل سکونت اختیار کی۔ ۱۱۱۴ھ میں وہیں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں نغمات حالات، علم الثقات، زاد المشائخ، اسرار العاشقین، حل المشکلات، فیوضات، چہاردہ علمی، ہدایۃ الصوفیہ وغیرہ مشہور ہیں (۱۷)۔

(۶)　قاضی عنایت اللہ بن الہداد صدیقی بلگرامی

شروع سے آخر تک اپنے والد گرامی قاضی الہداد سے تحصیل علم کے بعد مفتی شہر مقرر ہوئے۔ میر سیّد طیب بلگرامی بن میر سیّد عبدالواحد بلگرامی جب دہلی تشریف لائے تو قاضی عنایت اللہ کی خواہش پر انھیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حلقۂ مریدین میں شامل کرا کے سلسلۂ عالیہ قادریہ کا شجرہ انھیں دلوایا۔ (۱۸)

(۷)　شیخ محمد یحییٰ عرف شاہ جیو رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ۱۶۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ مؤطا و دیگر علوم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پڑھا۔ آپ کی شادی حضرت خواجہ باقی باللہ کی پوتی (صاحبزادی حضرت خواجہ کلاں) سے ہوئی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے مدد معاش کے طور پر اتنا کچھ دیا تھا کہ ''الملک الملت والملک الیحییٰ'' ضرب المثل بن گئی۔ دینی علوم پر کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ ۱۶۸۵ء میں وفات پا کر سرہند میں مدفون ہوئے۔ (۱۹)

(۸)　مولانا شاکر محمد بن وجیہہ الدین حنفی دہلوی

آپ دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔ تحصیل علم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کیا اور عرصہ دراز تک آپ کی صحبت میں رہے۔ دہلی ہی میں ساری عمر درس و افادہ کا سلسلہ جاری

رکھا۔ بادشاہ شاہجہاں آپ کا بڑا معتقد تھا اور نہایت احترام سے پیش آتا تھا۔ ۱۰۶۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (۲۰)

(۹) شیخ عبداللہ دہلوی عرف خواجہ خرد

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فیضانِ علم کی نشر و اشاعت کے سلسلے کی ایک اہم کڑی شیخ عبداللہ دہلوی ابن خواجہ باقی باللہ ر ۱۰۱۰ھ۔۱۰۷۴ھ) ہیں۔ بچپن میں والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا میرزا حسام الدین احمدؒ کی آغوش تربیت میں پلے بڑھے۔ درسی کتب حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلویؒ اور شیخ شاکر محمد دہلویؒ سے پڑھیں۔ اس کے بعد سرہند جا کر بعض کتب حضرت مجدّد الف ثانی سے پڑھیں اور فیضانِ طریقت بھی پایا سرہند سے دہلی آ کر شیخ حسام الدین اور شیخ الہداد سے اجازت طریقت حاصل کر کے مسند درس وافادہ پر متمکن ہوئے۔

آپ ایک عالم باعمل، بحر تصوف کے شناور اور وجد و سماع کے دلدادہ تھے۔ ابن عربیؒ کے پیرو تھے اور ان کی کتب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ پر حواشی لکھے۔ اس کے علاوہ تفسیر بیضاوی اور بعض درسی کتب پر بھی حواشی لکھے۔ آپ کی اہم کتب و رسائل میں رسالہ میراث، رسالہ مناقب شیخ حسام الدین، زاد المعاد، پردہ برانداخت، طریق الوصول الی اصل الاصول (۲۱) مشہور ہیں۔

خواجہ خرد سے جن لوگوں نے فیضان حاصل کیا ان میں حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی) (۲۲) اور شیخ خالد الدیرزوری کے نام بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ شیخ خالد کو دی گئی اجازت کی ایک قلمی نقل وزارت ثقافت (مصر) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (۲۳)

(۱۰) شیخ طیب بن معین البنارسی رحمۃ اللہ علیہ ☆

سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شیخ طیب بن معین نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے اجازت

☆ [سیّد محمد قادری نے ''سمات الاخبار'' مؤلفہ حکیم مولوی عبدالمجید کاتب مصطفیٰ آبادی کے حوالے سے ان کا نام ''مخدوم طیب بن معین الدین بن شاہ حسن فاروقی'' لکھا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مخدوم بنارسی نے حضرت شیخ مُحدّث سے اجازت وخلافت پائی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تذکرہ ص ۱۶۷۔ ش الف]

حاصل کی۔ آپ اپنے وقت کے مشائخ کبار میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے پائی۔ بعد ازاں "مدرسۂ شیخ نظام بنارسی" میں تکمیل تعلیم کی۔ نیز جانپور جاکر شیخ نور اللہ بن طہ جونپوری سے شرح وقایہ اور حسامی پڑھیں۔ وہیں شیخ خواجہ کلاں سے بیعت کی اور بنارس آکر کچھ عرصہ ملازمت کر کے خواجہ کلاں کے مرید و خلیفہ شیخ تاج الدین جھانسوی کی خدمت میں رہے اور خلافت پائی۔ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر سختی سے کاربند تھے۔ آپ کے خلفاء اور مریدوں میں سے شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی جونپوری اور شیخ یٰسین بن احمد بنارسی بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۰۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ منڈوایہ میں مزار مبارک ہے۔

(۱۱) شیخ جمال الدین کوڑوی رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ العالم الکبیر العلامہ جمال الاولیاء بن مخدوم جہانیاں بن بہاء الدین بن سالار عالم الحنفی الصوفی الکوروی کی وساطت سے صوبۂ بہار میں حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کا فیضان حدیث پہنچا۔ ۹۷۳ھ میں بمقام کوڑہ پیدا ہوئے۔ علم فقہ کی تعلیم والد ماجد سے پائی، پھر اودھ آکر قاضی ضیاء الدین عثمانی نیوتنی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے کچھ عرصے بعد کئی مشہور طریقوں کی اجازت پاکر اپنے شہر واپس ہوئے اور درس و افادہ کا سلسلہ شروع فرمایا۔

آپ فقہ، اُصول اور عربی کے بہت مشہور عالم تھے۔ سیّد محمد بن ابی سعید حسینی، ترمذی کالپوی، شیخ لطف اللہ کوروی، شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ جونپوریا اور شیخ یٰسین بن احمد بنارسی کے علاوہ کئی علماء و مشائخ وقت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا عتیق محدّث بہاری نے اپنے شاگرد مولانا وجیہ بن امان اللہ، پھلواری کو جو سندِ حدیث (۲۴) عطا کی، اس کے مطابق آپ کو علمِ حدیث کی اجازت حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ سے حاصل تھی۔ آپ نے ۱۰۴۷ھ میں وفات پائی۔

(۱۲) مولانا محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محدّثؒ کے ہونہار شاگردوں میں سے ایک تھے۔ ۱۰۰۰ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے ابتداً شیخ محمد فائز (م ۱۰۲۲ھ) کے تلامذہ میں سے تھے بعد میں حضرت شیخ محدّثؒ کے حلقۂ

درس میں شامل ہو گئے۔ شیخ محدثؒ آپ کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ آپ بیمار پڑ گئے بیماری نے طول کھینچا تو حضرت شیخ ہر روز تسلی کے لیے خط لکھتے (۲۵) کبھی دن میں دو بار بھی (۲۶)۔ رودِ کوثر میں آپ کی تصنیف طبقات شاہجہانی کے حوالے سے لکھا ہے: قریباً ایک سو پچاس رقعات آنحضرت (شیخ محدثؒ) نے اپنے دستخط شدہ مجھے بھیجے، جمع ہوئے۔ (۲۷)

خود آپ کو حضرت شیخ سے کتنی محبت و مؤدت تھی کلمات الصادقین میں رقم طراز ہیں: چونکہ حضرت مخدوم کے بارے میں کچھ عرض کرنے اور بیان کرنے کی استطاعت نہ تھی اس لیے خاموشی اختیار کر لی اور اپنے آپ سے کہتا تھا:

چہ فروشی باو متاع سخن — کہ مبیع تو از خزینہ اوست

آنچہ تو بردکانِ لب داری — ایں ہمہ از دعای سینہ اوست

(ترجمہ) جس کے خزانے سے متاع سخن حاصل کی ہے، اسی کے ہاتھ اسے بیچنا کس قدر نامناسب بات ہے؟ تیرے ہونٹوں کی دکان میں جو مال و متاع ہے یہ سب اس کی دعاؤں کا اثر ہے۔

لیکن اس قول کے بموجب کہ اگر کسی کو کل حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا تو جزو کا ادراک تو ہو ہی جاتا ہے۔ آج دہلی ہی نہیں بلکہ تمام ہندوتان میں جو برکت، رونق اور خوبی نظر آتی ہے آپ ہی کی ذات والا صفات کی بدولت ہے جو اس عہد میں اہلِ معرفت اور اہلِ حقیقت کی سردار و پیشوا ہے اور جو مختلف علوم و فنون پر کامل عبور رکھتی ہے بلکہ سچی بات وہی ہے جو اس عہد کے ایک فاضل نے آپ کے بارے میں کہی:

این مثل در عہدِ او نو شد کہ شہری ☆ وگلی (اس کے عہد میں یہ کہاوت تازہ ہوگئی ''تو حلاوت ہے اور خوشبو ہے'') (۲۸)

مولانا صادق دہلوی نے فیضان طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ سے پایا تھا آپ کو حضرت خواجہ سے والہانہ عشق تھا اس کا اندازہ کلمات الصادقین میں آپ کے تذکرہ کے عنوان سے بخوبی

☆ [اس مثل میں ''شہری'' کا لفظ محلِ نظر ہے۔ پروفیسر لطیف اللہ فاضل مترجم کلمات الصادقین کے مطابق یہ لفظ ''شہدے'' پڑھا جائے تو بات بنتی نظر آتی ہے۔ ش الف]

لگایا جاسکتا ہے۔(۲۹) میں آپ نے وفات پائی۔ کلمات الصادقین، طبقات شاہجہانی اور سلسلۃ الصادقین آپ کی مشہور تصانیف ہیں(۳۰)۔نزہۃ الخواطر(۳۱) میں آپ کی ایک اور تالیف ''حکایات الراشدین'' کا نام بھی ملتا ہے۔

(۱۳) شیخ عبداللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۵۔۱۰۸۳ھ)

شیخ عبداللہ بن شیخ سعداللہ حنفی اویسی لاہوری، شیخ محدثؒ کے ان لائق ترین شاگردوں میں سے تھے جن کے شاگردوں میں دوسرے اور تیسرے واسطے سے حضرت شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (۳۲) کے اُستاد حدیث شیخ محمد حیات سندھی مدنی (۳۳) شامل ہیں۔ آپ نے تحصیل علم سے فراغ کے بعد سند علم وارشاد گجرات میں آراستہ کی۔ حضرت شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلویؒ نے ''انسان العین فی مشائخ الحرمین'' میں لکھا ہے کہ آپ علم حدیث میں بالواسطہ حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی سے مستفیض تھے۔ گجرات میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا(۳۴) اور درس وافادہ کا سلسلہ شروع کردیا۔ شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی کے والد ابراہیم بن حسن الکردی المدنی نے آپ سے علم حدیث کی اجازت لے کر شیخ سالم بن عبداللہ البصری المکی کو مستفیض فرمایا۔ شیخ سالم سے ان کے صاحبزادے شیخ عبداللہ اور ان سے یہ علم شیخ محمد حیات سندھی، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی اور مولانا فاخراللہ آبادی جیسے جلیل القدر علماء نے حاصل کر کے عرب وعجم میں اشاعت کی۔

(۱۴) میر سیّد مبارک محدث بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۲۔۱۱۱۵ھ)

قطب المحدّثین میر سیّد مبارک مُحدّث بلگرامی نے ساری عمر علم حدیث شریف کی خدمت میں گزاری۔ ۱۰۶۱ھ میں دہلی جاکر خواجہ خرد سے مطول تفتازانی کا درس لیا اور جتنا عرصہ دہلی مین رہے آپ کا قیام شیخ نورالحق دہلویؒ کے گھر پر رہا۔ ۷ ررجب ۱۰۶۴ھ میں شیخ نورالحق دہلویؒ کے محضر سے اجازت حدیث شریف پائی۔ ۱۰۶۷ھ کو میر سیّد عبدالفتاح عسکری احمد آبادیؒ (۳۵) سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوکر بلگرام لوٹے۔ آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر بڑی سختی سے کاربند رہے۔

فیضانِ شیخ مُحدّثؒ، آپؒ کے جن شاگردوں کے ذریعے اندرون و بیرون ہند پہنچا ان میں

سیّد طیب بن نعمت اللہ بلگرامی (م ۱۱۵۲ھ)، سید محمد فیض بن محمد صادق بلگرامی (م ۱۱۳۰ھ)، علامہ سیّد عبدالجلیل بن میر احمد حُسینی واسطی بلگرامی (م ۱۱۳۸ھ)، سیّد طفیل محمد اترولوی بن سیّد شکر اللہ اترولوی بلگرامی (م ۱۱۵۱ھ) قابلِ ذکر ہیں۔

(۱۵) شیخ محمد رشید عثمانی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰۰ـ۱۰۸۳ھ)

آپ کا سلسلہ نسب اٹھارہ واسطوں سے شیخ کبیر سری بن مفلس سقطی عثمانی تک پہنچتا ہے۔ جونپور کی نواحی بستی ''برونہ'' میں پیدا ہوئے۔ فقہ واصول کے ممتاز عالم اور طریقت کے تمام علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے متعدد اساتذہ میں اُستاد الملک محمد افضل بن محمد حمزہ عثمانی جونپوری نہایت مشہور عالمِ دین ہیں (۳۶)۔ صاحبِ تذکرہ محدث، سمات الاخبار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جب آپ حدیث کی تعلیم کے لیے دہلی پہنچے تو حضرت شیخ عبدالحقؒ اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے مسند درس پر اپنے صاحبزادے شیخ نورالحقؒ کو بٹھا چکے تھے۔ شیخ نے دیوان محمد رشید کی خاطر سے یہ منظور فرمایا کہ میری موجودگی میں تم نورالحق سے حدیث کا درس لو۔ چنانچہ شیخ عبدالحق کی موجودگی میں وہ شیخ نورالحق سے درس حدیث لیتے رہے یہاں تک کہ فراغت حاصل کی۔ (۳۷)

خرقۂ طریقت بچپن ہی میں آپ کے والد ماجد نے پہنا دیا تھا۔ فراغت تعلیم کے بعد شیخ طیب بن معین الدین سے چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور شیخ عبدالقدوس. بن عبدالسّلام سے قلندریہ، مداریہ اور فردوسیہ کے سلاسل طریقت کی خلافت پائی۔ (۳۸)

آپ کی خانقاہ طالب علموں کا مرجع اور سالکان راہ خدا کا مرکز تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ دو پہر تک علوم ظاہری کی تدریس دو پہر کے بعد تربیت باطنی فرماتے اور رات یادِ الٰہی میں بسر کرتے۔ (۳۹) شاہجہاں نے آپ کی شہرت سنی تو ملاقات کے لیے بلا بھیجا، لیکن آپ نے آئے (۴۰)

آپ کی تصانیف میں سے رشیدیہ کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ شرح ہدایۃ الحکمہ، شرح اسرار المخلوقات للشیخ الاکبر، خلاصۃ النحو، زادالسالکین، مقصودالطالبین اور ایک دیوانِ شعر مشہور تصانیف ہیں (۴۱)۔

(۱۶) شیخ یٰسین محدّث بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ یٰسین بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن اوحد الدین صدیقی جونپوری بنارسی ۱۰۲۲ھ میں بمقام منڈواڈیہ (بنارس) میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ مُحدّث کے شاگرد و خلیفہ شیخ طیب بن معین بنارسیؒ سے صرف ونحو وفقہ کی چند کتب پڑھیں۔ پھر جونپور آ کر شیخ محمد افضل جونپوری اور شیخ محمد رشید بن مصطفٰی جونپوری سے منطق، حکمت اور اُصول کی کتب پڑھیں۔ سند حدیث شیخ نورالحق مُحدّث دہلویؒ اور شیخ محمد رشید سے حاصل کر کے واپس منڈواڈیہ تشریف لائے۔ ۱۰۴۰ھ میں شیخ طیب بن معین نے آپ کو خلافت سے نوازا ان کے بعد مسند ارشاد پر ساری عمر متمکن رہ کر مخلوق خدا کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئے۔ آپ نے مناقب العارفین کے نام سے مشائخ کرام کا ایک مبسوط تذکرہ یادگار چھوڑا (۴۲)۔

(۱۷) ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۵۶ء)

حضرت شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلویؒ اپنے رسالہ انسان العین فی مشائخ الحرمین میں بہ سبیل تذکرہ شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی تحریر فرماتے ہیں:

''وکتب شیخ عبدالحق دہلوی بہمیں واسطہ (ای بواسطہ شیخ عبداللہ لاہوری) از مولانا عبدالحکیم روایت می‌کند و وے از شیخ عبدالحق اجازۃً وروایۃً''۔

''اس سے حضرت شیخ مُحدّث کے ایک تلمیذ حدیث مولانا عبدالحکیم کا نام بھی معلوم ہوا اور ممکن ہے کہ یہ مولانا عبدالحکیم، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی ہوں''۔ (۴۳) دیگر حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلویؒ کی کتاب تکمیل الایمان کے مترجم مولانا حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نے بھی لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق ملا عبدالحکیم سیالکوٹی بھی شیخ محدثؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ (۴۴)

انھیں عہد شاہجہانی میں بڑا فروغ ہوا۔ دو مرتبہ بادشاہ نے سونے چاندی سے تلوایا۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر بیضاوی، حاشیہ شرح عقائد تفتازانی، حاشیہ شرح شمسیہ اور تکملۂ حاشیہ عبدالغفور بہت مشہور ہیں۔ (۴۵)

(۱۸) شیخ ابو رضا بن اسماعیل دہلویؒ (م ۱۰۶۳ھ)

آپ نبیرۂ شیخ مُحدّث میں سے تھے۔ صاحب عجالۂ نافعہ نے آپ کو شیخ مُحدّثؒ کا نواسہ لکھا ہے۔ ''رسالہ درحال وفات'' میں انتقال سے ایک روز قبل آپ بھی شیخ محدثؒ کے پاس موجود تھے۔ (۴۶) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے آپ کو حضرت شیخ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے جن سے آپ کا سلسلہ سند آج تک قائم ہے۔ (۴۷)

(۱۹) شیخ محمد حسین خافی نقشبندی

حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی کا سلسلۂ اسناد حجاز میں آپؒ سے بھی جاری ہوا۔ آپ مشہور عالم کتاب ''کتاب الطریقۃ الحمدیہ فی بیان الطریقۃ النقشبندیہ'' کے مصنّف ہیں۔ حافظ سیّد عبدالحیٔ کتانی اپنی کتاب فہرس الفہارس والاثبات (ج۔۲) ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں۔ ''یہ خافی شیخ عبدالحق دہلوی کے تلمیذ ہیں اور عموماً انھی سے روایت کرتے ہیں۔ میں شیخ عبدالحق کی اس اجازت پر مطلع ہوا ہوں جو انھوں نے اپنے قلم سے انھیں لکھی ہے۔ شیخ خافی کو شیخ حسن عجیمی نے پایا ہے اور اُن سے حدیث کی تحصیل کی ہے اور یہ نہایت عمدہ فائدہ ہے جسے کمتر لوگ جانتے ہیں''۔ (۴۸)

حوالہ جات

۱۔ انصاری پسروری، محمد اسلم ابن محمد حفیظ۔ (۱۹۷۲ء)۔ فرحت الناظرین۔ (مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری)، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ص ۶۸

۲۔ دہلوی، نورالحق مُحدّث (شیخ)۔ (۱۹۷۵ء)، نورالعین شرح قران السعدین (فارسی)، لاہور: نیشنل کمیٹی برائے سات سوسالہ تقریبات امیر خسرو، ص ۱ (ب)

۳۔ نظامی، خلیق احمد (ڈاکٹر)، (۱۹۵۲ء)، حیات شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی، لاہور، مکتبۂ رحمانیہ، ص ۲۴۸، بحوالہ مآثرالکرام، ص ۲۰۲

۴۔ ایضاً، ص ۲۴۷۔ ۲۴۸

۵۔ سروری، عبدالقادر (پروفیسر)، (۱۹۶۸ء)، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ، سرینگر، ص ۱۰۵

۶۔ رحمان علی (مولوی)، (۱۹۶۱ء)، تذکرہ علمائے ہند، (مترجم: ڈاکٹر محمد ایوب قادری)، کراچی، ص ۱۷۲

۷۔ عبدالحئی (علامہ)، (۱۹۵۵ء)، نزہۃ الخواطر وبہجۃ النواظر (ج۔۵)، حیدر آباد دکن، ص ۱۳۹

۸۔ جہلمی، فقیر محمد ثم لاہوری (مولوی)، (۱۸۹۱ء)، حدائق الحنفیہ، لکھنؤ، ص ۴۰۹

۹۔ ایضاً، نزہۃ الخواطر (ج۔۵)، ص ۳۸۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۶۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۷۔۴۰۶

۱۲۔ قادری، سیّد احمد (قادری)، (۱۳۷۰ھ)، تذکرۂ شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی، پٹنہ، ص ۱۶۰

۱۳۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)، ص ۴۰۷، حدائق الحنفیہ، ص ۴۲۵

۱۴۔ عبدالکریم بن قاضی نور محمد، (۱۸۷۴ء)، مرآۃ احمدی (ج۔۲)، کلکتہ، ص ۶۷

15. Rian, Charles, (1883), Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum (Vol III). London, p 1562.

۱۶۔ تذکرۂ حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی، ص ۱۶۵

۱۷۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۶)، ص ۱۳۸

۱۸۔ بلگرامی، میر غلام علی آزاد، (۱۹۱۰ء)، مآثر الکرام، آگرہ، ص ۲۲۸

۱۹۔ سرہندی، بدرالدین (شیخ)، (۱۹۲۲ء)، حضرات القدس، (ج۔۲) (مترجم: مولانا عرفان احمد خان)، لاہور، ص ۲۶۲

۲۰۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)، ص ۱۶۲

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۵۵

۲۲۔ شیخ محمد اکرام (ڈاکٹر)، (۱۹۷۰ء)، رودِ کوثر، لاہور: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ص ۲۱۴

۲۳۔ فہرس المخطوطات الفارسیہ، لاہور، (۱۹۶۷ء)، ص ۱۲۸

۲۴۔ تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۲۱۸۔۲۲۰

25. Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum of Cit. p 1009.

۲۶۔ رودِ کوثر، ص ۲۱۹

۲۷۔ ایضاً، بحوالہ طبقاتِ شاہجہانی

۲۸۔ دہلوی، محمد صادق، (۱۹۹۵ء)، کلماتِ الصادقین، (مترجم: لطیف اللہ)، کراچی: ادارۂ نشر المعارف، ص ۱۸۴۔۱۸۵

۲۹۔ کلماتِ الصادقین، ص ۱۹۹۔۲۳۸

30. Story, C.A, (1953), Persian Literature (Vol : I), London. P 1171.

۳۱۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)،ص ۳۷۸

۳۲۔ رودکوثر،ص ۶۱۵

۳۳۔ بلگرامی، میر غلام علی آزاد (۱۳۰۳ھ)، سبحۃ المرجان، بمبئی: باہتمام میرزا محمد شیرازی ملقب بہ ملک الکتاب،ص ۹۵

۳۴۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)،ص ۲۵۳

۳۵۔ مآثر الکرام،ص ۱۰۱

۳۶۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)،ص ۳۶۷۔۳۶۸

۳۷۔ تذکرۂ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی،ص ۱۶۲، بحوالہ سمات الاخبار، مؤلفہ حکیم مولوی عبدالمجید، کاتب مصطفےٰ آبادی

۳۸۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)،ص ۳۶۹

۳۹۔ جونپوری، خیرالدین محمد (مولانا)، (۱۹۳۴ء)، تذکرۃ العلماء، کلکتہ،ص ۴۹

۴۰۔ کنبوہ، محمد صالح، (۱۹۳۹ء)، عمل صالح المعروف، شاہجہاں نامہ (ج۔۳)، کلکتہ،ص ۳۷۸

۴۱۔ نزہۃ الخواطر (ج۔۵)،ص ۳۷۰

۴۲۔ ایضاً،ص ۴۳۴

۴۳۔ تذکرہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی،ص ۱۵۸۔۱۵۹

۴۴۔ دہلوی، حضرت شیخ عبدالحق (محدّث)، (۱۹۹۴ء)، تکمیل الایمان، (مترجم: مولانا حکیم مطیع الرحمٰن قریشی)، لاہور، نذیر سنز،ص ۱۰

۴۵۔ رودکوثر،ص ۳۹۰۔۳۹۱

۴۶۔ اختر، محمد سلیم (ڈاکٹر)، (ستمبر ۱۹۷۸ء)، حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی اور مشائخ حرمین شریفین، ماہنامہ سیارہ، جلد ۳۵، شمارہ ۱۳۔ لاہور: دارالاشاعت مصنفین (پاکستان)،ص ۱۱۰

۴۷۔ دہلوی، شاہ عبدالعزیز (محدّث)، (۱۹۶۴ء)، فوائد جامعہ بر عجالۂ نافعہ۔ (مترجم: مولانا محمد عبدالحلیم چشتی)، کراچی: نور محمد کارخانہ کتب،ص ۳۹

۴۸۔ ایضاً،ص ۳۹

☆☆☆

شاہ انجم بخاری

کیا مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی، حضرت شیخ محدث کے شاگرد ہیں؟

(تلاشِ حقائق میں کی گئی جستجو کی روداد مع چند معروضات)

زیرِ نظر تحریر مندرجہ بالا عنوان کے تحت ایک حقیر طالبعلمانہ سرگرمی کے سوا کچھ نہیں۔ گزشتہ دنوں اس موضوع پر مُلک کے چند معروف اہلِ علم سے راقم الحروف کی مکاتبت ہوئی تھی۔ اس ہیچمدان کے استفسار کے جواب میں فضلائے کرام نے ازراہِ عنایت جوارشادات فرمائے اور متعلقہ لوازمہ فراہم کیا وہ بشکریہ نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس علمی سرگرمی کے محرکات اور نتائج کا مختصر بیان کیا جائے۔

صورتِ حال کچھ یوں ہے کہ مذکورہ صدر عنوان پر تحقیق و تفتیش کے سلسلے میں راقم الحروف کی تحریک پر اہلِ علم سے مکاتبت کا اوّلین سلسلہ ہمارے دیرینہ کرم فرما جناب صاحبزادہ سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی نے ۱۹۹۹ء میں اس وقت شروع کیا تھا جب وہ اپنا مقالہ ''شیخ محدّث اور علماء سندھ'' (مطبوعہ و مشمولہ ''المصداق'' حیدرآباد سندھ شمارہ ۳۔۴ بابت ۱۹۹۹ء۔۲۰۰۰ء) تحریر کر رہے تھے۔ راقم الحروف نے محترم شاہ صاحب کو مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حضرت شیخ محدّث علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ رکھنے یا نہ رکھنے کی بابت تحقیق فرمانے کے لیے بطورِ خاص کہا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں

آپ نے علماء وفضلاء سے نہایت سرگرمی کے ساتھ خط وکتابت شروع کی تھی اور ساتھ ہی ساتھ الحروف کو بھی فرمایا تھا کہ ''اگر موقع ملے تو اس سلسلے میں محققین سے خود بھی رابطہ قائم کیجیے''۔ چنا اس موضوع پر بشمول آپ کی مساعی جمیلہ، اَب تک ہمارے دامنِ طلب میں ''جو کچھ بھر پایا''۔ وہ فیضؔ کے بقول: سب سامنے لائے دیتے ہیں۔

پہلے راقم الحروف کے نام محترم صاجزادہ سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی ایم۔ا۔ مکتوب ملاحظہ ہو:

''۰۰۰ آپ نے مضمون 'شیخ محدث اور علمائے سندھ' کو بہتر بنانے کے سلسلے میں بہتر مشورے دیے ہیں، لیکن عرض ہے کہ تزئین کا کام بعد کا ہے اصل چیز مواد ہے اس سلسلے میں کافی رابطہ کیا ہے، لیکن کہیں سے بھی کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملا ہے۔ بلکہ ہمارے محققین حضرات تلمیذ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ 'ایسا ثابت نہیں'۔ ایک صاحب نے اس سلسلے میں انڈیا کا پتا بھجوایا ہے، جو کہ کل ملا ہے:

-1 Shaikh Abdul Haq Muhaddis Academy
2014 Kucha Chellan. Daryaganj.
New Delhi-110002, India.

۲۔ جناب مجیب احمد رقم طراز ہیں: حسبِ ارشاد میں نے تاریخ سیالکوٹ، اولیائے سیالکوٹ، علمائے ہند کا شاندار ماضی، رودِ کوثر اور بعض رسائل و جرائد میں حضرت شیخ دہلوی اور حضرت مُلّا سیالکوٹی کے حالات پر مختلف مضامین بھی دیکھے۔ لیکن کہیں بھی یہ درج نہیں کہ حضرت مُلّا نے حضرت شیخ سے احادیث نبویہ میں استفادہ کیا ہو۔

۳۔ جلال الدین قادری کھاریاں: مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا شیخ محقق سے استفادے کا حوالہ فقیر کے علم میں نہیں۔

۴۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر بھی خاموش ہیں۔

۵،۶۔ مفتی عبدالرحیم سکندری صاحب۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب [متوفی:۱۹۹۹ء] خاموش ہیں۔

۷۔ حکیم محمود احمد برکاتی کراچی: ''ملّا عبدالحکیم کا شیخ محدث سے تلمذ کا ذکر کسی مؤرخ نے نہیں کیا۔ مولوی رحمان علی کی کتاب تذکرۂ علمائے ہند نکال کر دیکھی اس میں بھی یہ ذکر نہیں ہے۔

۸۔ طاہر سہروردی سنجر پور: موضوع پر اگر مواد مل گیا تو ضرور ارسال کر دوں گا۔

۹۔ ڈاکٹر نجم الاسلام [متوفی:۲۰۰۱ء] فرماتے ہیں۔ میرے پاس اس سلسلے میں کوئی قابلِ ذکر معلومات ہمدست نہیں۔ یہ خط لکھنے سے پہلے شیخ عبدالحق محدث کی سوانح عمری مرآۃ الحقائق دیکھنا چاہتا تھا۔ میرے پاس تھی لیکن تلاش نہیں کر پایا، اور بہت سارے تو بالکل خاموش ہیں۔ انتظار ہے کہ شاید کہیں سے مواد مل جائے۔ اگر مل گیا تو پھر مضمون کو ترتیب دیا جائے گا۔ پروفیسر اقبال مجددی اور حافظ یوسف سکندری کا پتا نہیں اس سلسلے میں سیّد عابد حسین شاہ چکوالی کا پتا بھی درکار ہے۔ اس سلسلے میں ممکنہ حد تک کوشش جاری ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ اگر موقع ملے تو اس سلسلے میں محققین سے خود بھی رابطہ قائم کیجیے''۔

[مکتوب بنام شاہ انجم بخاری، محررہ: ۱۹ر ستمبر ۱۹۹۹ء مطبوعہ، المصداق حیدر آباد، شمارہ (۵۔۶) ۲۰۰۱ء۔۲۰۰۲ء، ص ۱۴۷۔۱۴۸]

اب اپنے اصل مدعا پر آتا ہوں کہ کافی عرصے سے مذکورہ صدر عنوان پر اہلِ علم سے گفت و شنید ہوتی رہی کہ آیا ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محدّث علیہ الرحمہ کے شاگردِ حدیث ہیں یا نہیں؟ لیکن اس ضمن میں کوئی تاریخی شہادت یا ٹھوس ثبوت فراہم نہ ہو سکا۔ اگرچہ بعض مثبت اشارے اس سلسلے میں ضرور ملے، جو کہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ سیّد محمد قادری نے ''تذکرۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے ''انسان العین فی مشائخ الحرمین'' میں بہ سبیل

تذکرہ شیخ ابوطاہر، محمد بن ابراہیم الکردی المدنی تحریر کیا ہے کہ:

''وکتب شیخ عبدالحق دہلوی ہمین واسطہ (ای بواسطہ شیخ عبداللہ لاہوری) از مولانا عبدالحکیم روایت کندووے از شیخ عبدالحق اجازۃ وروایۃ''۔

یہ عبارت درج کرنے کے بعد صاحب تذکرہ لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کے شہرۂ آفاق شیخ الحدیث ابوطاہر مدنی، محدث دہلوی کی کتابوں سے مستفید تھے اوران کی روایت بھی فرماتے تھے، نیز اس سے حضرت شیخ کے ایک تلمیذ حدیث مولانا عبدالحکیم کا نام بھی معلوم ہوا۔ یہ شیخ عبداللہ تو غالباً وہی مولانا عبداللہ بن ملّا سعداللہ لاہوری ہیں، جن کی ایک سند کا ذکر مسلسلات شاہ ولی اللہ دہلوی میں ہے۔اور ممکن ہے کہ یہ مولانا عبدالحکیم، مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی ہوں''۔(۱)

۲۔ ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب نے ''فوائدِ جامعہ بر عُجالہ نافعہ'' میں شیخ ابوطاہر کردی (بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکردی المدنی الشافعی) کے حالات میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

''...واز واردین بحرمین بسیار اخذ کرد، ازانجملہ شیخ عبداللہ لاہوری وکتب مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی از وے روایت کند عن الشیخ عبداللہ اللبیب (۲) عن مولانا عبدالحکیم وکتب شیخ عبدالحق دہلوی ہمیں واسطہ از مولانا عبدالحکیم روایت کندووے از شیخ عبدالحق اجازت وروایت''۔

(ترجمہ) ...اور حرمین میں آنے والے علماء سے بھی بہت کچھ حاصل کیا ان ہی میں سے شیخ عبداللہ لاہوری ہیں جن سے مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصانیف از شیخ عبداللہ لبیب از مولانا عبدالحکیم روایت کرتے ہیں اور شیخ

(۱) تذکرۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبوعہ پٹنہ، ۱۹۵۰ء، ص ۱۵۸۔۱۵۹

(۲) مضمون کے آخر میں دیکھیے ضمیمہ: ''شیخ عبداللہ اللبیب'' (ش۔الف)

عبدالحق کی تصانیف بھی بایں واسطہ عبدالحکیم سے روایت کرتے ہیں کیوں کہ عبدالحکیم شیخ عبدالحق سے قراءۃً اور اجازۃً راوی ہیں"۔(۱)

۳۔ حکیم مطیع الرحمٰن قریشی مُترجم "تکمیل الایمان" از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آغازِ کتاب میں تحریر کیا ہے کہ:

"....جنھوں نے شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] سے علم حاصل کر کے آپ کی تحریک احیائے دین کو چار چاند لگا دیے، ان میں مولانا حیدر بن فیروز کشمیری، قاضی عنایت اللہ شیخ، شیخ عبداللہ سیالکوٹی، خواجہ عماد الدین پُھلواری، شاہ طیّب ظفر آبادی اور ایک روایت کے مطابق شیخ عبدالحکیم سیالکوٹی جیسے نامور علماء آپ کے شاگرد تھے"۔(۲)

اگر بغور دیکھا جائے تو ان اشاروں کی بنیاد ایک ہی ہے یعنی "انسان العین فی مشائخ الحرمین" کی مذکورہ بالا روایت۔ لیکن اس کی سند میں بھی، مولانا عبدالحکیم کا ذکر ہمیں شک میں ڈالتا ہے کہ آیا یہی ملا عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں یا کوئی اور عبدالحکیم۔

اس اُلجھن کو دور کرنے کے لیے راقم الحروف نے جناب ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی، جناب ڈاکٹر محمد سلیم اختر، جناب ڈاکٹر امین اللہ وثیر، جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، جناب ڈاکٹر سفیر اختر، ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب اور ڈاکٹر عبدالمقیت شاکر صاحب ایسے صاحبانِ علم و فاضلانِ تحقیق کو زحمت دی ان میں سے اکثر کو خطوط لکھے نیز بعض حضرات سے فون پر گفتگو کا شرف بھی حاصل کیا اور اپنا مندرجہ ذیل استفسار ان حضرات کی خدمت عالی میں پیش کیا۔

تادم تحریر جناب ڈاکٹر محمد سلیم اختر (اسلام آباد) جناب ڈاکٹر محمد امین اللہ وثیر (لاہور) جناب پروفیسر محمد اقبال مجدّدی (لاہور) اور جناب ڈاکٹر سفیر اختر (اسلام آباد) کے جوابات موصول ہوگئے ہیں۔ جب کہ مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب کے جواب کا انتظار ہے۔ پہلے راقم

---

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: انسان العین، بحوالہ فوائد جامعہ بار اوّل، کراچی، ۱۹۶۴ء، شمارہ ۲۱۷ صفحہ ۲۹۷

(۲) تکمیل الایمان (اُردو): نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۰

الحروف کا استفسار بخدمت جناب ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی ملاحظہ ہو:

''۰۰۰ جناب سیّد محمد قادری نے تذکرہ کے صفحہ ۱۵۸ پر ۰۰۰ جو تحریر کیا ہے وہ بھی دیکھ لیجیے: '۰۰۰ اس سے حضرت شیخ کے ایک تلمیذ حدیث مولانا عبدالحکیم کا نام بھی معلوم ہوا ہے۔ ۰۰۰ اور ممکن ہے کہ یہ مولانا عبدالحکیم، مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی ہوں''۔

بس، میرا استفسار انھی مولانا عبدالحکیم کی بابت ہے؟ صاحب تذکرہ کا یہ خیال کہاں تک درست ہے؟''

[اقتباس از مکتوب شاہ انجم بخاری، بنام ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی محررہ ۲؍مارچ ۲۰۰۵ء]

اس استفسار کا جواب اب تک موصول نہیں ہوا۔ ممکن ہے آپ کی مصروفیات کے سبب تاخیر ہورہی ہو۔ یا ممکن ہو آپ کو خط ہی نہ ملا ہو۔

لیکن اسی اثنا میں ہمارے کرم فرما جناب پروفیسر محمد اقبال مجدّدی کا مکتوب گرامی تشریف لے آیا، آپ اس سوال کا جواب عنایت فرماتے ہوئے کہ ''انسان العین کی سند میں مذکور مولانا عبدالحکیم کون ہوسکتے ہیں؟'' رقم طراز ہیں:

''انسان العین، میں مذکور 'عبدالحکیم' یہی علامہ سیالکوٹی ہوسکتے ہیں'' ۔

[مکتوب پروفیسر محمد اقبال مجدّدی بنام شاہ انجم بخاری، محرّرہ ۱۹ اپریل ۲۰۰۵ء]

اسی طرح جب راقم الحروف نے معروف محقق جناب ڈاکٹر محمد سلیم اختر (اسلام آباد) سے مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے شیخ محدّث علیہ الرحمہ سے براہِ راست استفادۂ حدیث کی کسی روایت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فوری جواب عنایت فرماتے ہوئے لکھا:

''۰۰۰ ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے محدّث صاحب سے براہِ راست استفادۂ حدیث کی روایت میری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ مُلّا صاحب کے صاجزادے مولانا عبداللہ، حضرت محدّث کے فرزند ارجمند شیخ نور الحق مشرقی کے علم حدیث میں شاگرد ضرور تھے۔

اسی طرح شیخ عبداللہ لاہوری (نزہۃ الخواطر، جلد ۵) ابن شیخ سعد اللہ حنفی اویسی لاہوری بھی علم حدیث میں بالواسطہ حضرت محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان شیخ عبداللہ کی تاریخِ ولادت ۹۵۸ھ ہے"۔

[اقتباس از مکتوب ڈاکٹر محمد سلیم اختر، اسلام آباد، محررہ ۲؍مارچ ۲۰۰۵ء]

اسی سلسلے میں محترم ڈاکٹر سفیر اختر صاحب سے ٹیلی فون پر شرف گفتگو حاصل کیا اور اپنا مدّعا دہرایا کہ آیا آپ کی نظر سے ایسی کوئی روایت گزری ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی، حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے؟

آپ نے فرمایا:

"ایسا میرے علم میں نہیں"۔

[جناب ڈاکٹر سفیر اختر نے ٹیلی فون پر دورانِ گفتگو فرمایا۔ بتاریخ ۲۷؍اپریل ۲۰۰۵ء شب ۱۰:۳۰ بجے]

میری تلاش و جستجو نے مجھے ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب کی خدمت میں بھی پہنچا دیا اور نصف ملاقات سے مُشرف کیا۔ آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل عریضہ تحریر کیا گیا:

"... راقم الحروف طالب علم کو معلوم ہوا تھا کہ آنجناب نے ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا تھا۔ مگر آپ کا پتا دست یاب نہیں ہو سکا ورنہ بہت پہلے ہی آپ سے راہنمائی کی درخواست کرتا۔ جب کہ ڈاکٹر محمد سلیم اختر کی مہربانی وعنایت سے آپ کا پتا دست یاب ہوا ہے تو سب سے اہم سوال جس کا تحقیقی جواب آپ ہی عنایت کر سکتے ہیں، یہ ہے کہ 'کیا مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ محدّث علیہ الرحمہ یا حضرت شیخ نورالحق مشرقی علیہ الرحمہ سے علم حدیث میں استفادہ کیا تھا؟ یا مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ کا نام نامی، حضرت شیخ محدّث علیہ الرحمہ کے سلسلۂ تلامذہ میں آتا ہے؟

[اقتباس از مکتوب شاہ انجم بخاری بنام ڈاکٹر امین اللہ وثیر، لاہور، محررہ ۵؍مارچ ۲۰۰۵ء]

راقم الحروف کے عریضے کا محترم ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب نے فوری جواب عنایت فرمایا؛ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''آپ کا گرامی نامہ ملا۔ یادفرمائی کا شکریہ۔ میں نے ۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس زمانے میں، میں اورینٹل کالج میں عربی زبان وادب کی تدریس سے منسلک تھا۔ میرا یہ مقالہ، جس کا عنوان تھا (بزبان انگریزی): ''مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ ان کی زندگی اور کارنامے۔ الرسالۃ الخاقانیۃ فی علم الباری تعالیٰ کے خصوصی حوالے سے''۔ افسوس ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ تاحال زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکا۔ اب کوشش کررہاہوں کہ چھپ جائے۔

آپ نے حضرت فاضل سیالکوٹی: مُلّا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہ آیا وہ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے علم حدیث میں شاگرد تھے؟ ناچیز سے استفسار کیا ہے؟

(۱) میرا جواب 'ہاں' میں ہے۔ میں اس موضوع سے متعلق اپنے مقالے (غیر طبع شدہ) کے دوصفحات آپ کی خدمت میں روانہ کررہاہوں، جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ فاضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ حدیث میں حضرت شیخ محدّث دہلوی سے کسبِ فیض کیا۔

(۲) اس بات کی تائید آپ ہی کے شہر کی معروف صاحبِ علم وفضیلت شخصیّت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمہٗ اللہ [م ۱۰ دسمبر ۲۰۰۳ء] کی ترتیب دادہ نہایت علمی وتحقیقی کتاب 'التمهيد لتعريف آئمة التجديد'، سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے دومتعلقہ صفحات کی فوٹو کاپی بھی آنجناب کو بھیج رہاہوں''۔

[مکتوب ڈاکٹر امین اللہ وثیر بنام شاہ انجم بخاری، لاہور، محرّرہ ۳۱ مارچ ۲۰۰۵ء]

اب ذیل میں جناب ڈاکٹر امین اللہ وثیر کے فراہم کردہ ثبوت نقل کیے جاتے ہیں۔

[ثبوت:۱]

پہلے ڈاکٹر صاحب کے پی ایچ ڈی کے مقالے سے اقتباس ملاحظہ ہو، آپ مُلّا عبدالحکیم

سیالکوٹی کے اساتذہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"He was a pupil of Mulla Kamal Kashmiri,(1) Although of the chroniclers have not mentioned any other teacher of his except Mulla Kamal, Yet from some other sources we gather that the learned Sialkoti gained knowledge from several other teacher's and received the inner enlightenment from the great saints of his times. (2) That is why Sayyid Ahmed Qadiri has written with reference to the "Insan al-Ain". That most probably Mulla 'Abdal-Hakim, too, was one of the pupils of Sh. 'Abdul-Haqq Muhaddith Dehlawi (d.1052A.H) especially in the science of Hadith.(3)

Shah Waliullah (d.1176A.H) has referred, in his book, Insan al Ain fi Mashaikh al - Harmain to some of his teacher's from whom he received certificates, in the science of Hadith of these Shaikh Abu Tahir Muhammad is mentioned thus: (4)

خرقہ و اجازت از بزرگان بسیار گرفت... از انجملہ است شیخ عبداللہ لاہوری و کتب ملا عبدالحکیم سیالکوٹی از وے روایت کند۔ عن الشیخ عبداللہ اللبیب عن مولانا عبدالحکیم و کتب شیخ عبدالحق دہلوی ہمیں واسطہ از مولانا عبدالحکیم روایت کند و وے از شیخ عبدالحق اجازۃ وروایۃ۔

From the above statement of Shah Waliullah it appear's that Mulla 'Abdal Hakim Sialkoti was one of the Pupils of this great Muhaddith of

(1) Badshah Nama, Vol.1, Part II, P.341.

(2) Hadaiq'al-Hanafiya, P.414; The author of Khazinat al-Asfiya (p.351) Writes:- "شیخ عبدالحکیم فیض طریقت ہم از اکثر مشائخ عظام حاصل کردہ بود"۔

(3) Tadhkira Shaikh' Abdal-Haqq; p.158.

(4) Anfasal-Arifin, pp.198-9.

Delhi (Shaikh 'Abdal-Haqq) But at the same time this fact has also come to light that Shah Waliullah too is one of the grand pupils of the learned Sialkoti. In this way chain of authenticity of Shah Waliullah's knowledge will be something like this:

الشاہ ولی اللہ الدھلوی عن الشیخ ابی طاہر محمد عن الشیخ عبداللہ لاہوری عن الشیخ عبداللہ اللبیب عن مولانا عبدالحکیم السیالکوٹی عن الشیخ عبدالحق المحدث الدھلوی"۔

[اقتباس از مقالہ پی ایچ ڈی، ڈاکٹر امین اللہ وثیر، ص ۳۴۔۳۵]

[ثبوت:۲]

ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب نے اپنے موقف کے حق میں جو دوسرا ثبوت فراہم کیا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی ان اسانید پر مشتمل ہے جن میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام آتا ہے یا پھر ان کے کسی تلمیذ کا ذکر ہے۔ یہ اسناد آپ نے مولانا عبیداللہ سندھی کی تالیف "التمهيد لتعريف أئمة التجديد" مرتبہ علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی مرحوم کی کتاب سے فوٹو اسٹیٹ کروا کے عنایت کی ہے۔ اسانید مذکورہ ملاحظہ ہو:

"الاسانيد الى العلامة عبدالحكيم السيالكوتي توفى سنه ١٠٦٧ھ

الامام ولی اللہ عن المعمر محمد سعید الاهوری عن محمد عارف الاهوری عن عبدالحکیم السیالکوتی۔

الامام ولی اللہ عن أبیہ عن عبداللہ بن سعداللہ الاهوری (۱) عن عبداللہ البیب (۲) عن ابیہ عبدالحکیم السیالکوتی۔

(۱) الشیخ العالم المعمر عبداللہ بن سعد الحنفی الاهوری، نزیل المدینۃ المنورۃ، اسم أبیہ سعداللہ وقیل سعدالدین، ولد سنۃ خمس و ثمانین وتسعمائۃ وتوفی سنۃ ثلاث وثمانین والف [۱۰۸۳ھ] وھو اخذ عن مفتی مکۃ قطب الدین محمد النھروانی، یروی عنہ صحیح الامام البخاری بسند عال لا اعلم فی الدنیا سندا اعلیٰ من ہذا السند اخذ عنہ الشیخ ابراهیم بن حسن الکردی المدنی وعنہ الشیخ سالم بن عبداللہ البصری المکی حتیٰ انتشر فی الحجاز وقد ذکرہ ابراهیم المذکور فی الامم لایقاظ الھمم، وذکرہ عبداللہ بن سالم فی الامداد بعلو الاسناد والمرجاجی فی نزہۃ ریاض الاجازۃ وقال: ہذہ الطریقۃ لم تصل الی الحرمین الا مع الاشیاخ مشائخنا کالشیخ المعمر عبداللہ بن سعد الاهوری اھ راجع النزہۃ ج ۵، ص ۲۵۳۔

حاشیہ (۲) اگلے صفحہ پر

الأسانید الی الشیخ عبدالحق الدهلوی توفی سنة ۱۰۵۲ھ

الامام ولی اللہ الدہلوی عن أبیہ الشیخ عبدالرحیم الدہلوی عن أخیہ الشیخ ابی الرضا محمد الدہلوی عن الشیخ عبدالحق الدہلوی۔

الامام ولی اللہ عن أبیہ عن عبداللہ بن سعد اللہ عن عبداللہ اللبیب عن ابیہ عن الشیخ عبدالحق الدہلوی۔

حسن بن علی العجیمی عن محمد حسین بن محمد مومن الخافی عن الشیخ عبدالحق الدہلوی۔

محترم ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب سے احقر راقم الحروف نے ۸/اپریل ۲۰۰۵ء کو ٹیلی فون پر مزید استفسارات کیے۔ آپ نے ۱۲/اپریل ۲۰۰۵ء کو مزید شواہد عنایت فرمائے آپ کا مکتوب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۶۰۵۔ جی بلاک

گلشنِ راوی، لاہور

12-04-2005

محترم بخاری صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

بحوالہ آپ کا ٹیلی فون۔ ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ کے سلسلۂ سند کے بارے میں التمهید لتعریف أئمة التجدید (تالیف علّامہ عبیداللہ سندھی، تحقیق علّامہ غلام مصطفیٰ القاسمی) سے دو تین مزید شواہد پیش کر رہا ہوں۔ انھیں بھی میرے پہلے مراسلے میں شامل کر لیجیے گا۔

طریقة الشیخ الامام المجدد الشیخ عبدالحق الدهلوی

....(ص ۹۵)

شعبة الاهوریین

الشیخ عبدالحق الدهلوی

---

(۲) ہو الشیخ الکبیر العلامة عبداللہ بن عبدالحکیم السیالکوتی، قرأ العلم علی والدہ واخذ الحدیث عن المفتی نور الحق بن عبدالحق المحدث الدہلوی، وکان عالمگیر السلطان وابناؤہ، یکرمونہ غایة الاکرام، ومن مصنفاتہ "التصریح علی التلویح" وتفسیر علی سورة الفاتحة، ورسالة فی حقائق التوحید، صنفہا بامر عالمگیر، توفی فی شہر رجب سنة ثلاث وتسعین والف، کما فی "المآثر"۔ راجع "النزہة" ج ۵، ص ۲۵۳

الشیخ عبدالحکیم الاھوری (یعنی السیالکوتی)☆

الشیخ عبداللّٰہ اللبیب بن عبدالحکیم الاھوری

الشیخ عبداللہ بن سعد اللہ الاھوری

الشیخ ابراھیم الکردی

الشیخ ابوطاھر اکردی (ص ۹۶)

طریق آخر لاھوریین

الشیخ عبدالحق الدھلوی

الشیخ غبدالحکیم السیالکوتی الاھوری

الشیخ محمد عارف السیالکوتی

الشیخ محمد سعید السیالکوتی

الشیخ الامام ولی اللہ الدھلوی (ص ۹۶)

طریقة الفقھاء المحدثین المحصلین

الشیخ علی القاری

الشیخ عبدالحق الدھلوی

الشیخ عبدالحکیم السیالکوتی

الشیخ عبداللہ اللبیب السیالکوتی

الشیخ ابراھیم الکردی

الشیخ ابوالطاھر المدنی

الشیخ الامام ولی اللہ الدھلوی (ص ۹۹)

الأسانیدالی العلامة علی بن سلطان القاری الھروی المکی توفی (۱۰۱۴ھ)

الامام ولی اللّٰہ عن محمد سعید الاھوری عن محمد عارف عن عبدالحکیم

السیالکوتی عن الشیخ عبدالحق الدھلوی عن ۰۰۰ عن علی القاری (ص ۱۸۸)

الأسانيد الى الشيخ علی بن جار الله بن ظهيرة المكی توفی (۹۸۶ھ)

الامام ولى الله عن المعمر محمد سعيد الاهورى عن محمد عارف عن عبدالحكيم السيالكوتی عن الشيخ عبدالحق عن علی بن جار الله المكی.

(ص ۱۸۹)

فی الأسانيد الى الشيخ عبدالحق الدهلوی المجدد للقرن الحادی عشر[1].

الامام ولى الله عن أبيه ابی الفيض عن عبدالله بن سعد الاهورى. الامام ولى الله عن الشيخ أبی الطاهر المدنی عن أبيه الشيخ ابراهيم الكردی عن عبدالله بن سعد الله الاهورى عن عبدالله اللبيب الاهورى عن ابيه العلامة عبدالحكيم الاهورى (يعنی سيالكوٹی)☆ عن الشيخ عبدالحق الدهلوی (ص ۲۲۵)

الامام ولى الله عن المعمر محمد سعيد الاهورى عن الشيخ محمد عارف الاهورى عن العلامة عبدالحكيم الاهورى (مراد سيالكوٹی)☆ عن الشيخ عبدالحق الدهلوی (ص ۲۲۶)

ابو الفيض عن عبدالله بن سعد الاهورى عن الشيخ عبدالله اللبيب عن أبيه العلامة عبدالحكيم السيالكوتی (ص ۲۲۶)

عبيد الله (يعنی مولانا سندهی)☆ عن شيخنا شيخ الهند عن الشيخ عبدالغنی عن الشيخ اسمعيل الرومی، وشيخ الهند عن مولانا محمد قاسم عن عبداللطيف البيرونی كلاهما عن السيّد مرتضیٰ البلجرامی عن السيّد عبدالرحمن بن مصطفی العيد روسی عن السيّد غلام علی البلجرامی عن السيّد طفيل محمد اللبجرامی عن الشيخ عبدالحكيم السيالكوتی عن الشيخ عبدالحق الدهلوی. (ص ۲۳۶)

نوٹ: درج بالا اسانید سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا عبید اللہ سندھی کے شیوخ کا

---

[1] [من اصحاب الامام رضی الدین محمد باقی الدہلوی۔]

☆ [قلابین کی صراحتیں ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب نے فرمائی ہیں۔ اصل میں نہ تھیں۔ (ش۔الف)]

پتہ چلتا ہے نیز یہ کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کا سلسلۂ روایت بھی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ملتا ہے۔ والسلام

نیاز کیش

امین اللہ وثیر

حاصلِ روداد:

اب تک پیش کی گئی روداد کا حاصل یہ ہے کہ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ (م ۱۰۶۷ھ) کے تلمیذِ شیخ محدث علیہ الرحمہ (م ۱۰۵۲ھ) ہونے کے بارے میں مندرجہ ذیل دو فریق ہیں:

(۱) تمام مؤرخین اور اکثر علماء وفضلائے تحقیق، مذکورہ صدر عنوان کے تحت یا تو خاموش ہیں یا انھوں نے اس ضمن میں کسی عصری شہادت کے نہ ہونے کی وجہ سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

(۲) جب کہ چند ایک کے نزدیک مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمہ (م ۱۰۶۷ھ) نے حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ (م ۱۰۵۲ھ) سے علمِ حدیث میں استفادہ کیا ہے۔ موضوع کے حق میں فراہم کردہ ثبوت ہم پیش کر چکے ہیں۔ جن میں ''انسان العین'' کی محولہ بالا روایت اور اسی کے ضمن میں ''التمہید'' کی اسناد شامل ہیں۔ علاوہ ازیں قیاس وقرینے سے بھی مؤقف کے حق میں استدلال کیا گیا ہے۔

تمام صورتحال بے کم وکاست پیش کر دی گئی ہے۔ فاضلانِ تحقیق ہی اس بات کی تصدیق یا تردید فرما سکتے ہیں، کہ آیا فریقین میں سے کس کا موقف کماحقہٗ، تحقیقی لوازم کے مطابق اور میزانِ نقد کی روشنی میں حقیقت سے زیادہ قریب ہے۔ احقر کا یہ منصب نہیں کہ اس ضمن میں کچھ عرض کرنے کی جسارت کر سکے۔ اسی لیے یہ طالب علم علمائے تحقیق سے رہنمائی کا خواستگار ہے۔

اُمید ہے کہ ہمارے محققین حضرات پیش کردہ مؤقف اور فراہم کردہ ثبوت کا باریک بینی سے تحقیقی جائزہ لے کر صورتِ حال واضح کریں گے۔

حرفِ تشکر:

آخر میں یہ طالب علم اپنے ان تمام شفیق ومہربان اہلِ علم وفاضلان تحقیق کا شکر گزار ہوتا ہے، جنھوں نے ازراہِ علم پروری اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر احقر کے درست و نادرست سوالات کے جوابات عنایت فرمائے۔ خصوصاً محترم ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب کا ممنون ہوں کہ آپ نے خصوصی توجہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے آمین۔

یہ احقر اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی فروگزاشتوں کے لیے عفودرگزر کی توقع رکھتا ہے اور اصلاحِ حال کے لیے اہلِ علم سے رہنمائی کا طالب ہے۔

☆☆☆

ضمیمہ: شیخ عبداللہ اللبیب

''انسان العین'' کی محولہ بالا روایت میں مذکور ''شیخ عبداللہ اللبیب'' کے بارے میں مجھ ایسے طالب علموں کو یہ اشتباہ ہوسکتا ہے کہ شاید یہ مُلّا عبداللہ سیالکوٹی (م ۱۰۹۳ھ) نہ ہوں، کوئی اور شخصیت ہوں۔ کیوں کہ اوّل الذکر کے لاحقے: ''اللبیب'' کا تاریخی حوالہ مجھے نہ مل سکا، اگرچہ اس ضمن میں معاصرانہ شہادتوں کے حصول کے لیے احقر نے شاہ جہاں نامہ، دیکھا اس میں بھی مولانا عبداللہ کے نام کے ساتھ ''لبیب'' کی نسبت درج نہیں ہے۔ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حالات میں مولانا عبداللہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ:

> ''اکنون در جمیع امور بہمہ وجوہ بارث واستحقاق جانشین آن جناب عرفان مآب مجموعۂ کمالات انسانی حقائق و معارف آگاہ مولانا عبداللہ خلف الصدق آن حضرت است کہ جامع جمیع علوم است وصاحب مکارم اخلاق و کرایم اغراق ومحاسن شمایل ومحامد خصایل''۔(۱)

''بزم تیموریہ'' میں سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن نے لکھا ہے:

(۱) عمل صالح از محمد صالح کنبوہ، جلد سوم، مجلس ترقی ادب، طبع دوم، ۱۹۷۲ء، ص ۲۹۵

''مُلّا عبداللہ سیالکوٹی، مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے صاحبزادے تھے، مآثر عالمگیری کے مؤلف کا بیان ہے علاوہ عالم وفاضل ہونے کے صاحبِ عرفان بھی تھے۔۔۔ مُلّا عبداللہ نے ہدایہ پر حاشیہ لکھا جو بہت مقبول ہوا''۔(۱)

اس اقتباس میں بھی ''لبیب'' کی نسبت کا ذکر نہیں ہوا۔

''مآثر عالمگیری'' کا اُردو ترجمہ دست یاب ہوسکا، چنانچہ وہی دیکھا اس میں بھی یہی درج ہے کہ:

''مولوی عبداللہ سیالکوٹی پسر مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی جو علاوہ علم وفضل کے صاحب عرفان بھی تھے''۔(۲)

ازاں بعد جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی نے ازراہِ عنایت مآثر عالمگیری سے متعلقہ ٹکڑا نقل کرکے بھیجا ملاحظہ ہو:

''قدوۃ الافاضل مولوی عبداللہ سیالکوٹی پسر مُلّا عبدالحکیم مرحوم۔۔۔''۔

(مآثر عالمگیری، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء، ص ۱۴۸)

البتہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں جناب امین اللہ وثیر نے مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے احوال میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ایک ہی فرزند تھے جن کا نام عبداللہ لبیب تھا۔(۳) مگر چونکہ جستجو عصری شہادت کی تھی لہٰذا تلاش جاری رکھی گئی۔اسی مقالے میں آپ عبداللہ لبیب کے ایک ہم عصر کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''بختاور خان شہنشاہ عالمگیر کا درباری اور مولوی عبداللہ اللبیب (ابن مُلّا عبدالحکیم) سیالکوٹی کا ہم عصر اور نیاز مند تھا''۔(۴)

چناں چہ راقم الحروف نے مرآۃ العالم منسوب بہ بختاور خان (م۱۰۹۶ھ) اور ''فرحت

---

(۱) بزم تیموریہ: سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء، ص ۲۴۶-۲۴۷

(۲) ''مآثر عالمگیری'' مصنفہ محمد ساقی مستعد خان (وقائع نگار اورنگ زیب عالمگیر) مترجم مولوی محمد فدا علی طالب، کراچی، طبع اوّل، نفیس اکیڈمی، اپریل ۱۹۶۲ء، ص ۱۶۴

(۳) ملخصاً از دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۲، طبع اوّل، لاہور، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۳ء

(۴) ایضاً: ص ۸۴۴

الناظرین''، از محمد اسلم بن محمد حفیظ پسروری انصاری قادری کے اقتباسات در مقالات مولوی محمد شفیع جلد چہارم (مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۷۲ء) بھی دیکھے مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا۔ یعنی ''لبیب'' کی نسبت کہیں بھی درج نہیں ہے۔

اللبیب کیا ہے؟ تخلص یا لقب؟ نیز اس کی عصری شہادت درکار ہے کہ مُلّا عبداللہ سیالکوٹی (م۱۰۹۳ھ) کا لقب اللبیب تھا۔ اس ضمن میں یہ خیال بھی گزرا کہ شاید ''اللبیب مُلّا عبداللہ کا تخلص ہو، اگر واقعی یہ بات درست ہے تو پھر اُن کی شاعری کے وجود کا سراغ لگانا ہوگا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ اللبیب آپ کا تخلص تھا۔

اسی ''لبیب'' کے بارے میں احقر کے کیے گئے استفسار کے جواب میں جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی نے قلم برداشتہ لکھا کہ:

> ''میں خود عرصے سے اس کی جستجو میں تھا کہ گزشتہ سال جناب خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم کے مخطوطات میں ایک عربی تصنیف علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی دیکھی جو انھوں نے اپنے اسی فرزند کے لیے لکھی تھی۔ وہاں بہت ہی واضح الفاظ میں انھوں نے 'عبداللہ لبیب' لکھا ہے۔ اور انھیں اپنا فرزند ہی بتایا ہے، لیکن افسوس کہ اس وقت اس کتاب کا نام حافظے میں نہیں رہا۔ داؤدی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، علامہ سیالکوٹی کی تقریباً وہ تمام کتب ترکی، مصر وغیرہ میں طبع ہو چکی ہیں جن کا تعلق درسیات سے ہے۔ آپ سندھ کے کسی بھی بڑے مدرسے میں جا کر علامہ کی کتب نکلوا کر ملاحظہ کریں تو اُمید ہے کہ ایک سے زیادہ کتب میں یہ اشارات مل جائیں گے، اب تک علامہ سیالکوٹی کی درسی کتب تقریباً آٹھ یا دس میری نظر سے گزر چکی ہیں۔
>
> اب رہا یہ سوال کہ 'لبیب' کیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اتنے بڑے عالم معقولات کے پاس شعر و شاعری کے لیے وقت نہیں ہو سکتا یقیناً 'لبیب' ان کا تخلص نہیں ہوگا بلکہ ان کا لقب ہے جو ان کے والد کے حین حیات سے مشہور ہو چکا تھا''۔

[اقتباس از مکتوب پروفیسر محمد اقبال مجددی بنام شاہ انجم بخاری، محررہ ۱۹/اپریل ۲۰۰۵ء]

محترم ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب نے بھی احقر راقم الحروف طالب علم کے استفسار کے سلسلے میں فون پر اس بات کی تصدیق فرمائی کہ:

''مُلّا عبداللہ سیالکوٹی ہی عبداللہ اللبیب ہیں۔ اور یہ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے فرزند ہیں۔

حوالے کے لیے اگر حیدر آباد میں دست یاب ہو تو شریف التواریخ جلد سوم کا پہلا حصّہ دیکھیں''۔

[ڈاکٹر عارف نوشاہی صاحب نے ٹیلی فون پر دورانِ گفتگو فرمایا: بتاریخ ۱۶/اپریل ۲۰۰۵ء، شب ۱۱:۰۰ بجے]

''لبیب'' کے ضمن میں احقر کی جستجو ڈاکٹر سفیر اختر صاحب اور پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کے مکرمت ناموں پر تمام ہوئی اور مقصود حاصل ہوا۔ دونوں کے خطوط سے متعلقہ شہادتیں بالترتیب پیش کی جاتی ہیں۔ جس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ شیخ عبداللہ اللبیب، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے صاحبزادے تھے۔ اور ''لبیب'' مُلّا عبداللہ کا لقب تھا۔ اب ذیل میں پہلے ڈاکٹر سفیر اختر صاحب کے مکتوب سے متعلقہ اقتباس ملاحظہ ہو۔ آپ نے مُلّا عبداللہ کی نسبتِ لبیب کے بارے میں عصری شہادت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''علاّمہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے صاحبزادے کا نام عبداللہ اور لقب 'اللبیب' ہے۔ علاّمہ سیالکوٹی نے اپنے بیٹے کا ذکر 'عبداللہ الملقب باللبیب' کے الفاظ میں کیا ہے۔ اور خود عبداللہ نے بھی اپنا ذکر اسی انداز مین کیا ہے۔

''ترجمہ غنیۃ الطالبین، (عبدالحکیم سیالکوٹی) کے خطبے میں عبداللہ اللبیب نے اپنا نام ذکر کیا ہے۔

(دیکھیے: ترجمہ فارسی غنیۃ الطالبین، دہلی: مطبع مرتضوی، ۱۳۰۰ھ)

[اقتباس از مکتوب ڈاکٹر سفیر اختر بنام شاہ انجم بخاری، محررہ ۲۳/اپریل ۲۰۰۵ء]

جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی نے احقر کے ایک اور عریضے کے جواب میں بڑی زحمت اُٹھائی اور تاریخی ثبوت فراہم کرتے ہوئے مفصل خط لکھا۔ اگر چہ آپ نے اپنے پہلے مکتوب شریف

میں بھی جواب عنایت کر دیا تھا مگر اس بار مکمل حوالے اور ثبوت کے ساتھ کرم فرمایا۔ جناب کی عنایت وکرم نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ذیل میں متعلقہ اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ نیز آخر میں مرسلہ خطی نسخے کا عکس بشکریہ نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

مکتوب پروفیسر محمد اقبال مجددی

''... میں مرحوم خلیل الرحمٰن داؤدی صاحب کے ذخیرۂ علمیہ کو پھر سے دیکھنے کے لیے گیا تو حاشیہ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی علی میر قطبی کے آغاز میں اُنھوں نے واضح طور پر لکھا ہے:

"یقول الفقیر المسکین عبدالحکیم بن شمس الدین قدسألنی الوالد الاعز نور حدقة السعادة و نور حدیقة العبادة فواد الفواد لهذا الغریب عبدالله الملقب باللبیب عند قراء ته للشرح المنسوب الی ..."

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(۱) علامہ عبدالحکیم نے ملا عبداللہ کو خود اپنا فرزند بتایا ہے جن کی فرمائش پر یہ کتاب لکھی۔

(۲) 'اللبیب' ملا عبداللہ کا لقب تھا۔

(۳) سبق کے دوران یہ شرح لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی اس شرح وحاشیہ برمیر قطبی کے اوّل و آخر کے چند اوراق کا عکس بھیج رہا ہوں قبول فرمایئے، میں نے قیاساً لکھا تھا کہ 'اللبیب' اُن کا لقب ہوگا تاہم مرسلہ عکس سے واضح ہوگیا کہ علامہ عبدالحکیم نے بھی اسے لقب ہی بتایا ہے۔

مرسلہ عکس کے دوسرے ورق پر درج ہے کہ علامہ سیالکوٹی نے یہ شرح شاہ جہاں کے نام معنون کی ہے۔ اس وقت انتساب کا یہی طریقہ تھا''۔

[اقتباس از مکتوب پروفیسر محمد اقبال مجددی بنام شاہ انجم بخاری، محررہ ۳۰ر اپریل ۲۰۰۵ء]

عکس ثبوت☆ بسلسلۂ اللبیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجلی منطق افصح به لسان الفصحاء ذوی المدارک ارتسم فی اذهان
الاذکیا حمد الله نصدق بکبریائه وشکر منعم لا نتصور عد الائه نحمده حمدا
لا یحد ولا یرسم ونشکره شکرا لا یقاس ولا یرسم ونصلی علی من ارسله
حجة وبرهانا وخلقه هدی وتبیانا اوضح سبیل العقل والتفکر واقام الحجة
علی اعوجاج الجهل والتحیر وعلی اله واصحابه المستقرین لسننه واثاره
والمتشبثین بسنته والواره وبعد فیقول الفقیر المسکین عبد الحکیم ابن
شمس الدین درس الله الی الواد الاعز لازهد قة السعادة ونور حدقة
العبادة فؤاد الفؤاد لهذا الغریب عبد الله الملقب باللبیب عند قراءته
للشرح المنسوب الی الطود العظیم والقمقام الجسیم والحواشی اللمعة
المتعلقة علیه للسید السند والحبر الاجد ان الکتب ما یستخلذ هیئة الکلیل
فی حل مشکلاتها واحرز ما تقرر لدی فی کشف معضلاتها سالکا
طریق الاقتصاد مقتصرا علی ایراد ما یتعلق بحل الکتاب لما ان ما علق
علیهما الفضلا مع اشتهار رسمها مقتصر لبعضها غیر وافیة لوجود الطفرة
وبعضها غیر شافیة لعدم الطفرة وبعضها مملة لاطناب غیر متعلق
بالکتاب وبعضها مخلة للاستوا علی شکوک محیرة للطلاب فشرعت

☆ الحاشیۃ ملا عبدالحکیم سیالکوتی علی میر قطبی، خطی مملوکہ خلیل الرحمن داؤدی مرحوم لاہور کے پہلے صفحے کا عکس۔

بشکریہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی

۲۰

کتابیات

۱۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین مشمولہ انفاس العارفین: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اردو ترجمہ از علامہ حکیم محمد اصغر اطہر فاروقی، لاہور، سنہ ندارد

۲۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: (مقالہ) ڈاکٹر امین اللہ وثیر، جلد ۱۲، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۳ء

۳۔ التمہید لتعریف ائمۃ التجدید (عربی): مولانا عبید اللہ سندھی، تحقیق وتخریج ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی۔ سندھی ادبی بورڈ جام شورو، ۱۹۷۶ء

۴۔ بزم تیموریہ: سیّد صباح الدین عبد الرحمٰن۔ اعظم گڑھ۔ ۱۹۴۸ء

۵۔ تذکرۂ شیخ عبد الحق محدث دہلوی: سیّد محمد قادری۔ پٹنہ، ۱۹۵۰ء

۶۔ تکمیل الایمان: شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ اُردو ترجمہ از حکیم مطیع الرحمٰن قریشی، نذیر سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۹۸ء

۷۔ عمل صالح للموسوم بہ شاہ جہان نامہ (فارسی): محمد صالح کنبوہ، جلد سوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء

۸۔ فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ: (اصل متن) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، اُردو ترجمہ وفوائد ڈاکٹر عبد الحلیم چشتی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی، ۱۹۶۴ء

۹۔ مآثر عالمگیری: محمد ساقی مستعد خان۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد فدا علی طالب نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۲ء

۱۰۔ مآثر الکرام: میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ اُردو ترجمہ از مولانا شاہ محمد خالد میاں فاخری، دائرۃ المصنفین، کراچی۔ ۱۹۸۳ء

۱۱۔ مقالاتِ مولوی محمد شفیع: (مرتّب) احمد ربانی، جلد چہارم مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۲ء

۱۲۔ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر (عربی) للعلامۃ عبد الحئی ندوی، جلد پنجم، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۵ء

خطوط

۱۳۔ مکتوبِ صاحب زادہ سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی بنام شاہ انجم بخاری، محرّرہ ۱۹/ستمبر ۱۹۹۹ء مطبوعہ و مشمولہ ''المصداق'' حیدر آباد شمارہ (۵۔۶) ۲۰۰۱ء۔۲۰۰۲ء

۱۴۔ مکتوب ڈاکٹر محمد سلیم اختر بنام شاہ انجم بخاری محرّرہ ۲/مارچ ۲۰۰۵ء (غیر مطبوعہ)

۱۵۔ مکتوبِ پروفیسر محمد اقبال مجددّی بنام شاہ انجم بخاری، محرّرہ ۱۹/اپریل ۲۰۰۵ء (غیر مطبوعہ)

۱۶۔ مکتوبِ پروفیسر محمد اقبال مجددّی بنام ایضاً، محرّرہ ۳۰/اپریل ۲۰۰۵ء (غیر مطبوعہ)

۱۷۔ مکتوبِ ڈاکٹر امین اللہ وثیر بنام شاہ انجم بخاری، محرّرہ ۳۱/مارچ ۲۰۰۵ء (غیر مطبوعہ)

۱۸۔ مکتوبِ ڈاکٹر امین اللہ وثیر بنام ایضاً محرّرہ ۱۲/اپریل ۲۰۰۵ء (غیر مطبوعہ)

۱۹۔ مکتوبِ ڈاکٹر سفیر اختر بنام شاہ انجم بخاری، محرّرہ ۲۳/اپریل ۲۰۰۵ء (غیر مطبوعہ)

عکس

۲۰۔ الحاشیۃ مُلّا عبدالحکیم سیالکوتی علی میر قرطبی، خطی مملوکہ خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم لاہور، عنایت کردہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددّی۔

۲۱۔ ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب کے پی ایچ ڈی کے (انگریزی۔غیر مطبوعہ) مقالے سے دو صفحات (۳۴۔۳۵) کے عکس۔

☆☆☆

بازیافتنی

○ منہاج العارفین

(حضرت شیخ محدّث دہلوی کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ)

تحقیق: ڈاکٹر محمد سلیم اختر

اُردو ترجمہ: علامہ محمد شہزاد مجدّدی

○ فہرست تصنیفات الشیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی

الموسوم بہ

تالیف قلب الالیف بکتابتہ فہرست التوالیف ☆

ڈاکٹر محمد سلیم اختر ☆

منہاج العارفین

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ

اسلام اجتماعی زندگی میں اور انفرادی سطح پر اخلاق کو جو اہمیت دیتا ہے اُس کا اندازہ رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث سے کہ:

"بعثت لاتمم مکارم اخلاق"

اور آپ ﷺ کے بارے میں قرآنِ کریم کے اس ارشاد:

"انك لعلى خلق عظيم"

سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ وہ شخص جس کی ساری زندگی اُسوۂ رسول ﷺ کے مختلف نقوش کو اُجاگر کرنے اور سنت نبوی ﷺ کے احیا و ابقا میں بسر ہوئی ہو کیسے ممکن تھا کہ اسلامی نظامِ حیات کے اس اہم پہلو کی طرف متوجہ نہ ہوتا؟ علاوہ ازیں اسلامی شعائر سے اکبری دور میں

☆ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ، سنٹر آف ایکسیلینس، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

جو غفلت برتی جارہی تھی اور ان کا جس طرح کھلے بندوں مذاق اُڑایا جارہا تھا اُس کا تقاضا تھا کہ اسلامی آداب معاشرت کی ترویج اور اُن کی اہمیت و محبت کا احساس و شعور لوگوں میں پیدا کیا جائے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس سلسلے میں جو شاندار خدمات انجام دیں، اُن میں سے ایک اخلاقی مسائل پر مختلف کتابوں کی تدوین و ترتیب تھی۔ حدیث کے میدان میں بھی آپ نے جس کتاب (مشکوٰۃ المصابیح) کو تحقیق و تدقیق کا موضوع بنایا اور اس پر عربی و فارسی میں معرکۃ الآرا شرحیں لکھیں، اُس میں بھی دوسرے مسائل کے مقابلے میں اخلاقی مسائل ہی کو فوقیت حاصل ہے۔[1]

اخلاقی مسائل میں حضرت مُحدّث دہلوی نے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کی تصانیف کو اپنے لیے مشعل راہ قرار دیا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امام غزالیؒ کے نزدیک بھی اخلاق کے خوب و بد ہونے کا تنہا معیار عقل نہیں بلکہ اس سلسلے میں شریعت و طریقت کو بھی اُسی قدر اہمیت حاصل تھی۔ دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ اکثر جگہوں پر جہاں ابو علی مسکویہ نے حکمائے سلف کے اقوال و افعال سے استناد کیا ہے، امام غزالیؒ نے اُنھی جگہوں پر کتاب و سنت پر مبنی احکام اور صوفیہ اور ارباب طریقت کے احوال و کلمات سے استشہاد کیا ہے۔ استاد جلال ہمائی (مرحوم) اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> امام غزالی در اخلاق، عقل و شرع و تصوف، و بہ عبارتِ کوتاہ تر احکامِ عقل و دین یا تعقل و تعبد را بہم آمیختہ و از ترکیب آنہا برای تریاق سموم اخلاقی و اجتماعی معجونی تازہ بس گوارا ساختہ است۔[2]

اخلاقیات کے موضوع پر حضرت مُحدّث دہلوی کے مندرجہ ذیل آثار کے نام ملتے ہیں:

۱۔ آداب الصالحین

۲۔ آداب اللباس

۳۔ آداب المطالعہ والمناظرہ

1. Ignaz Goldziher, *Muslim Studies*, edited by S.M. Stern, translated from the German by C.R. Bacher and S.M. Stern, Vol. II, p 248.

۲۔ یادنامہ دکتر معین، دانشگاہ تہران، ص ۱۰۴

۴۔ تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والثواب

۵۔ جمع الکلمات العارفین من اہلِ الصدق والیقین

'آداب الصالحین' اور 'آداب اللباس' اور اُن کے اُردو ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ 'آداب المطالعہ والمناظرہ' اور 'تسلیۃ المصاب' نایاب ہیں۔ 'جمع الکلمات العارفین'، 'ارسال المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل' کا اڑسٹھواں رسالہ ہے اور مذکورہ کتاب کے مطبوعہ نسخے میں شامل ہے۔[۱] جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، جمع الکلمات العارفین میں فاضل مؤلف نے ''اہلِ صدق و یقین'' کے حکیمانہ اقوال جمع کیے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ 'منہاج العارفین' بھی اسی قسم کی ایک کوشش ہے۔ دونوں رسائل میں متعدد اقوال مشترک ہیں۔ اقوال کا اختصار و ایجاز اور حکیمانہ رنگ فارسی نثر کے دو عظیم شاہکار 'ظفر نامۂ علائی' اور 'وصیت نامہ' امیر نظام گروسی کی یاد دلاتے ہیں۔

رسالہ 'منہاج العارفین' کا ذکر 'فہرست التوالیف' سمیت کسی فہرست میں نہیں ملتا۔ برٹش میوزیم میں 'زاد المتقین فی طریق سلوک الیقین' کے ساتھ 'اسد اللہ ولد صبغۃ اللہ ساکن ریواڑی' کے ہاتھ کا ۱۲۶۰ھ کا محررہ چھ صفحات پر مشتمل ایک نسخہ موجود ہے[۲] جسے ضروری تصحیحات کے بعد قارئین کے استفادے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ قلابین میں موجود عبارت، مطالب کی وضاحت اور معانی کی تکمیل کے لیے بڑھائی گئی ہے، اصل میں موجود نہیں۔

منہاج العارفین[۳]

حمد بیحد وثنا [ءِ] بیعد مر آفریدگاری را کہ سینۂ عارفان را مخزنِ اسرارِ خود ساختہ ولوحِ دل محبان را از غیرِ خود پاک بشستہ و درود [و] آفرین بر خواجۂ کائنات وخلاصۂ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ بتشریفِ ''وما ارسلنك الا رحمة للعالمين'' مشرف و مخصوص است و بر جمیع یاران وآلہ واصحابہ۔

۱۔ سوانح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مؤلفہ محمد سلیم اختر۔ (زیر طبع)

۲۔ زاد المتقین (قلمی)، برٹش میوزیم شمارہ: OR 21 فولیوز 179-181۔

۳۔ فی الاصل: ہذہ الرسالۃ منہاج العارفین وباللہ التوفیق۔

بدان ای عزیز وفقک اللہ بما یحب ویرضی کہ این چند سخن از کلام معرفت جمع آوردہ شد و آنرا منہاج العارفین نام نہادہ تا مگر از خواندن وشنیدنِ آن کسی را فایدہ حاصل آید، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ای عزیز زینہار بغیر حق اعتماد نکنی تا پشیمان نشوی۔ از حق غافل مباش تا شیطان بر تو راہ نیابد۔ ہیچ مغرور مشو تا ہلاک نگردی۔ دل را از حرص خالی کن تا راحت یابی۔ در کارِ حق باش تا کار تو ساختہ گردد۔ جز حق دوست نگیر تا خستہ نگردی۔ در دنیا اہتمام اندک کن تا کفایت پیدا آید۔ طمع از دل دور کن تا خوار نشوی۔ نیک بیندیش تا ہمہ نیک پیش آید۔ از ہمہ نومید شو تا امید تو بر آید۔ دل بکس مبند تا زیان زدہ نگردی کسی را بحقارت منگر تا خوار نگردی۔ در تنگیہا صبر کن تا در حال جزا یابی۔ غم دنیا مخور تا دل سیاہ نشود۔ گنہ را برکس منہ تا در گنہ نیفتی۔ از جہت دنیا اندوھگین مباش تا پریشان نشوی۔ قدرِ نعمت بشناس تا از تو نستانند۔ از ہمہ جدائی کن تا بحق انس یابی وبرسی۔ غم مخور تا امل کوتاہ شود۔ مرگ بسیار یاد کن تا دل بدنیا نگراید۔ ترک گناہ گیر اگر لقمۂ حلال میخواہی۔ توقع از کس مکن تا خوار نگردی۔ فروتنی کن تا بہ بزرگی برسی۔ در خود مبین تا فرو نیفتی۔ از خلق حذر کن تا بحق انس یابی۔ اگر نعمت دین ودنیا میخواہی شکرِ حق بجا آر۔ ایمن مباش تا امان یابی۔ با حق باش تا با نصرت باشی۔ بر نعمت کس حسد [مکن] تا محتشم گردی۔ بر زیردستان شفقت کن تا رہایش یابی۔ آہستگی پیش گیر تا شیطان بر تو ظفر نیابد۔ دلہا را دریاب تا خشنودی حق یابی۔ بسود اندک بسندہ کن تا برکت باشد۔ بدخوئی ترک دہ تا عیش بر تو تلخ نگردد۔ در معاملت سخت مپیچ تا خستہ نگردی۔ با ہمہ کس آسانی کن تا برہی۔ دیگرانرا از خود بہتر خواہ تا از خود خلاص یابی۔ درشتی بگذار تا نزدیک ہمہ دشمن نشوی۔ یار ہمہ باش اگر در راہی۔ انصاف از خود طلب اگر جوانمردی۔ حق را یاد کن تا دل پریشان نشود۔ درماندگان را دریاب تا درنمانی۔ افتادگان را مگذار تا در نیفتی۔ سوی دنیا مبین تا کور نشوی۔ ہر جا مرو تا لنگ نگردی۔ جز حق میندیش اگر طالبی۔ خلاف ترک دہ تا سلامت مانی۔ از حکم حق سر متاب تا عاصی نشوی۔ اُفتادگان را دریاب تا دستگیر یابی۔ با ہر کس منشین تا تباہ نگردی۔ ترک لذت گیر اگر لذت میخواہی۔ انصاف خلق بدہ تا ستمگار نشوی۔ کار کن کہ حق پسندہ بود۔ باکس مستیز تا از ہمہ گنہ برھی۔ آن کس کہ با تو بدی کند با او نیکی کن تا قدرِ تو بیفزاید۔ بیدار باش تا دزد در خانہ نیاید۔ بار چندان برگیر کہ بمنزل برسانی۔ با قافلہ رو کہ رہ زنان

بسیارند۔ همراه طلب که دشمنان همراهند۔ سر برین دربنه تا بسری برسی وشمشیر بیفکن تا جنگ برخیزد۔ یک کار پیش گیر تا تمام بشود۔ سر بر خط فرمان نه اگر بندۀ۔ خودخواه مباش تا محروم نشوی۔ دوستی آن به که از برای حق بود۔ خواجگی از سر فرود آر تا سر نخوری۔ بارِ خود برکس منه تا عزیز مانی۔ بزرگی بر هیچکس منه تا خوار نگردی۔ جان را دریاب اگر صادقی۔ کس را بطمع مستای تا گرفتار نگردی۔ در دریا فروشو تا گوهر یابی۔ بلا را هدف شو اگر دوستی میخواهی۔ راهبر طلب کن اگر ره روی۔ راه خرابه گیر اگر عاشقی۔ یک سودا کن تا سود کنی۔ خودخواه مباش تا خوار نگردی۔ اندیشۂ بیهوده از دل دور کن تا پریشان نشوی۔ خودپسند مباش تا پسندیده شوی۔ خود را در رنج دار تا راحت یابی۔ گفته شنوا باش تا سود کنی۔ خود را تمام کن تا بجویند۔ بکوش تا بیابی۔ در مالایعنی مشغول مباش تا حسرت نخوری۔ نفس را استوار مدار که دروغ گواست۔ گفتۂ دل را پاس دار که هرگز خلاف نگوید۔ پناه حق بگیر تا خلاص یابی۔ مدح کس مکن چون عاقبت نمی دانی۔ پناه حق گیر تا خلاص یابی [و] از نفس شیطان برهی۔ وقت را باش اگر صادقی۔ نقد را باش اگر قلاشی۔ طمع را از خود بردار تا محتاجِ نگردی۔ هوای نفس ترک کن اگر دلاوری۔ سر در گریبانِ خود فروبر تا عیب جو نشوی۔ بضاعت دنیا را خریدار مشو تا زیان نکنی۔ اختیار خود در گوشه نه تا محترم گردی۔ سودائی کن تا سود کنی۔ با گم شدگان منشین تا گم نشوی۔ پاس انفاس دار اگر بیداری۔ دلها را دریاب اگر هوشیاری۔ بضاعتی خرید کن که خریدار آن بود۔ حاجت خود را از جز حق مدار تا برآید۔ همه حال یاور باش تا ره یابی۔ با دوست خندان باش که خود را فراموش کنی۔ کار باندیشه کن تا زیان نکنی۔ از حق شرم دار تا در گنه نیفتی۔ از حق یاری خواه تا نصرت یابی۔ کار امروز بفردا حواله مکن تا بحسرت در نمانی۔ وقت کار دریاب تا کار تو بسته [نشود]۔ پرهیز نگاهدار تا در فتنه نیفتی۔ بیگانه را اندرون مگذار اگر عزت داری۔ به پرهیز تا از دشمن خلاصی یابی۔ دل بهر اندیشه مقید مکن تا در نمانی۔ اندیشها بسیار از دل دور کن تا پشیمان نشوی۔ علمِ نادانی مخوان اگر تو دانائی۔ خود را گنگ ساز تا گویا گردی۔ شب بیدار باش تا بوی محبت یابی۔ بی یاد خدا همه محنت است [و] نادانی۔ نفس را در کار دار تا وی ترا در کار ندارد۔ درد حاصل کن تا درمان یابی۔ دست از گدائی مدار اگر گنج هائے داری۔ رنج بادیه اختیار کن تا بکعبه رسی۔ بی یار شو تا یار یابی۔ از عیب مردمان چشم پس کن تا عیب خود مشاهده کنی۔ راز خود با کس مگوی تا گنج اسرار یابی۔

بدان ای عزیز وفقک اللہ بما یحب ویرضی کہ این چند سخن از کلام معرفت جمع آوردہ شد و آنرا منہاج العارفین نام نہادہ تا مگر از خواندن وشنیدنِ آن کسی را فایدہ حاصل آید، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ای عزیز زینہار بغیر حق اعتماد نکنی تا پشیمان نشوی۔ از حق غافل مباش تا شیطان بر تو راہ نیابد۔ ہیچ مغرور مشو تا ہلاک نگردی۔ دل را از حرص خالی کن تا راحت یابی۔ در کارِ حق باش تا کار تو ساختہ گردد۔ جز حق دوست نگیر تا خستہ نگردی۔ در دنیا اہتمام اندک کن تا کفایت پیدا آید۔ طمع از دل دور کن تا خوار نشوی۔ نیک بیندیش تا ہمہ نیک پیش آید۔ از ہمہ نومید شو تا امید تو بر آید۔ دل بکس مبند تا زیان زدہ نگردی کسی را بحقارت منگر تا خوار نگردی۔ در تنگیہا صبر کن تا در حال جزا یابی۔ غم دنیا مخور تا دل سیاہ نشود۔ گنہ را بر کس منہ تا در گنہ نیفتی۔ از جہت دنیا اندوھگین مباش تا پریشان نشوی۔ قدرِ نعمت بشناس تا از تو نستانند۔ از ہمہ جدائی کن تا بحق انس یابی و برسی۔ غم مخور تا اہل کوتاہ شود۔ مرگ بسیار یاد کن تا دل بدنیا نگراید۔ ترک گناہ گیر اگر لقمۂ حلال میخواہی۔ توقع از کس مکن تا خوار نگردی۔ فروتنی کن تا بہ بزرگی برسی۔ در خود مبین تا فرو نیفتی۔ از خلق حذر کن تا بحق انس یابی۔ اگر نعمت دین و دنیا میخواہی شکرِ حق بجا آر۔ ایمن مباش تا امان یابی۔ با حق باش تا بانصرت باشی۔ بر نعمت کس حسد [مکن] تا محتشم گردی۔ بر زیر دستان شفقت کن تا رہائش یابی۔ آہستگی پیش گیر تا شیطان بر تو ظفر نیابد۔ دلہا را دریاب تا خشنودی حق یابی۔ بسود اندک بسندہ کن تا برکت باشد۔ بدخوئی ترک دہ تا عیش بر تو تلخ نگردد۔ در معاملت سخت مپیچ تا خستہ نگردی۔ با ہمہ کس آسانی کن تا برہی۔ دیگرانرا از خود بہتر خواہ تا از خود خلاص یابی۔ درشتی بگذار تا نزدیک ہمہ دشمن نشوی۔ یار ہمہ باش اگر در راہی۔ انصاف از خود طلب اگر جوانمردی۔ حق را یاد کن تا دل پریشان نشود۔ درماندگان را دریاب تا درنمانی۔ افتادگان را مگذار تا در نیفتی۔ سوی دنیا مبین تا کور نشوی۔ ہر جا مرو تا لنگ نگردی۔ جز حق مییندیش اگر طالبی۔ خلاف ترک دہ تا سلامت مانی۔ از حکم حق سر متاب تا عاصی نشوی۔ اُفتادگان را دریاب تا دستگیر یابی۔ با ہر کس منشین تا تباہ نگردی۔ ترک لذت گیر اگر لذت میخواہی۔ انصاف خلق بدہ تا ستمگار نشوی۔ کار کن کہ حق پسندہ بود۔ با کس مستیز تا از ہمہ گنہ برھی۔ آن کس کہ با تو بدی کند با او نیکی کن تا قدرِ تو بیفزاید۔ بیدار باش تا دزد در خانہ نیاید۔ بار چندان برگیر کہ بمنزل برسانی۔ با قافلہ رو کہ رہ زنان

بسیارند۔ ہمراہ طلب کہ دشمنان ہمراہند۔ سر برین در بنہ تا بسری برسی وشمشیر بیفکن تا جنگ برخیزد۔
یک کار پیش گیر تا تمام بشود۔ سر بر خط فرمان نہ اگر بندۂ۔ خودخواہ مباش تا محروم نشوی۔ دوستی آن بہ
کہ از برای حق بود۔ خواجگی از سر فرود آر تا سر نخوری۔ بارِ خود برکس منہ تا عزیز مانی۔ بزرگی بر ہیچکس
منہ تا خوار نگردی۔ جان را دریاب اگر صادقی۔ کس را بطمع مستای تا گرفتار نگردی۔ در دریا فرو شو تا
گوہر یابی۔ بلا را ہدف شو اگر دوستی میخواہی۔ راہبر طلب کن اگر رہ روی۔ راہ خرابہ گیر اگر عاشقی۔
یک سودا کن تا سود کنی۔ خودخواہ مباش تا خوار نگردی۔ اندیشۂ بیہودہ از دل دور کن تا پریشان نشوی۔
خود پسند مباش تا پسندیدہ شوی۔ خود را در رنج دار تا راحت یابی۔ گفتہ شنوا باش تا سود کنی۔ خود را تمام
کن تا بجویند۔ بکوش تا بیابی۔ در مالایعنی مشغول مباش تا حسرت نخوری۔ نفس را استوار مدار کہ دروغ
گو است۔ گفتۂ دل را پاس دار کہ ہرگز خلاف نگوید۔ پناہ حق بگیر تا خلاص یابی۔ مدح کس مکن چون
عاقبت نمی دانی۔ پناہ حق گیر تا خلاص یابی [و] از نفس شیطان برہی۔ وقت را باش اگر صادقی۔ نقد را
باش اگر قلاشی۔ طمع را از خود بردار تا محتاجِ نگردی۔ ھوای نفس ترک کن اگر دلاوری۔ سر در گریبانِ خود
فرو بر تا عیب جو نشوی۔ بضاعت دنیا را خریدار مشو تا زیان نکنی۔ اختیار خود در گوشہ نہ تا محترم گردی۔
سودائی کن تا سود کنی۔ با گم شدگان منشین تا گم نشوی۔ پاس انفاس دار اگر بیداری۔ دلہا را دریاب اگر
ہوشیاری۔ بضاعتی خرید کن کہ خریدار آن بود۔ حاجت خود را از جز حق مدار تا برآید۔ ہمہ حال یاور
باش تا رہ یابی۔ با دوست خندان باش کہ خود را فراموش کنی۔ کار باندیشہ کن تا زیان نکنی۔ از حق شرم دار
تا در گنہ نیفتی۔ از حق یاری خواہ تا نصرت یابی۔ کار امروز بفردا حوالہ مکن تا بحسرت در نمانی۔ وقت کار
دریاب تا کار تو بستہ [نشود]۔ پرہیز نگاہدار تا در فتنہ نیفتی۔ بیگانہ را اندرون مگذار اگر عزت داری۔ بہ
پرہیز تا از دشمن خلاصی یابی۔ دل بہر اندیشہ مقید مکن تا در نمانی۔ اندیشہا بسیار از دل دور کن تا پشیمان
نشوی۔ علمِ نادانی مخوان اگر تو دانائی۔ خود را گنگ ساز تا گویا گردی۔ شب بیدار باش تا بوی محبت
یابی۔ بی یاد خدا ہمہ محنت است [و] نادانی۔ نفس را در کار دار تا وی ترا در کار ندارد۔ درد حاصل کن تا
درمان یابی۔ دست از گدائی مدار اگر گنج ہائے داری۔ رنج بادیہ اختیار کن تا بکعبہ رسی۔ بی یار شو تا
یار یابی۔ از عیب مردمان چشم پس کن تا عیب خود مشاہدہ کنی۔ راز خود باکس مگوی تا گنج اسرار یابی۔

زیان کس میندیش اگر سود میخواہی۔ بیکس باش تا باکس باشی۔ اگر یگانگی میطلبی صحبت با نیکان کن۔ اگر کار نیک میخواہی بعجز اقرار کن۔ اگر جہان گیری دل بر جای دار تا راحت یابی۔ قطرہ را خوار منگر اگر چہ دریائی۔ با گدایان بنشین اگر چہ سلطانی۔ کم [اندیش] اگر چہ سلیمانی۔

مآخذ

۱۔ ارسال المکاتیب والرسایل الی ارباب الکمال والفضایل مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (قلمی) مملوکہ علامہ سیّد وزیر الحسن عابدی مرحوم (۱۹۷۸ء)

۲۔ زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (قلمی) ٬ برٹش میوزیم٬ شمارہ OR-21

۳۔ سوانح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مؤلفہ محمد سلیم اختر (زیر طبع)

۴۔ یادنامۂ دکتر معین، دانشگاہِ تہران، ۱۳۵۰ھ ش

5- Ignaz Goldziher, *Muslim Studies*, edited by S.M.Stern, translated from the German by C.R. Bacher and S.M. Stern, Vol. II, London, 1971.

☆☆☆

[بشکریہ سہ ماہی صحیفہ، لاہور، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۴۰۔۱۳۶]

منہاج العارفین

تالیف لطیف: عارف باللہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

اُردو ترجمہ: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

بے حد و بے شمار حمد و ثنا اس پیدا کرنے والے کے لیے کہ جس نے عارفوں کے سینے کو اپنے اسرار کا مخزن بنایا اور اہلِ محبت کے دل کی تختی کو اپنے غیر سے پاک اور صاف کر دیا، اور درود و آفرین خواجۂ کائنات، خلاصۂ موجودات، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم پر جو "وما ارسلنک الا رحمة للعالمین" (اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لیے رحمت بنا کر) کے شرف سے مشرف اور مخصوص ہیں۔ اور آپ کے تمام احباب، آل اور اصحاب پر بھی۔

جان لے اے عزیز! اللہ تجھے اپنے پسندیدہ اور محبوب اعمال کی توفیق دے، کہ یہ کچھ اقوال، عارفانہ کلام سے جمع کیے گئے ہیں اور ان کو "منہاج العارفین" کا عنوان دیا ہے تاکہ اس کے پڑھنے اور سننے سے کسی کو فائدہ حاصل ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اے عزیز! خبردار غیر حق تعالیٰ پر اعتماد نہ کرنا تاکہ تمھیں پشیمانی نہ ہو۔ حق تعالیٰ سے غافل:

رہو تاکہ شیطان کا تم پر بس نہ چلے۔ کسی بھی بات پر غرور نہ کرو تاکہ تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔ دل کو طمع سے خالی رکھو تاکہ تم راحت پاؤ۔

حق تعالیٰ کے کام میں لگے رہو تاکہ تمھارا کام بن جائے۔ غیر حق کو دوست نہ بناؤ تاکہ سبکی نہ ہو، دنیا میں تھوڑے پر اکتفا کرو تاکہ کفایت (توازن) حاصل ہو، طمع کو دل سے دور کرو تاکہ رسوائی نہ ہو، اچھا گمان رکھ تاکہ ہر کوئی اچھی طرح پیش آئے، سب سے نا اُمید ہو جا تاکہ تیری اُمید بر آئے، کسی سے دل نہ لگا تاکہ نقصان اُٹھانے والا نہ بنے، کسی کو حقارت سے نہ دیکھ تاکہ تو ذلیل نہ ہو، مشکلات میں صبر کر تاکہ (خوشحالی) میں جزا پائے۔ نعمت کی قدر پہچان تاکہ تجھ سے چھین نہ لیں، ہر ایک سے الگ رہ تاکہ حق تعالیٰ کا انس اور اس تک رسائی پا سکے، غم نہ کھا تاکہ تمنائیں قلیل رہیں، موت کو بہت زیادہ یاد کر تاکہ دل دنیا میں نہ لگے، اگر حلال لقمہ چاہتا ہے تو گناہ کرنا چھوڑ دے، کسی سے توقع نہ رکھ تاکہ تو خوار نہ ہو، عاجزی کر تاکہ تو بزرگی کو پہنچ سکے، اپنے آپ کو (خود پسندی سے) نہ دیکھ تاکہ پستی میں نہ جا پڑے، مخلوق سے گریز کر تاکہ تو حق سے اُنس پائے، اگر دین و دنیا کی نعمت چاہتا ہے تو حق تعالیٰ کا شکر بجا لا، بے خوف نہ رہ تاکہ تو امان پائے، حق کے ساتھ ہو جاؤ تاکہ کامیاب رہو، کسی کی نعمت پر حسد نہ کرو تاکہ عزت دار ہو جاؤ۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ شفقت کرو تاکہ (جواب دہی سے) رہائی پاؤ، آہستگی اختیار کرو تاکہ شیطان تم پر کامیابی نہ پا سکے، دلوں کو (خوش) کرو تاکہ تمھیں حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو، تھوڑے منافع پر راضی ہو تاکہ برکت ہو، بد اخلاقی چھوڑ دو تاکہ زندگی تمھارے لیے تلخ نہ ہو، معاملات میں سختی اختیار نہ کرو تاکہ سبکی نہ ہو، سب کے ساتھ آسانی کرو تاکہ نجات پاؤ، دوسروں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھو تاکہ خود (بینی) سے چھٹکارا پاؤ۔ درشتی چھوڑ دو تاکہ ہر ایک کی نظر میں دشمن نہ بنو، اگر راہ (حق) میں ہو تو ہر ایک کے دوست بنو، اگر جوانمرد ہو تو ہمیشہ خود سے انصاف طلب کرو، حق تعالیٰ کا ذکر کرو تاکہ دل پریشان نہ ہو، بے کسوں کو نوازتا کہ تو (بھی) نوازا جائے، گرے پڑوں کو نظر انداز نہ کرتا کہ تو (کبھی) نہ گرے۔ دنیا کی طرف مت دیکھو تاکہ نابینا نہ ہو جاؤ۔ ہر جگہ مت جاؤ تاکہ لنگڑے نہ ہو جاؤ، اگر (سچے) طالب ہو تو حق تعالیٰ کے سوا کسی سے مت ڈرو، اختلاف کو ترک کر دو تاکہ سلامت رہو، حق تعالیٰ کے حکم سے

سرتابی نہ کرتا کہ تو گنہگار نہ ہو، گرنے والوں کو تھام لو تاکہ تمھیں بھی کوئی ہاتھ پکڑنے والا میسّر آ سکے، ہر ایک کے ساتھ مت بیٹھو تاکہ تباہ نہ ہو جاؤ، اگر لذت چاہیے تو ترکِ لذت کو اختیار کرو، مخلوق کا حق ادا کرو تاکہ ستم شعار نہ بن جاؤ، وہ کام کرو جو خدا کو پسند ہو، کسی کے ساتھ جھگڑا نہ کرو تاکہ تمام گناہوں سے چھوٹ جاؤ، وہ شخص جو تیرے ساتھ بدی کرے تو اس کے ساتھ نیکی کرتا کہ تیری عزت میں اضافہ ہو، ہوشیار رہو تاکہ چور گھر میں نہ آئے، بوجھ اتنا اُٹھاؤ جو منزل تک پہنچا سکو، قافلے کے ساتھ چلو کیوں کہ راہزن بہت زیادہ ہیں، ساتھی تلاش کر کہ دشمن ساتھ ہیں، سر اسی در پر جھکا دو تاکہ مقصد تک پہنچ جاؤ اور تلوار چلاؤ تاکہ جنگ ختم ہو جائے، ایک کام کو ہاتھ ڈالو تاکہ پایۂ تکمیل کو پہنچے، اگر بندہ ہے تو (مالک کے) فرمان نامے کے آگے سر جھکا دے، اور خود غرض نہ بن تاکہ محروم نہ رہے۔ دوستی وہ اچھی ہے جو حق تعالیٰ کے لیے ہو، بڑائی (کا بھوت) سر سے اُتار دے تاکہ دھوکہ نہ کھا جائے، اپنا بوجھ کسی پر مت ڈال تاکہ تو محبوب رہے۔ کسی شخص کو (بے جا) احترام نہ دو تاکہ خواری نہ ہو، اگر سچّے ہو تو اپنی حقیقت تک رسائی حاصل کرو، طمع کے ساتھ کسی کی تعریف نہ کرو تاکہ پابند نہ ہو جاؤ، دریا کی تہہ میں اُترو تاکہ تم گوہر پاؤ، اگر دوستی چاہتے ہو تو آزمائش کا سامنا کرو، اگر مسافر ہو تو رہبر تلاش کرو، اگر عاشق ہو تو دشت کی راہ لو، ایک وقت میں ایک سودا کرو تاکہ نفع ہو، اپنے طالب نہ بنو تاکہ خواری سے بچ جاؤ، دل سے بیہودہ وسوسہ دور کرو تاکہ تم پریشان نہ ہو، خود پسند نہ بنو تاکہ پسندیدہ ہو جاؤ، خود کو تکلیف میں رکھو تاکہ راحت پاؤ، بات کو سننے والے بنو تاکہ فائدہ پاؤ، اپنی تکمیل کرو تاکہ (لوگ تمھیں) تلاش کریں، کوشش کرتا کہ پالے، بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو تاکہ حسرت نہ رہے، نفس کا اعتبار نہ کرو کیوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ دل کی بات کا لحاظ رکھو کہ یہ ہرگز غلط نہیں کہتا، حق تعالیٰ کی پناہ لو تاکہ چھٹکارا پاؤ، کسی کی (بے جا) تعریف مت کرو کیوں کہ تم انجام کو نہیں جانتے، حق تعالیٰ کی پناہ حاصل کرو تاکہ نجات پاؤ اور نفس شیطان سے بچ سکو، اگر سچے ہو تو وقت (کے تقاضوں) کو نبھاؤ، اگر مفلس ہو تو (بقدرِ ضرورت) مال حاصل کرو، طمع کو اپنے اندر سے نکال دو تاکہ محتاج نہ بنو، اگر دلیر ہو تو خواہش نفس چھوڑ دو، اپنے گریبان میں جھانکو تاکہ دوسروں کے عیب نہ ڈھونڈو، دنیا کے منصب کا طلبگار نہ بن تاکہ نقصان نہ ہو، اپنے اختیار کو ایک حد تک استعمال کرتا کہ

لائق احترام ہو جائے، کوئی تجارت کرتا کہ نفع ہو، بھٹکے ہوؤں کے ساتھ نہ بیٹھ تا کہ تو بھی نہ بھٹک جائے، اگر بیدار ہے تو سانوں کا لحاظ رکھ، اگر ہوشیار ہے تو (اہلِ دل کے) دلوں کو پانے کی کوشش کر، کوئی کمال خرید کے لاتا کہ اس کا کوئی خریدار پیدا ہو، اپنی حاجت سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور سے نہ کہہ تا کہ پوری ہو جائے، ہر حال میں معاون بنو تا کہ راہ پاؤ، دوست کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتا کہ اپنے آپ کو بھول جائے، کام پوری فکر مندی سے کرو تا کہ نقصان نہ ہو، حق تعالیٰ سے شرم کرو تا کہ گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ حق تعالیٰ سے امداد چاہو تا کہ کمک پاؤ، آج کا کام کل پر مت ڈالو تا کہ افسوس میں نہ پڑ جاؤ، کام کے لیے وقت نکالو تا کہ تمھارا کام رک نہ جائے، احتیاط کو ملحوظ رکھو تا کہ فتنہ میں نہ پڑ جاؤ، اگر عزت دار ہو تو غیر کو اندرونِ (خانہ) مت چھوڑو، احتیاط کرتا کہ دشمن سے چھٹکارا پائے، دل کو ہر وسوسے (گمان) کا پابند نہ کرتا کہ (حقیقت) واضح ہو جائے، زیادہ اندیشے دل سے دور رکھ تا کہ پشیمانی نہ ہو، اگر تو دانا ہے تو نادانی کا علم مت پڑھ، خود کو گونگا بنا تا کہ بولنے والا بن جائے، شب بیدار بن تا کہ اس کی محبت کو پالے، اللہ کے ذکر کے سوا سب کچھ مشقت اور نادانی ہے، نفس کو کام میں لگائے رکھ تا کہ وہ تجھے کسی کام میں نہ لگا دے۔ درد حاصل کرتا کہ درماں نصیب ہو، اگر (پاس) کچھ رکھتا ہے تو گداگری سے ہاتھ روکے رکھ، گوشہ نشینی کا دکھ گوارا کرتا کہ کعبہ تک پہنچ سکے، بے یار بن تا کہ یار مل جائے، لوگوں کے عیب سے نظر ہٹا لے تا کہ اپنے عیوب کا مشاہدہ تجھے حاصل ہو، اپنا راز کسی سے نہ کہو تا کہ رازوں کا خزانہ حاصل ہو، اگر اپنا فائدہ چاہتے ہو تو کسی کا نقصان مت چاہو، کسی کا ساتھ چاہیے تو کسی کے ساتھ نہ رہ، اگر انفرادیت کی طلب ہے تو نیکوں کی صحبت اختیار کرو، اگر نیک عمل کی آرزو ہے تو اپنی عاجزی کا اعتراف کرو، اگر فاتح عالم ہو تو (بھی) دل کو یکسو رکھو تا کہ راحت پاؤ، اگرچہ تم دریا ہی ہو قطرہ کو حقارت سے مت دیکھو، فقراء کے ساتھ بیٹھو اگرچہ تم سلطان ہی ہو، گھبراؤ مت خواہ تم سلیمان ہی ہو۔

☆☆☆

فہرست تصنیفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی

الموسوم بہ

تالیف قلب الالیف بکتابۃ فہرست التوالیف

الحمد للہ منزل الکتب السماویہ والصحف المکرمۃ المرفوعۃ المطہرۃ علی الارواح القدسیہ العلویۃ الرسلیۃ لہدایۃ النفوس السفلیۃ الارضیۃ والصلوۃ التامۃ المبارکۃ الزکیۃ البہیۃ علی الجوہر الاول والآخر المحمدی حافظ اللوح المحفوظ مبیّن الکتاب المبین وعلی اہل بیتہ الاطہار وصحابتہ الاخیار واتباعہ الابرار مفسری الکتاب ومفصلی الخطاب ومحی علوم الدین سپاس وستایش مر پروردگار علی الاطلاق ومفیض اقسام ارزاق راکہ عطائے اورا پایان نیست وفیض اورا انقطاع نہ خدائے بے مانند بے ہمتاکہ بخشندۂ عطایا وبخایندۂ خطایاست تعالی شانہ وعظم برہانہ وجل جلالہ وکثر افضالہ ودرود نامعدود ورحمت نامحدود بر فہرست دیوان رسالت وملخص کتاب سفارت کہ مہتر عالمیان ودانش آموز انس وجان و استاد پیشینیان وراہ نمائے پسینیان ست وبر فرزندان ویاران او کہ مجموعہ فضل وکمال وجامع مراتب علم وحال وکتب علوم دین وابواب وفصول کتاب مبیّن اند افاض اللہ علینا من انوارہم ونفعنا ببرکاتہم وبرکات علومہم۔ بعضے از اصحاب فضل وکرم کہ اہتمام بشان فضل وعلم وعنایتی بحال این ضعیف داشتند بعضے از مسودات این مسکین را طلب می نمودند

☆ جناب حکیم سیّد شمس اللہ قادری نے فہرست التوالیف مع تذکرۂ مصنفین دہلی کو اپنے حواشی وتعلیقات کے ساتھ ۱۹۳۰ء میں حیدر آباد دکن سے شائع کیا تھا۔ سرِ دست ہم مذکورہ اشاعت سے ''فہرست التوالیف'' کا عکس نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔ فہرست کا پیش نظر نسخہ ہمیں شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی لائبریری میں مرحوم پروفیسر قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے مُنتشر ذخیرے سے دست یاب ہوا۔ مرحومین کے لیے دعائے خیر کے ساتھ ساتھ اکیڈمی مذکور کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

شاہ انجم بخاری عفی عنہ

تا مطالعہ کنند یا اکتساب نمایند وچوں در نظر دانش وبینش چیزی چناں نبود کہ بکار آید واگر بود در آنجا اقسام فنون متعدد بود از علوم بعضی بلسان عربی وبرخے بزبان پارسی ونہ بہمہ کس کار آمدنی نہ فہرستی در تعداد آں نگاشتہ عرض داشتم تا ہرچہ ازاں اختیار افتد وبہ مذاق وقت موافق آمد بخدمت فرستم وبعد ازاں نیز ہر کس ازیں الواں کہ برماندہ ام ہرچہ خوش دارد فائدہ بردارد وانا معترف بقلۃ بضاعتے وعدم استطاعتے وضعف بالی وشتات حالی وقصور نظری وفتور فکری ملتمس از اہل فضل وارباب کرم آنکہ عیوب وزلات ایں مسکیں را بپوشند ودر اصلاح وتصحیح آنچہ از خطا وسہو راہ یافتہ باشد بکوشند وارجو من اللہ الکریم حسن القبول ونیل المامول اوست عیب پوش وعذر نیوش وہو الکریم الوہاب۔

۱۔ **فمنہا** لمعات التنقیح[1] فی شرح مشکاۃ المصابیح وہو اجل واعظم واطول واکبر ہذہ التصنیفات وقد جاء بتوفیق اللہ وتائیدہ کتابا حافلا شاملا مفیدا نافعا فی شرح الاحادیث النبویۃ علی مصدرہا الصلوۃ والتحیۃ مشتملۃ علی تحقیقات مفیدۃ وتدقیقات بدیعۃ وفوائد شریفۃ ونکات لطیفۃ واحوال کیفیات مکتوبۃ فی دیباجۃ قریبۃ من ثمانین الف بیت

۲۔ **ومنہا** اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکاۃ اثنا عشر الف بیت وکسر

---

[1] لمعات التنقیح۔ امام بغوی ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی المتوفی ۵۱۶ھ نے کتب صحاح کے اسانید ومکررات کو حذف کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا اور اس کا نام مصابیح السنۃ رکھا۔ ولی الدین ابی عبداللہ محمد عبداللہ الخطیب نے اس پر نظر ثانی کی اولاً احادیث کو ابواب پر تقسیم کیا ثانیاً رواۃ حدیث کے نام اضافہ کیئے ثالثاً ہر حدیث کے ساتھ اُن کا حوالہ بھی لکھ دیا جن سے صاحب مصابیح انھیں اخذ کیا ہے اس ترتیب وتبویب کے بعد یہ کتاب بالکل جدید تالیف ہو گئی اور اسے مشکوۃ المصابیح کے نام سے موسوم کیا اور سلخ رمضان ۷۳۷ھ کو اسکی تالیف وتدوین سے فراغت حاصل کی۔ لمعات کمیاب ہے اس کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ فن حدیث ۳۰۱، ۳۰۲، ۸۳، ۶۰۳۔

۳۔ **ومنہا** اشعۃ اللمعات فی شرح المشکات[1] شرح فارسی مشکاۃ است کہ در قدر و مرتبہ تلو شرح عربی است و در تنقیح و تہذیب و ضبط و ربط راجح و فائق و در حجم ضخامت زیادہ ازاں آں نیز بہ تائید و نصرت الٰہی سبحانہ شرحی نفیس لطیف مہذب مرغوب و مقبول آمدہ کتابت آں مقدار صد و سی ہزار بیت باشد۔

۴۔ **ومنہا** جامع البرکات منتخب شرح المشکات مجموعہ آمدہ است شامل فواید کثیرہ وعواید غزیرہ در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر کردہ و در باقی احادیث بر مضامین آں اقتصار کردہ واختصار نمودہ شدہ است وکتابت آں مقدار سی و دو ہزار بیت باشد۔

۵ **ومنہا** مدارج النبوۃ و مراتب الفتوۃ[2] در سیر حضرت سید مختار و امام المتقین والابرار صلی اللہ علیہ وسلم مقدار چہل و دو ہزار بیت۔

۶ **ومنہا** مطلع الانوار الٰہیہ فی الحلیۃ النبویہ مقدار یکہزار بیت

۷ **ومنہا** ذکر اجازت الحدیث فی القدیم والحدیث

۸ **ومنہا** اسماء الاستادین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۹ **ومنہا** فصول الخطب بیل اعالی الرتب

۱۰ **ومنہا** تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف فی باب اخلاص الصوفیہ قدس اللہ اسرارہم الصفیہ من الحکم علی ما صدر من اخبارہم عن احوالہم تحدیثاً بنعمۃ اللہ انہامن باب الکر

---

[1] اشعۃ اللمعات۔ بزبان فارسی شاہ صاحب نے اپنے لمعات کے بعد تصنیف کیا ہے برٹش میوزیم میں اس کا جو مخطوطہ محفوظ ہے اُس کی جلد آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے ۱۰۲۵ھ ہجری میں تمام کیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۲۷۷ھ میں نولکشور پریس لکھنو میں چھپ گئی ہے۔

[2] مدارج النبوت۔ یہ کتاب ۱۲۶۹ھ میں مدراس میں اور ۱۲۸۱ھ میں لکھنو میں چھپی ہے۔ مولوی عبدالمجید ساکن پیلی بھیت نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو مناہج النبوت کے نام سے ۱۲۷۷ھ میں لکھنو میں چھپا ہے۔

ونطبقۃ الحال وبیان ان ہذہ الرسائل الاربعۃ مقدار ثلثۃ او اربعۃ آلاف تخمینا

۱۱۔ ومنہا الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم[1] نام اصل متن سفر السعادت است کہ مشہور میان مردم بہ صراط مستقیم شدہ و درہ وقت، کتابت شرح چوں باسم اول مذکور ومنظور شد بہ ہمیں نام مسطور گشت واگر اسم ثانی را در نظر آرند سلوک طریق الافادہ فی شرح سفر السعادۃ نام نہند و کتاب مذکور تصنیف شیخ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس ست ومقصود وی دریں کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبوت را از عبادات وعادات باحادیث اثبات کردہ تصحیح نمودہ وبرد وآں کار برآنچہ مخالف آں از مذاہب اربعہ واقع شدہ تصریح کردہ است پس در شرح تائید مذاہب اربعہ واثبات آں باحادیث خصوصا مذہب حنفی ومعارضہ کلام مصنف کہ ادعاے صحت احادیث موافق مدعائے خود نمودہ ورقم رود لبطلان برخلاف آں کشیدہ است کردہ شد وایں حکایت در دیباچہ کتاب بہنا تر ازیں گفتہ شدہ است کتابے آمد حافل شامل نافع جامع طریقہ فقہ وحدیث مقدار کتابت وی قریب سی ہزار بیت خواہد بود

۱۲۔ ومنہا جذب القلوب الی دیار المحبوب[2] تاریخ مدینہ مطہرہ در بیان اسماء فضایل ومناقب ایں بلد کریم واحوال ساکنان وی از زمان قدیم وذکر فضائل مسجد منیف ومقامات متبرکہ واحکام وآداب زیارت قبر شریف واقامت در آں عالی مقام درجوع بوطن بالخیر والسلام وبسط کلام در اثبات حیات انبیا علیہم السلام وذکر فضائل وآداب صلوٰۃ بر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] سفر السعادۃ شیخ مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم الفیروز آبادی المتولد ۷۲۹ھ بہ کارزدن والمتوفی ۸۱۷ھ بزبید ہے شیخ صاحب کی شرح ۱۸۷۱ء میں نولکشور پریس لکھنو میں طبع ہوی ہے اور ضخیم کتاب ہے

[2] جذب القلوب۔ یہ کتاب ۱۲۶۳ھ میں کلکتہ میں اور ۱۸۷۶ء میں لکھنو میں چھپی ہے۔ مولوی عبد الحق بن غلام رسول بن ولی اللہ نے ۱۲۷۹ھ میں بہ زبان اردو اس کا ترجمہ کیا جو مرغوب القلوب کے نام سے ۱۲۹۴ھ میں لکھنو میں چھپا ہے۔

وذکر بعضے از صیغ صلوات ماثورہ از صحابہ وسلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
وایں کتاب در متانت و رصانت الفاظ موافق شرافت وکرامت معانی آں نزدیک
بدرجہ قبول اہل وصول واقع شدہ است نزدیک بہ ہفت ہزار و پانصد بیت

۱۳۔ **ومنہا** احوال الائمہ الاثنی عشر خلاصۂ او لاد سید بشر مقبول ومنتخب از
کتاب مستطاب فصل الخطاب وترجمہ عبارات عربی وے وترک سخنان فارسی علی حالہا کہ
بامر واجب الامتثال بعضی از ارباب کمال نوشتہ شدہ مقدار ہزار و پانصد بیت

۱۴۔ **ومنہا** زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار[1] فی مناقب الغوث الاعظم والنور الاتم
الشیخ محی الدین عبد القادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ عنہ وکتاب بہجۃ الاسرار کتابیست مقرر معتبر
مذکور مشہور بین المشائخ والعلما صنفہا بعض عظام المشائخ المقربین وبینہ وبین الشیخ رضی اللہ عنہ
واسطتان وقد کتبت ترجمہ فی طبقات المقرئین الذہبی اختصرہا الشیخ محمد الجزری وقال
قرأت ہذہ الکتاب علی الشیخ عبد القادر الاسطوطی وکان من کبار المشائخ بمصر اکثر من
ثلثۃ آلاف بیت

۱۵۔ **ومنہا** شرح فتوح الغیب[2] مسمیٰ بہ مفتاح الفتوح لفتح ابواب النصوص و
فتوح الغیب از تصانیف عظیمۂ حضرت غوث اعظم ست کہ در تحقیق مقالات دین وکمالات

---

[1] اس کتاب کا پورا نام بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار فی مناقب السادۃ الاخیار من المشائخ الابرار ہے۔ اور اسے
شیخ نورالدین ابی الحسن علی بن یوسف اللخمی الشافعی المعروف بابن جہضم الہمدانی مجاور حرم نے حدود ۶۶۰ھ
میں تصنیف کیا ہے اسمیں چالیس مشائخ ابرار اور صوفیائے کبار کے حالات ہیں۔ ابتدا غوث اعظم شیخ عبد القادر
جیلانی کے تذکرہ سے کی ہے اور اپنے نصف سے زیادہ حصہ میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۶ھ
میں مصر میں چھپی ہے۔ شاہ صاحب نے اس سے صرف حضرت غوث اعظم کے حالات اختصار کے ساتھ نقل کئے ہیں
اور مولوی عبد الاحد نے اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۳۰۴ھ میں بہ مقام دہلی چھپوایا ہے۔

[2] یہ کتاب دہلی لکھنو اور بمبئی میں کئی بار چھپی اور عام طور پر ملتی ہے مولوی سید ابوالحسن نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے
جو لکھنو میں طبع ہوا ہے۔

اہل یقین موافق لسان رسالت وزبان نبوت است چنانکہ شان معارف صدیقان است
فرمودہ اند دہ ہزار بیت

۱۶ ومنہا الانوار الجلیہ فی احوال المشائخ الشاذلیہ ذکر فیہ ثمانیۃ رجال من عظمائہم وعلمائہم باعث بر تصنیف این رسالہ وتحصیل این سعادت وقوع ذکر این اعزہ بود در رسائل این فقیر نقل کلمات وحکایات ایشاں چنانکہ در خطبہ رسالہ گفتہ شدہ است کلمات لطیف وفواید شریف وسخنان غریب از انفاس نفیسہ این قوم وارد کہ بغایت نافع وسودمند است قریب بہ چہار ہزار بیت

۱۷۔ ومنہا زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین در احوال شیخ عارف کامل متبع علی متقی وخلیفہ راستین وی شیخ ولی مقتدا عبد الوہاب متقی قدس اللہ سرہما وبعضی دیگر از مشائخ از دیار عرب وعجم واہل حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفا وتعظیما رسالہ ایست بسے مفید ونافع مر قاصدان صراط مستقیم وسالکان طریق قویم را در این رسالہ تقریب بعضے احوال این غریب وتشرف بخدمت حضرت شیخ نیز مذکور شدہ است مقدار چہار ہزار بیت

۱۸۔ ومنہا اخبار الاخیار فی احوال الابرار[1] در ذکر احوال مشائخ وعلما وصلحاء این دیار نسخہ اصل مقدار پانزدہ ہزار بیت بود ومتوسط دوازدہ ہزار ومنتخب آخیر کہ قرار یافتہ نہ ہزار وکسری ومثبت درین مجموعہ نسخہ متوسط است واین اول تصنیفے است کہ رقم زدہ کلک این مسکین شدہ است اگرچہ بہ حسب لفظ وعبارت نہ دراں مرتبہ است ولیکن بہ سبب اشتمال بر احوال وحکایات وکلمات بزرگان بغایت شیوع واشتہار موسوم گشتہ است۔

۱۹۔ ومنہا تاریخ سلاطین ہند اصل[2] مسودہ مقدار سہ ہزار بیت بود وبعد از ضم احوال سلاطین اکناف واطراف این ولایت کہ در جمع سابق ناقص ماندہ بود بہ چہار

---

[1] اس کتاب کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کے صفحہ ۶ کا حاشیہ نمبر (۲)

[2] اس کتاب کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کے صفحہ ۶ کا حاشیہ نمبر (۱)

ہزار بیت و چیزی از سید و مسمی بذکر ملوک کہ متضمن تاریخ اوست گفت

۲۰- **ومنها** تحقیق الاشارة الی تعمیم البشارة فی اثبات البشارة بالجنة لغیر الاصحاب المشہرین بالعشرة المبشرة وعدم انحصارھم بہا وبیان سبب اشتہار ہم بذلک وعدة مباحث متعلقہ بہذا الباب مع ذکر شئی من قواعد اصول الحدیث فی مقدمة الکتاب وایراد نبذة من فضائل اہل بیت الرسالة سلام اللہ علیہم فی خاتمة الکتاب واللہ الملہم الصواب والیہ المرجع والمآب زہاء ثلثة آلاف بیت

۲۱- **ومنها** جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علو الدین جمعت فیہ مقاصد مختلفة فی ابواب العلم وارجو من اللہ ان یوفقنی بشرحہا انہ خیر موفق ومعین مقدار خمسمائۃ بیت

۲۲- **ومنها** ترجمة الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والسلاطین

۲۳- **ومنها** المطلب الاعلی فی شرح اسماء اللہ الحسنی وصفاتہ العلی ہزار و پانصد

۲۴- **ومنها** ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوة علی سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشتمل بر فوائد ایں عمل عظیم الشان و ذکر صیغ ماثورہ در آں و ذکر صلوات منقول از بعضی مشائخ عظام علیہم التحیہ والاکرام قریب ہزار بیت و پانصد بود و بعد ازاں ضعیفین آں ہدر گشتہ۔

۲۵- **ومنها** الاجوبة الاثنا عشر فی توجیہ الصلوة علی سید البشر رسالة حوت توجیہات التشبیہ الواقع فی الصلوة علی نبی الکریم اللہم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم جمعتہا فی مجلس واحد من وقت السحر الی طلوع ذکاء مع ما وقع فی البین من الصلوة والورد والدعاء مقدار اربعمائۃ بیت وکسر۔

۲۶- **ومنها** تحقیق ما ثبت بالسنة[۱] من الاعمال فی ایام السنة اوردت فیہ الاحادیث

۱؎ یہ کتاب ۱۳۰۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہے - مولوی سبحان بخش نے اس کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے - اس کے ساتھ بین السطور چھپا ہے -

الواردة فیما جاء فیه من الاعمال فی الایام والاشهر ولیالیها مثل الصلوة والصیام
فی یوم عاشورا ولیلة النصف من شعبان وغیر ذلک من الزمان صحاحا وحسانا وضعافا
وموضوعات نحوامن الفی بیت اواکثر قریب من ثلثه

۲۷ ومنها التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی[۱] علی ربع الجزالاول نحوامن
عشرة الاف ونسال الله التوفیق بان یضاف علیه ماشاء الله من غیر تکلف واعتساف

۲۸ ومنها ہدایة الناسک الی طریق المناسک رسالہ ایست مضبوط منقح
کہ زبدہ مناسک حج وآداب زیارت بجہت سالکان این راہ وقاصدان ایں درگاہ ذکر
کردہ شدہ نزدیک بدو ہزار بیت

۲۹ ومنها رسالہ نوریہ سلطانیہ در بیان قواعد سلطنت واحکام وارکان واسباب
وآلات تحصیل آں واوضاع وآداب ایں امر عظیم الشان قرین باسم سامی سلطان الوقت
وملک الزمان خلد الله فی مراضیه ملکه وسلطانه واعلا امره وشانه نزدیک بہ ہزار بیت

۳۰ ومنها آداب الصالحین منتخب از ربع العادات از کتاب احیاء العلوم الدین[۲]
در بیان آداب اکل وشرب ومنام ومعاشرت ومصاحبت باصناف انام از ازواج
واولاد واصحاب وخدام مقدار سہ ہزار وپانصد بیت

۳۱ ومنها مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین در جمع میان شریعت و
حقیقت وذکر بعضے از اوضاع وافعال مشائخ صوفیہ قدس الله اسرارہم ومواخذہ
فقہا برایشان وجواب وتوجیہ ازاں رسالہ ایست مفید ونافع در تحصیل اعتقاد صحیح وحق
صریح خالی از خوش عبارتی وحسن بیان نیست مقدار ہزار وپانصد بیت

---

[۱] تفسیر بیضاوی سے قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی کی تفسیر انوار التنزیل فی اسرار التاویل مراد ہے۔

[۲] احیاء العلوم۔ امام حجۃ الاسلام زین الدین ابی حامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ کی مشہور تصنیف ہے۔

۳۲ ومنها تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان[1] در بیان عقاید اہل سنت وجماعت بایراد عبارت عربی عقاید وشرح آں بہ زبان فارسی باذکر فواید شریفہ ونکات لطیفہ وبط کلام در بعضے مسایل خصوصا مسئلہ خلافت قریب سہ ہزار بیت

۳۳ ومنها تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف زہا ثلثۃ آلاف بیت

۳۴ ومنها توصیل المرید الی المراد ببیان احکام الاحزاب والاوراد در بیان حاوم وقواعد متعلقہ باوراد وادعیہ واحزاب وتوفیق میان مذہب محدثین و مشایخ کہ در تصحیح وتضعیف بعضے اعمال دریں باب اختلاف دارند مشتمل بر سی وصل وایں رسالہ توطیہ وتمہید رسالہ دیگر است کہ دروی اوراد واحزاب کہ بہ اجازت مشایخ پیوستہ وبہ عمل کاتب حروف در آمدہ جمع کردہ شدہ ومجموع رسالتین مسمی است بایں اسم بمقدار سہ ہزار بیت

۳۵ ومنها تسلیۃ المصاب بنیل الاجر والثواب در بیان صبر بر مصائب بلایا وتنبیہ بر وجود نعم خفایا وتحقیق معنی اجابت ومنع در دعا وسلوک طریق رضا وتسلیم در ورود احکام ارادیہ قہریہ وہاب کریم وتادب آلہی بترک طلب وسوال باختلاف اوقات واحوال مقدار ہزار بیت وکسری۔

۳۶ ومنها شرح الصدور بہ تفسیر آیۃ النور ہزار بیت کسری

۳۷ ومنها الدر الفرید فی بیان قواعد التجوید رسالہ مختصرہ مضبوطۃ مع شرحۃ بہذا النمط ممزوجا بالمتن نحوا من الالف وخمسمایۃ بیت

۳۸ ومنها البناء المرفوع فی ترصیص مباحث الموضوع فیہ مباحث شریفہ منقولہ من شرح الشمسیہ وشرح المطالع وحواشیہا مع ایراد بعض نکات الشیخ بالفکر الفاتر فی بیان کوامنہا وغوامضہا نحوا من الف بیت وکسر

---

[1] یہ کتاب دہلی اور لکھنؤ میں کئی بار چھپی ہے۔

۳۹ ومنها الدرة البهية فی اختصار الرسالة الشمسية وقع فی مجلس واحد يسير
شاملة بجمع ما فيها من مسائل المنطق اختصار الطفا عجيبا فی صفحة واحدة وابسطه معدودة

۴۰ ومنها شرح شمسية[1] قد وقع على طريق البسط والتحقيق الى قوله يجب تقديم
مباحث الموصل الى التصور على مباحث الموصل الى التصديق نحوا من الفى بيت وكسرة

۴۱ ومنها حاشية الفوائد الضيائية[2] الاتباع الهوى الصبائية من الاول
الى وجه حصر الكلمة فی الاقسام ومن بحث الفعل الى آخر الكتاب بعون الملك العلام التزمت
فيه الزيب عن المخدوم المكين الامين فی اعتراضات مولانا واستاذنا عصام الدين والتكان
وقع فيها شیئ من التكلف فی الكلام على ما تقيضه شرطية الالتزام نحوا من ثمانية الآلف بيت

۴۲ ومنها الافكار الصافية فی ترجمة كتاب الكافية[3] در صغر سن در ابتدا ے حال
طالب علمی بہ تقریب کسی نسبت معنوی ورابطہ قوی داشت تا آخر منصوبات تسوید نمودہ
شد وتا بحث مرفوعات بہ بیاض رسید وعمر کاتب حروف درآں وقت پانزدہ یا شانزدہ
سال بود مشتمل بر سخنان بسیار مقدار ہشت ہزار بیت وکسری

۴۳ ومنها نظم آداب المطالعة والمناظرة لمن طالع الكتاب ونا ظرہ رسالہ منظو
مثنوی نیست در آداب بحث ومطالعہ خالی از لسطی وسلاستی نیست در ایام تحصیل نوشتہ شد
ہفت صد بیت وکسری۔

۴۴ ومنها نکات العشق والمحبة فی تطیب قلوب الاحبة در نکات وحکایات
محبت وعشق بازی مجازی کہ در زمان کودکی وبازی واقع شدہ بود نزدیک بہ دو ہزار
بیت وپانصد۔

---

[1] شمسیہ علم منطق کا مشہور متداول متن ہے اور اسے نجم الدین عمر بن علی القزوینی شاگرد خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے

[2] فوائد الضیائیہ۔ کافیہ ابن حاجب کی شرح ہے اور مولانا نور الدین عبدالرحمن الجامی المتوفی سنہ نے اسی سنہ میں تصنیف کیا ہے۔

[3] کافیہ نحو کا مشہور متن جو شیخ جمال الدین ابن حاجب المتوفی سنہ کی تصنیف ہے۔

۴۵ **ومنہا** نکات الحق الحقیقۃ[1] من باب معارف الطریقہ مقدار سہ ہزار بیت

۴۶ **ومنہا** صحیفۃ المودۃ مثنوی کہ در مراسلت و مکاتیبت بہ برادر عزیز و یاران و دوستان واحباب واصحاب ارباب تمیز نوشتہ شدہ بود شہر آشوب عالم محبت است خالی از سلاستی و ملاستی نیست وکسی کہ مطلع باشد بر احوال جماعہ مکتوب الیہم داند کہ در ضمن بیان معانی انچہ نکتہا و ظرافتہا رعایت کردہ شدہ است چند صد بیت۔

۴۷۔ **ومنہا** انتخاب المثنوی للمولوی المعنوی دو ہزار و سی صد بیت و پیش از شروع وران بیتی چند نوشتہ شدہ کہ از رشحات خامہ کاتب حروف ست و صفحہ چند از نثر نیز نگاشتہ آمد۔

۴۸۔ **ومنہا** حسن الاشعار فی جمع الاشعار چند غزل و قصائد و قطعہا و رباعیات کہ بہ جہت شرم و حیا ستر و اخفاء آں لازم است نامرتب در بیاضہا افتادہ بود و بہ نسبت بے حیای کہ لازمہ طریقۂ شاعریست نوشتہ شدہ و در دیباچہ رسالہ جزوی از نثر در عذر کم گوئی شعر کہ متضمن بہ معنے قباحت فہمی ست ذکر کردہ شدہ است۔

۴۹ **ومنہا** ارسال المکاتیب والرسائل الی ارباب الکمال والفضائل و عدد رسائل قریب بہ ہفتاد رسیدہ و من اللہ المزید مقدار ہشت ہزار بیت۔

الرسالۃ الاولی۔ سلوک طریق الفلاح عند فقد التربیۃ بالاصطلاح

الرسالۃ الثانیہ۔ ذکر اصول طریقۃ الکشف الحقیقہ

الرسالۃ الثالثۃ۔ تعیین الطریق لاہل الارادہ بالتزام وظائف الخیر والعبادہ

---

[1] نکات الحق یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں لکھنؤ میں چھپی ہے۔ مولوی سید ظہور الحسین نے اردو میں ترجمہ کیا ہے جو لطائف الحق کے نام سے ۱۳۱۴ھ میں دہلی میں طبع ہوا ہے۔

[2] یہ مجموعہ مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا ہے۔

الرسالۃ الرابعہ - تنبیہ اہل العلوم والنہی تبفاوت حال الابتداء والانتہا

الرسالۃ الخامسہ تحصیل الکمال الابدی باختیار الفقر المجدی

الرسالۃ السادسۃ - قرع الاسماع باختلاف اقوال المشائخ واحوالہم فی السماع

الرسالۃ السابعۃ - ورود الامداد بالاستقامۃ علی الاوراد

الرسالۃ الثامنۃ - رعایۃ الانصاف والاعتدال فی اعتقاد الصوفیہ من باب الاحوال

الرسالۃ التاسعۃ - ایراد العبارات الفصیحۃ فی شرح قول النبی علیہ السلام الدین النصیحۃ

الرسالۃ العاشرۃ - اقامۃ المراسم فی احوال المواسم

الرسالۃ الحادیۃ عشر تطریب الالحان بمناصحۃ الخلان

الرسالۃ الثانیہ عشر اختیار الانفراد والتخلی لانتظار الکشف والتجلی

الرسالۃ الثالثۃ عشر تحصیل المطلوب بانتظار حضور المحبوب

الرسالۃ الرابعۃ عشر تذکیر اولی الاحلام بان لذات الدنیا کلہا آلام

الرسالۃ الخامسۃ عشر رفع صوت النحیب بالمام ضعف المشیب

الرسالۃ السادسہ عشر تقسیم الانام علی اربع اقسام

الرسالۃ السابعۃ عشر تنبیہ الغافلین لفناء الدنیا وار بابہا واغترار الجاہلین بزخارفہا وانیابہا

الرسالۃ الثامنۃ عشر سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل

الرسالۃ التاسعۃ عشر صدق التعطش والاوام فی طلب المقصد والمرام

الرسالۃ العشرون تثبیت القدم فی الاصطبار بترک صحبۃ الاضداد والاغیار

الرسالۃ الحادیہ والعشرون تجدید الذکر فی بیان حقیقت الشکر

الرسالۃ الثانیۃ والعشرون اتحاف الاحبہ بہ بیان حدیث المحبۃ

الرسالۃ الثالثۃ والعشرون حفظ الوقت بترک الاختلاط مع الاضداد والاخلاط

الرسالۃ الرابعۃ والعشرون التزام التمسک والالتجا بالوقوف بین الخوف والرجا

الرسالۃ الخامسۃ والعشرون کشف استار الظلم من وجہ لسان الحال والقلم
الرسالۃ السادسۃ والعشرون سلوک الطریق الفجاج بالاجتناب عن الانحراف والاعوجاج
الرسالۃ السابعۃ والعشرون کشف الاستار عن تحقیق معنی الکسب والاختیار
الرسالۃ الثامنۃ والعشرون ترک الاختیار والتدبیر بالاکتفاء بتدبیر العلیم الخبیر
الرسالۃ التاسعۃ والعشرون تحقیق الباس عن قول ایمان الباس
الرسالۃ الثلثون وجود الصافی احدیہ الذات بالغیبۃ من جمیع النسب والجہات
الرسالۃ الحادیہ والثلثون ہدایۃ طریق التربیۃ والتعلیم بہ بیان حقیقۃ الرضا والتسلیم
الرسالۃ الثانیہ والثلثون التعظیم الامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ
الرسالۃ الثالث والثلثون مشاہدۃ الابرار بین التجلی والاستتار
الرسالۃ الرابعۃ والثلثون ہدایۃ الانام الی التمسک بالشرائع والاحکام
الرسالۃ الخامسۃ والثلثون تنبیہ اولی الارباب علی ملازمۃ الادعیہ والاحزاب
الرسالۃ السادسۃ والثلثون استیناس انوار القبس فی شرح دعاء النس۔
الرسالۃ السابعۃ والثلثون تجلیہ القلوب مقدس الملکوت بشرح دعاء القنوت
الرسالۃ الثامنۃ والثلثون تحصیل البرکات والطیبات بہ بیان معنی التحیات
الرسالۃ التاسعۃ والثلثون تثبیت الفواد بتصور عظمۃ رب العباد
الرسالۃ الاربعون کسل فی المواظبۃ والمداومۃ علی العمل
الرسالۃ الحادیہ الاربعون ۔تنویر القمر لیلۃ البدر فی تصویر معنی شرح الصدر
الرسالۃ الثانیہ الاربعون تدقیق البیان فی ایجاب الشکر المزید واستلزامہ حصول المحبۃ والتوحید
الرسالۃ الثالثۃ الاربعون تحقیق الدعا والاستمداد بہ لسان القال والحال والاتحاد
الرسالۃ الرابعۃ والاربعون ۔ فی لسان القلم بہ بیان معنی قولہم لا راحۃ

الاقی القدم العدم

الرسالۃ الخامسۃ والاربعون اظہار الحسرۃ والاستبعاد بہ تقصیر النفس فی اصلاح المبداء والمعاد

الرسالۃ السادسۃ والاربعون حرقۃ الجنان بہ تمنی الکشف والعیان

الرسالۃ السابعۃ والاربعون طیب المذاق بہ بیان الذوق فی مقام الاطلاق

الرسالۃ الثامنۃ والاربعون حراست الایمان من مکاید الشیطان

الرسالۃ التاسعۃ والاربعون توصیۃ الاصحاب بالصبر فی جمیع الابواب

الرسالۃ الخمسون تنبیہ اہل الفکر علی رعایۃ آداب الذکر

الرسالۃ الحادیۃ والخمسون تذکرۃ اہل الذکر بہ بیان فضیلۃ الذکر علی الفکر

الرسالۃ الثانیۃ والخمسون الاعتصام بہ حبل الصبر والثبات عند اجتماع اسباب اللذات والشہوات

الرسالۃ الثالثۃ والخمسون تسویۃ الادانی والاعالی بالخوف والسکوت فی حضرت اللاابالی

الرسالۃ الرابعۃ والخمسون تبصیر الاغنیا الفقر مرآۃ جمال الاغنیا

الرسالۃ الخامسۃ والخمسون اسقاط اعتبار الاجساد والاشباح عند ملاقاۃ القلوب والارواح

الرسالۃ السادسۃ والخمسون تحصیل الغنائم البرکات بہ تفسیر سورۃ والعادیات

الرسالۃ السابعۃ والخمسون ترجمۃ مکتوب النبی الاجل فی تعزیتہ ولد معاذ بن جبل

الرسالۃ الثامنۃ والخمسون ایراد العبارات بہ لسان اہل الاشارات

الرسالۃ التاسعۃ والخمسون طلاقۃ اللسان لبشکایت حال الفراق والہجران

الرسالۃ الستون اظہار القلق والاضطراب فی حصول المطلوب بلا ارتیاب۔

الرسالۃ الحادیۃ الستون توصیۃ الاخوان بالصبر علی جفا اہل الزمان۔

الرسالۃ الثانیۃ الستون طلب العفو فی ذکر باعث سفر لاہور

الرسالۃ الثالثۃ الستون سلوک الطریقۃ علی نہج المجاز قنطرۃ الحقیقۃ

الرسالۃ الرابعۃ الستون تسلیۃ السایل بہ بیان المسایل

الرسالۃ الخامسۃ الستون وجدان البرد باستشمام الورد

الرسالۃ السادسۃ الستون جمع کلمات العارفین من اہل الصدق والیقین

الرسالۃ السابعۃ الستون الرد علی الدعاۃ والباطلۃ التی صدرت لبعض النفوس الساطلہ

عدد این کتب ورسائل کہ بر صفحۂ بیان نگاشتہ آمد از سی متجاوز ست وشمار این رسایل از شصت بالا گر اینہارا جدا جدا بشمارند ورسم دکان داری درمیان آرند دالے کہ عدد آں بہ چند رسد وہنوز سلسلۂ سخن دراز است ودرفیض الٰہی بازی کجا رسد وبکجا رساند اگرچہ دریں ایام قوت طبیعت بشری در ذبول ست وعلوم ووفور وے بذہول دارد وشوق پرواز بعالم دیگر غالب واجابت داعی حق را منتظر ست واللہ اعلم تا آخر کار چیست واگر عدد ابیات بر روش کاتبان بشمارند میتوان گفت کہ از چہار صد ہزار بیت بیشتر ست واز پانصد ہزار کمتر واگر حساب را تمام از پردۂ اجمال وابہام بر آرند چہار صد وشصت ہزار بشمارند وچوں اطوار سخن متنوع وانواع علوم متعدد بود مجموعہ بہ سہ قسم انقسام یافت وہر قسمی در حکم دفتری وجلدی اقسام وارتسام پذیرفت واگر ایں ہمہ را یک صحیفہ سازند ودر یک جلد شیرازہ بہ بندند بشک در نظر عرف وعادت از دائرہ مناسبت وملائمت بدر افتد وبرداشتن بار آں بر دست طبیعت گراں آید وچوں اطوار سخن متنوع وانواع علم متعدد بود ترتیبی وتمیزی می بایست اعتبار کرد ازیں جہت تالیف وترتیب در سہ دفتر نہادہ شد کتب ورسایل عربی در ہر فن وہر باب کہ باشد جدا جمع کردہ شد وانچہ بزبان فارسی بود دو قسم شد وتحقیق ایں تقسیم وتفصیل ایں اجمال در خطبۂ دفتر عربی مبین شدہ است ومجموعہ اسامی کتب ورسایل از خرد وبزرگ کہ در آں دفتر مکتوب ست چہل وہشت چنانکہ در دوائر کہ بر پشت دفتر کشیدہ شدہ ارتسام یافتہ است وعدد انچہ دریں قسم ثانی مکتوب است سیزدہ وانچہ در دفتر ثالث ارتسام یافتہ چہار ع مجموع شصت وپنج عدد رسائل کہ اجزاء کتاب وارسال المکاتیب والرسایل ارباب

الکمال والفضائل شصت وہفت واگر آنہا را جدا جدا شمارند صد وسی ودو گردد وعدد ابیات معلوم شد کہ قریب بہ پانصد ہزار واصل ست اگر چیزی ازاں بہ مرتبۂ قبول یافت الحمد للہ واگرنہ ہمہ ہیچ مقصود رضائے حق وعطائے اوست۔ انی لا اضیع عمل عامل منکم بشارتی می بخشد والا للہ الدین الخالص کمر می شکند والایمان بین الخوف والرجا وما عندکم ینفذ وما عند اللہ باق والعاقبۃ بالخیر انشاء اللہ الخلاق۔

تمام شد

خطوط

○ ڈاکٹر حکیم محمود احمد برکاتی۔ کراچی

برادر محترم سلام ورحمت

کتاب اور گرامی نامہ مل گیا تھا۔ دہلی یونیورسٹی کے مجلّے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اخبارالاخیار پر ایک مضمون آیا ہے، ۰۰۰ مگر ایک نئے پہلو، ایک نئے موضوع پر کام کیا ہے۔ مجھ میں سکت ہوتی تو ضرور ترجمہ کر دیتا، آپ وہاں ترجمہ کرالیں۔

اللہ کرے آپ بعافیت ہوں۔ یکم رمضان ۱۴۲۴ھ

○ علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری مدظلہ، (لاہور)

محترم ومکرم جناب شاہ انجم بخاری صاحب زیدت مکارمہ،

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

روضات کے چار نسخے موصول ہوئے، آپ کا گرامی نامہ بھی موصول ہوا، عنایت وکرم کا شکر گزار ہوں، ایک فاضل دوست کو روضات پر تبصرے کے لیے کہا ہے اُمید ہے کہ تبصرہ کردیں گے۔

فقیر ناسازیٔ طبع کی بنا پر ماہ شوال میں جامعہ نظامیہ رضویہ سے سبکدوش ہو کر لالہ زار فیزٹو، رائیونڈ روڈ پر واقع مکان میں گوشہ نشین ہے۔۰۰۰ دعا فرمائیں مولائے کریم اپنا فضل و کرم شامل حال فرمائے۔

علامہ سیّد محمود احمد رضوی بخاری شریف کے پندرہ پاروں کی شرح کر گئے ہیں۔ راقم نے فیوض الباری کے سولہویں پارے سے کام شروع کیا ہے، نیز قرآن کا ترجمہ بھی لکھ رہا ہوں۔ دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے۔

مولائے کریم آپ کو صحت و کرامت کے ساتھ سلامت رکھے اور اپنے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲۰۰۳/۶/۳ء والسلام

٥ علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف قادری۔ لاہور

محترم و مکرم جناب شاہ انجم بخاری صاحب زید لطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، مزاج شریف

آپ کا ارسال کردہ مکتوب گرامی موصول ہوا، کرم فرمائی اور دعاؤں کا شکریہ! الحمد للہ! فقیر کی طبیعت پہلے کی نسبت کافی بہتر ہے، آپ جیسے مخلصین کی دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان شاء اللہ العزیز ضائع نہیں جائیں گی۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ''المصداق''، حیدر آباد کا نیا شمارہ زیر ترتیب ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے شماروں سے بہتر لانے کی توفیق عطا فرمائے، تمام احباب اہلِ سنت و جماعت کو سلام مسنون۔

۱۳؍مارچ ۲۰۰۵ء/۲؍صفر ۱۴۲۶ھ والسلام

٥ **الدکتور احمد خان اسلام آباد (عضو مجمع اللغة العربیه بدمشق و المجمع العلمی الهندی بعلیکره)**

جناب شاہ انجم بخاری صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میں بے حد شرم محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کے خط کا جواب جلدی ارسال نہ کر سکا۔ کچھ مصروفیات ہی ایسی رہیں کہ خطوط کے جوابات نہ دیئے جا سکے۔ جناب ڈاکٹر سلیم اختر صاحب نے اس خط کی طرف ایک دو مرتبہ توجہ دلائی، ارادہ بھی کیا مگر دیگر اشغال مانع ہو جاتے رہے۔

لمعات التنقیح، مشکوٰۃ کی ایک اچھی شرح ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حنفی نکتۂ نظر سے اچھے انداز میں شرح کی ہے۔ اس کے تین خطی نسخوں کا مجھے علم ہوا ہے جو اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ نمبر ٢٩٣، ٢٩٤ پر دو جلدوں میں اس شرح کا مکمل نسخہ ہے، جب کہ نمبر ٢٩٥ پر نسخہ باب الاجارہ سے آخر کتاب تک ہے۔ ٢٩٦ نمبر پر موجود نسخہ کتاب البیوع سے آخر کتاب تک ہے یہ تینوں نسخے اچھے خط مگر باریک قلم سے لکھے گئے ہیں۔

آئندہ اس شرح کے کسی نسخے کا علم ہوا تو ضرور آپ تک اطلاع پہنچاؤں گا۔

٣ر مئی ٢٠٠٥ء

والسلام

احمد خان

☆☆☆

○ ڈاکٹر محمد سلیم اختر ۔ اسلام آباد

محترم جناب شاہ انجم بخاری صاحب، سلام مسنون

کل کی ڈاک سے ایک رجسٹرڈ پیکٹ اور ایک مکتوب الگ سے آپ کو ارسال کر چکا ہوں۔ ابھی ابھی آپ کے مرسلہ المصداق کے چار گزشتہ شمارے بھی واصل ... اشتیاق ہوئے۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ بہت سی نئی اور دل چسپ معلومات سے استفادے کا موقع ملا۔ اس عنایت کا باصد شکریہ...

مرآۃ الحقائق کا ایک مکمل نسخہ میں نے ایک طویل عرصے قبل حاصل کیا تھا۔ تلاش کروں گا، اگر دست یاب ہو گیا تو آپ کے مطلوبہ صفحات کا عکس ارسال کروں گا۔ چند ایک دن کی مہلت درکار ہے۔ ان شاء اللہ آپ کے اس حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

"جذب القلوب" (فارسی) کا کوئی تازہ ایڈیشن میری نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ "اخبار الاخیار" پر دہلی یونی ورسٹی کے ایک لیکچرر/اسسٹنٹ پروفیسر صاحب علیم اشرف خان نے پی ایچ ڈی کا کام کیا تھا۔ وہ آج سے چند سال قبل تہران میں واقع انجمن آثار ... کی طرف سے زیر طباعت واشاعت تھا۔ اب تک وہ ایڈیشن تہران میں منظرِ عام پر آچکا ہونا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نے ابھی تک اُسے نہیں دیکھا۔

... ڈاکٹر علیم اشرف خان صاحب کے حضرت محدّث پر "اخبار الاخیار" کے حوالے سے فارسی مقالے کی فوٹو کاپی آپ کے استفادے کے لیے مرسل ہے۔

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

۲/۳/۲۰۰۵ء والسلام

○ پروفیسر ڈاکٹر عارف نوشاہی ۔ اسلام آباد

جناب شاہ انجم بخاری صاحب، سلام مسنون

المصداق کے لیے حالیہ ایام میں اپنی تیسری تحریر روانہ کر رہا ہوں۔ دیکھیے جب کچھ نہیں لکھ

سکتے تو سالوں خاموشی رہتی ہے، اب چیزیں سامنے آ رہی ہیں تو قلم بھی رواں ہوا ہے۔

اِس نئی تحریر میں آپ کو اپنے اُس سوال کا جواب بھی ملے گا کہ المکاتیب والرسائل کے نسخے کہاں ہیں؟

اُمید ہے المصداق کے قارئین کے لیے یہ تمام تحریریں مفید ثابت ہوں گی اور ان کی کمپوزنگ آپ کی خاص نگرانی میں غلطیوں سے پاک ہوگی۔

مخلص

۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

٥ پروفیسر محمد اقبال مجدّدی۔ لاہور

بجناب محترم شاہ انجم بخاری سلمہٗ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف! آنجناب کا عنایت نامہ اور مرسلہ رسالہ المصداق کا آٹھواں شمارہ مع رسائل روضات اور معید الایمان موصول ہوئے، اس مہربانی کے لیے دلی شکریہ قبول فرمائیے۔ (بوساطت اقبال احمد فاروقی صاحب)

اس سے قبل عرصہ ہوا مجھے حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کی وساطت سے المصداق کا دوسرا شمارہ آپ کی طرف سے ملا تھا جس کی رسید مجھے یاد ہے کہ فوری بھیج دی تھی۔ ممکن ہے ڈاک میں ضائع ہوگئی ہو، بہر حال میں، ناچیز کو یاد فرمانے کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

آپ نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی تعلیمات اور احوال کی یاد تازہ کرنے کے لئے جو اکیڈمی بنائی ہے وہ بہت ہی احسن قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ترقی دے آمین۔ اصل کام حضرت شیخ کے مشن اور تحریکِ احیاءِ دین کے سلسلہ میں ان کی خدمات کو اُجاگر کرنا ہے۔ اُمید ہے وہ کام بھی آپ بطریقِ احسن انجام دیں گے۔

میرے پاس حضرت شیخ محدث علیہ الرحمت کی بعض نایاب تصانیف (بصورتِ مخطوطات) کے اقتباسات ونوٹس ہیں لیکن عدم فرصت کے باعث آپ کو فوری طور پر اس کی بنیاد پر کوئی مقالہ

مرتب کر کے پیش نہیں کر سکتا اوقات میں وسعت کے لیے دعا کی استدعا ہے۔

آپ نے احقر کی ناچیز کوشش مقامات مظہری کو اہمیت دی اللہ پاک آپ کو اس کا اجر دے آمین ورنہ کہاں یہ فقیر بے مایہ اور کہاں آپ حضرات کے بلند پایہ افکار۔

کتاب روضات تو واقعی حضرت شیخ محدث قدس سرہٗ سے منسوب معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم کا مملوک خطی نسخہ اب نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی کی ملکیت ہے (فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزہ ملی مرتبہ ڈاکٹر نوشاہی، ص ۲۳۱)

دوسرا رسالہ معید الایمان بھی خوب رسالہ ہے اس قسم کے لٹریچر کی اشد ضرورت ہے آپ جو بھی لٹریچر شائع کریں وہ خوب سوچ سمجھ کر کیوں کہ آئندہ اسی پر تحقیقات کی بنیاد ہوگی، حضرت شیخ محدّث کے وصال کو آج عرصہ دراز کے بعد اسی لیے یاد کیا جا رہا ہے کہ اس میں ایک فکری جامعیت اور یکسوئی ہے انتشار کا نام نہیں۔

اگر ممکن ہو اور اس میں کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو تو احقر کے لیے المصداق کے باقی شمارے (یعنی شمارہ ۲، ۸ کے علاوہ یہ دونوں پرچے آپ مرحمت فرما چکے ہیں)۔ ارسال فرمادیں۔ نوازش ہوگی۔

مخلص

۱۳ر نومبر ۲۰۰۳ء

٥ پروفیسر محمد اقبال مجدّدی۔ لاہور

بحضرت بخاری صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کا مرسلہ پارسل کئی روز پہلے ملا اس میں گرامی نامہ بھی پیوست تھا۔ جواب میں بعض ناگزیر وجوہ سے تاخیر ہوئی، معافی کا خواستگار ہوں۔

اب رسالہ المصداق کا میرا سیٹ مکمل ہو گیا ہے، کیا عمدہ مقالات سے سجایا گیا ہے۔ اس دور میں جب کہ علوم شرقیہ کے رسائل تقریباً بند ہو چکے ہیں اور جو چل رہے ہیں ان میں محض بھرتی کے مضامین ہوتے ہیں، ایسے میں آپ کے مرتبہ رسائل خوب ہیں، اپنے اس معیار کو یقیناً آپ بہتر

سے بہترین بنانے کی سعی فرمارہے ہوں گے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔آمین

میں اس رسالہ کے لیے کچھ نہ کچھ ارسال کروں گا۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۶ر دسمبر ۲۰۰۳ء۔ دعاجو

۵ ڈاکٹر علیم اشرف خاں۔دہلی

محترم المقام جناب شاہ انجم بخاری صاحب، السّلام علیکم

آپ کا ۲۳ جنوری ۲۰۰۴ء کا تحریر کردہ خط موصول ہوا۔نہایت مسرت و انبساط کا احساس ہوا کہ آپ شیخ عبدالحق دہلوی جیسے باکمال بزرگ کے نام نامی سے ایک مجلس کے بانی ہیں۔مزید خوشی یہ بھی ہوئی کہ آپ مجھ سے غائبانہ طور پر متعارف ہیں۔ناچیز کسی لائق نہیں ہے یہ سب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ذاتِ بابرکت کا صدقہ اور طفیل ہے۔میں عرض کردوں کہ میں نے شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ ''اخبار الاخیار فی اسرار الابرار کے فارسی متن کی تصحیح تحشیہ اور اضافات'' کے بعد مکمل کی تھی جواب ایران سے عنقریب شائع ہونے کے مرحلے میں ہے۔

راقم نے ۲۰۰۱ء میں اُردو میں ایک کتاب ''شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حیات و علمی خدمات'' [کے] عنوان سے تحریر کی تھی جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔اس کتاب کو دہلی اُردو اکیڈمی نے تحقیقی کتابوں کے زمرے میں انعام سے بھی نوازا ہے۔آپ اسے جس طرح چاہیں شائع کرسکتے ہیں۔البتہ میں نے اخبار الاخیار کے حوالے سے چند ایک تحقیقی مقالے بھی تحریر کیے ہیں۔ان شاء اللہ کسی ذریعے سے وہ بھی آپ تک پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

کتاب المکاتیب والرسائل کے ضمن میں عرض کردوں کہ میں نے بڑی محنت و جانفشانی سے ایک رسالے (خط کا) اُردو میں ترجمہ کیا تھا جو ضیاء الحق سوز حقی صاحب نے اپنے مجلّے میں شائع کیا تھا۔یہ کام وقت گیر بھی ہے اور محنت طلب بھی۔اِدھر ملازمت کی کچھ مصروفیات کے باعث شیخ صاحب کی اس تصنیف کے سلسلے میں کسی اور رسالے کا ترجمہ نہ کرسکا ہوں جس کا مجھے ازحد افسوس ہے۔

ضروری عرض تحریر یہ ہے کہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ''تاریخ حقی'' کو بھی ایڈٹ کرنا چاہتا ہوں اگر آپ کے مطالعے میں اس کا کوئی اہم نسخہ پاکستان میں دست یاب ہو تو عنایت کر کے کسی بھی ذریعے سے بھجوانے کی زحمت گوارا کریں۔۰۰۰

آپ نے خط لکھنے کی زحمت گوارا کی اب ان شاءاللہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔۰۰۰ الصداق کے لیے بھی مضمون ارسال کروں گا۔ خدا آپ کو اِن مساعی جمیلہ میں کامیاب و کامران کرے اور آپ کی خدمت کو قبول کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

ارادتمند

۵رفروری ۲۰۰۴ء

٥ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی۔ جہلم

محترم زید عنایۃ،

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

کتاب مبارک لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح کا ایک حصہ باب زیارۃ القبور تک چار جلدوں میں لاہور سے طبع ہوا تھا۔ چھاپنے والے ادارہ کا نام مکتبۃ المعارف العلمیہ تھا جو شیش محل روڈ پر واقع تھا۔ اس کی پہلی جلد ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں اور چوتھی جلد ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں چھپی اس کی تحقیق محمد عبید اللہ مفتی نے کی اور اسی نے اس پر حواشی بھی لکھے۔ یہ شاید جامعہ اشرفیہ کے متعلقین سے ہیں۔ اور اب بازار میں دست یاب نہیں ہے۔ اس کے بعد کے حصّے نظر سے نہیں گذرے بلکہ کسی وجہ سے طباعت کا یہ سلسلہ برقرار نہ رہ سکا۔

فقیر کے ایک مہربان اس پر کام کرنا چاہتے ہیں۔ خود فقیر علالت اور دیگر مصروفیات کے باعث شاید شامل نہ ہو سکے لیکن لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

تیسیر الباری شرح صحیح البخاری اگر کہیں سے دست یاب ہو سکتی ہو تو اس کا ایک نسخہ یہاں کے لیے رکھ لیں۔ آپ کو اس کی قیمت پیش کر دی جائے گی۔ اس کے حصول کی کوششیں کیں لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔

فقیر غفرلہ آپ کے اس خیال سے مکمل اتفاق کرتا ہے کہ حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کی اصل کتابیں طبع ہونا ضروری ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارکہ برکتہ المصطفیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ارادوں کو پورا فرمائے اور اسباب فراہم فرمائے۔

والسلام

۲۸ مارچ ۲۰۰۵ء

○ خواجہ رضی حیدر (کراچی)

برادرم شاہ انجم بخاری صاحب

السلام علیکم

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ کرم فرمانے کا شکریہ۔

المصداق کے تمام شمارے ہی میں نے اگر بالاستیعاب پڑھے نہیں تو دیکھے ضرور ہیں۔ بعض مضامین کا مطالعہ بھی کیا ہے لیکن سرِ دست عنوانات ذہن میں نہیں۔ آپ جس سنجیدگی اور خاموشی سے اپنے حصّے کا جو کام کر رہے ہیں اُس کا اجر دونوں جہاں میں ہے۔ میں فرصت میں مصروفیت کا ڈھونگ رچائے زندگی گزار رہا ہوں۔ کاہلی اور تساہل اپنی جگہ۔ ویسے برادرم میرا یہ خیال ہے کہ یہ جو ہماری علم کے حوالے سے کاوشیں ہیں یہ دراصل اخفائے جہل کی ایک صورت ہے اس لیے اس کا جاری رہنا بھی ضروری ہے۔ سو گاہے بگاہے میں اخفائے جہل کے لیے سعی و کاوش کرتا رہتا ہوں۔ جو اظہارِ علم کی مسند پر فائز ہیں اُن پر رشک آتا ہے۔

میں نے ماہِ ربیع الاوّل کی نسبت سے چند دن قبل ایک نعتیہ نظم لکھی تھی۔ وہ آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ میں نعتِ پاک میں عقیدت کے ساتھ عقیدے کے اظہار کو بھی فی زمانہ ضروری تصوّر کرتا ہوں۔ میرے نزدیک صرف جذباتِ عقیدت کے اظہار سے دعوت و تبلیغ کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اس لیے بین السطور مفاہیم میں عقائد کا اظہار ضرور ہونا چاہیے۔ یہ میری رائے ہے اسے کلیّہ نہ تصوّر کیا جائے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں ایک لفظ کا اظہار بھی باعثِ برکت و سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مقاصد کو مزید بلندی اور حوصلے میں استقامت پیدا فرمائے اور صحت کے ساتھ عمر و علم میں وسعت و برکت دے۔ آمین

برادرم اسلم غزالی، خالد لودھی سے آپ کا سلام عرض کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابھی نہ خط آیا ہے اور نہ کسی نے رابطہ کیا ہے۔ اگر رابطہ ہوا تو آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

۲۸ر اپریل ۲۰۰۵ء والسّلام

٥ بلال حسین نوشاہی۔ گوجرانوالہ

محترم جناب شاہ انجم بخاری صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ، مزاج شریف!

سب سے پہلے تو آپ کو عید الاضحیٰ کی ڈھیروں خوشیاں اور مسرّتیں مبارک ہوں۔ بعد ازیں آپ کو بتادوں کہ راقم ٦ر مئی ۲۰۰۳ء سے مسعود جھنڈیر ریسرچ لائبریری چھوڑ چکا ہے۔ چھوڑنے کی وجہ راقم کو سرکاری ملازمت کامل جانا ہے۔ مگر کتب کا شوق تو بدستور قائم ہے۔ جب کہ مسعود جھنڈیر لائبریری کے سرپرست اب بھی راقم کو بعض معاملات میں ذمہ داری سونپتے ہیں۔ یوں کہہ لیجیے کہ اعزازی لائبریرین ہوں۔

مگر ساتھ ہی راقم کے اپنے شہر میں ذاتی لائبریری قائم ہے۔ چونکہ والد محترم سلسلہ نوشاہیہ میں خلافت رکھتے ہیں اور ان کا سلسلہ آگے چلا ہے۔ اس لیے خانقاہی نظام کے تحت لائبریری قائم کی ہے۔ جس میں سردست کم وبیش تین ہزار کتب اور ایک ہزار رسائل و جرائد ہیں۔ علاقہ کے ۳۵ر ہزار نفوس کے لیے یہ واحد کتابخانہ ہے۔ جس میں آمدورسائل کی تعداد ۲۰ کے قریب ہے۔ اور بلا معاوضہ استفادے کی اجازت ہے۔ اس کتابخانہ کے حوالہ سے پہلے میاں مسعود احمد نوشاہی صاحب نے آپ کو تحریر کیا تھا۔ اب ساری ذمہ داری مجھ پر آگئی ہے۔ اس سلسلہ میں محترم ڈاکٹر خضر نوشاہی صاحب بھی اپنی صائب رائے سے سرفراز فرماتے ہیں آج کل گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں بطور محقق کام کر رہے ہیں۔ آپ کو زحمت اس لیے دے رہا ہوں کہ ''الصداق'' کس پوزیشن میں ہے۔ اگر جاری ہے تو راقم کے نام جاری فرمادیں۔ ممنونِ احسان ہوں گا۔ آپ کی طرف سے

جواب کا انتظار رہے گا۔ نیز حال احوال سے آگاہ فرمائیں۔ محترم خضر نوشاہی صاحب سے جب بھی نشست ہوتی ہے آپ کا ذکر خیر بھی ہوتا ہے۔ اللہ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

والسلام۔ مخلص

۱۰/ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ

۵ محمد یونس بن صوفی محمد شریف نوشاہی۔ حافظ آباد

محترم برادر مکرم جناب انجم بخاری صاحب زید مجدکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ آنجناب کی جانب سے ارسال فرمودہ سالانہ المصداق ۲۰۰۳ء۔۲۰۰۴ء کا کتابی سلسلہ نمبر ۸ باصرہ نواز ہوا۔ حسبِ سابق ورنی ووقیع ہے سب ہی ابواب فاضلانہ مقالات پر مشتمل ہیں یاد آوری اور کرم فرمائی کا شکریہ۔

اس شمارے میں مرآۃ الحقائق اور اس کے مؤلف کا تعارف و تلخیص بہت پسند آیا۔ اس کے ساتھ ہی محقق دوران خاتم المحدثین عمدۃ المحدثین امام اجل شیخ الشیوخ قبلہ عالم حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ العزیز کی اس اوّلین سوانح عمری کی جدید اشاعت کا مژدہ جانفزاء سنایا ہے خدا کرے جلد شائع ہو جائے۔ رسالہ نوریہ سلطانیہ سے چند حکایات کا اقتباس بہت دلچسپ اور کارآمد ہے۔ حضرت الحاج مولانا مفتی محمد میاں دہلوی کا مقالہ ''حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحثیت ترجمان عقائد محققین اہلِ سنت والجماعت'' کے مطالعے سے ثابت ہوا کہ آج کل جو اہلِ سنت کو بدعتی کہا جاتا ہے بالکل غلط ہے کیوں کہ یہی عقائد و نظریات مدتوں سے جاری ہیں جب کہ ابھی امام اہلسنت مجدّد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان محدّث بریلوی علیہ الرحمۃ الرحمٰن پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ المصداق کے تمام مقالات اپنی مثال آپ ہیں دعا ہے کہ تمام مقالہ نگاروں کو مولیٰ تعالیٰ مزید علمی تحقیقی مقالات تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آنجناب جس دل جمعی کے ساتھ المصداق کے تحقیقی معیار کو بلند سے بلند کرنے کی تگ و دو میں

مصروف ہیں قابلِ صد تحسین ہے المصداق محققین کے لیے ماخذ ثابت ہوگا۔

دعا ہے مولیٰ کریم آنجناب کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔اب المصداق کے نئے شمارے کی جلوہ گری تک خدا حافظ۔

۱۱ر نومبر ۲۰۰۳ء طالب دعا۔احقر

٥ محمد سہیل احمد سیالوی۔ دینہ ضلع جہلم

محبّ مکرم حضرت انجم بخاری صاحب زید مجدہٗ

مزاجِ گرامی!

یہ گنہ گار عرصہ دراز سے شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان پر کیے جانے والے کام کا متلاشی تھا۔ چند دن پہلے مکتبہ نبویہ پر المصداق کے دو سالنامے ۲۰۰۱۔۲۰۰۲ اور ۲۰۰۳۔۲۰۰۴ء دیکھنے میں آئے۔ فوراً خریدے راستے میں پڑھے۔ خداوند قدوس آپ کے دل کو ٹھنڈا کرے آپ نے حضرت شیخ کی روح کو فرحان کر دیا ہے۔ بہت بہت مبارک باد قبول فرمایئے۔

مجلس کا تعارف نامہ اور مطبوعات کی فہرست اور رکن بننے کا طریقہ کار ضرور تعلیم فرمائیں۔

راقم کے زیر نگرانی کام کرنے والی تنظیم بزم شیخ الاسلام کا دوماہی مجلّہ ضیائے اسلام پیشِ خدمت ہے۔اپنی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔

۸ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ والسلام۔خیر خواہ

٥ محمد فرحان قادری۔کراچی

محترم شاہ انجم بخاری صاحب السّلام علیکم

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کا خوب صورت خط مع ڈاک ٹکٹ مبلغ ۶۰ر روپے موصول ہو چکا ہے۔ یقین جانیے پڑھ کر دل باغ باغ ہوا۔ فقیر آپ کا بے حد مشکور ہے کہ آپ نے اس کام کو پسند فرمایا۔

آپ نے ''کچھ مؤلف کے بارے میں'' کے متعلق جو اصلاح فرمائی ہے اس سے مزید خوشی ہوئی اور ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کردی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ان مخلصانہ الفاظ پر جزائے جزیل عطا فرمائے۔

کل رات حافظ عبدالکریم صاحب سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا مگر بتا رہے تھے کہ اب تک کتب موصول نہیں ہوئیں۔ لیکن جب آ جائیں گی تو ضرور مجھے پہنچا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ''المصداق'' کی اشاعت کے لیے اپنی جناب سے وسائل عطا فرمائے۔

اگر ہو سکے تو شیخ صاحب سے متعلق مزید معلومات بھی فراہم فرمایئے تا کہ ''کشف الالتباس'' کی آئندہ اشاعت میں اسے شامل کیا جا سکے۔ نیز ان شاء اللہ الرحمٰن مستقبل میں ہم شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح ''لمعات التنقیح'' کی اشاعت کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر اب تک جو نسخہ نظر سے گزرا وہ کتاب الجنائز تک ہی ہے ہاں البتہ یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ شیخ صاحب نے عربی میں مکمل شرح فرمائی ہے۔ اگر آپ کی معلومات میں کہیں لمعات کا مکمل نسخہ ہو تو ضرور مطلع فرمائیں تا کہ امام اہلسنت کی شرحِ مشکوٰۃ کی اشاعت بھی اہلسنت کی جانب سے کی جا سکے۔ دعا فرمایئے کہ یہ مکمل کتاب بھی حاصل ہو جائے اور چھاپنے کے وسائل بھی مہیا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت و جماعت کا حامی و ناصر ہو ایمان پر استقامت دے اور اسی پر موت دے۔ آمین

اُستادِ محترم حضرت علامہ مولانا قبلہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دام ظلہ کی کتاب ''طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم'' کے نسخے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان والوں کے پاس تقریباً ختم ہو چکے ہیں فقیر کے پاس ایک اضافی کتاب رکھی تھی جو آپ کو پیش کر رہا ہے۔ دعا کیجیے ہمارا ادارہ مستقبل میں اس حسین کتاب کی اشاعت کر سکے آمین۔ ساتھ ہی ساتھ حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب چالیس حدیثیں تحفتہً پیش ہے۔ اگر کوئی اور صاحب بھی اس کے مزید نسخے چاہتے ہیں تو بذریعہ ڈاک فی نسخہ ۱۵ روپے ہدیہ ہے البتہ ہر دو کتابوں کا ہدیہ ۲۵ روپے دیا جا سکتا ہے۔

شکریہ، دعاؤں کا طالب

تعارف وتبصرہ

(تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیں)

مبصّر: شاہ انجم بخاری

بَذْلُ القُوَّة فِی حَوادِث سِنِي النُبوَّة (عربی)

اُردو ترجمہ: سِیرة سیّد الأنبیأ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف: شیخ کبیر علامہ شہیر حضرت مخدوم مولانا محمد ہاشم ٹھٹوی (۱۱۰۴-۱۱۷۴ھ)

مترجم: مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی

ناشر: مظہر علم۔ کالا خطائی روڈ۔ شاہدرہ، لاہور

تقسیم کار: مکتبۂ العصر، جی ٹی روڈ (کریالہ) سرائے عالمگیر

طبع دوم: مارچ ۲۰۰۳ء

قیمت: =/۳۷۵ روپے

ضخامت: (۲۰x۳۰/۸) ۶۱۰ صفحات

پیشِ نظر کتاب کئی لحاظ سے قابلِ تحسین و لائق تبریک ہے۔ مثلاً صحت کتابت، کاغذ کی

عمدگی، جلد بندی کی نفاست وغیرہ میں یہ دورِ حاضر کی مطبوعات میں منفرد شان کی حامل ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر اس کتاب کا موضوع ہے۔ جس کے عظیم الشان و بابرکت ہونے میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس موضوع پر تو لکھنا بھی سعادت ہے، پڑھنا بھی سعادت اور اس پر بتوفیق الٰہی عمل پیرا ہونا تو یقیناً باعث نجات اور ذریعۂ ترقیِ درجات ہے۔ سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

مؤلف علّام سے کون واقف نہیں؟ آپ بلاد اسلامیہ میں ٹھٹہ کی پہچان بن چکے ہیں۔

مخدوم مولانا محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس عربی تالیف کو دو حصّوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلے حصّے میں ہجرت نبوی ﷺ سے قبل کے واقعات درج کیے ہیں جب کہ دوسرے حصّے میں ہجرت کے بعد کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کا دوسرا حصّہ مندرجہ ذیل تین ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل:	غزواتِ نبویہ
باب دوّم:	مہمات وسرایا
باب سوم:	غزوات وسرایا کے علاوہ دیگر واقعات

پہلے حصّے کا صرف ایک باب ہے جو تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے۔ حضرت مخدوم کی یہ عربی تالیف ۱۹۶۶ء میں سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ سے مخدوم امیر احمد عباسی صدر مدرس، کلیۂ السنہ شرقیہ کے سو صفحات کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ فاضل مقدمہ نگار نے اپنے مقدمے میں کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں مفید معلومات پیش کی ہیں۔ مذکورہ مقدمے سے اُردو ترجمے کے مقدمے میں بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اُردو ترجمے کے مقدمہ نگار جناب علامہ محمد جلال الدین قادری ہیں۔ آپ نے اپنے مقدمے میں "ترجمے اور اس کی خصوصیات" کے عنوان سے بڑی عرق ریزی کے ساتھ تجزیہ پیش کیا ہے آپ نے جن ذیلی عنوانات کے تحت ترجمے کی بعض خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تالیف	۲۔ تنویر	۳۔ تصحیح
۴۔ تشخیص	۵۔ تطبیق	۶۔ تمیز

۷۔ تنقیح ۸۔ تاریخ ۹۔ تاکید

۱۰۔ تعلیل ۱۱۔ تفسیر ۱۲۔ تعریض

۱۳۔ تکمیل ۱۴۔ تفہیم

اس ترجمے کے بارے میں حضرت علامہ جلال الدین قادری کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''سیرتِ رسول اعظم ﷺ پر مشتمل اس نہایت مختصر، جامع اور نافع کتاب کا ترجمہ عالم ربانی حضرت مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی نے کیا ہے۔۔۔ مترجم موصوف نے کوشش کی ہے کہ کتاب کا ترجمہ محاورے کی رعایت رکھتے ہوئے لفظی ہو اور اس کے ساتھ یہ بھی کوشش رہی کہ ترجمہ سلیس اور آسان ہو۔ بھاری بھر کم الفاظ اور غیر مانوس تراکیب سے اجتناب کیا گیا ہے۔ گویا ترجمہ ایک مستقل تالیف معلوم ہوتا ہے''۔(ص ۵۶)

ہمیں فاضل مقدمہ نگار کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو اس کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مترجم کی اس مفید علمی خدمت کو قبول فرمائے۔

☆☆☆

احکامِ طہارت

مؤلف: مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجدّدی

ناشر: مظہر علم، کالا خطائی روڈ، شاہدرہ، لاہور

تقسیم کار: مکتبۂ العصر، جی ٹی روڈ (کریالہ) سرائے عالمگیر

طبع دوم: جون ۲۰۰۳ء

ضخامت: (۲۰x۳۰/۸) ۳۲۰ صفحات

پیشِ نظر کتاب مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی مدظلہ کی تالیف مفیدہ ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں طہارت سے متعلق احکاماتِ شرعیہ کو وضاحت کے ساتھ قلم

بند کیا گیا ہے۔ کتاب کے بارے میں فاضل مؤلف رقم طراز ہیں کہ:

''حضرت قبلہ حاجی پیر مولانا محمد عبدالواحد دامت برکاتھم القدسیہ کی فرمائش کے مطابق طہارت سے متعلق مسائل کا ایک مجموعہ مرتب ہوا۔۰۰۰ راقم عفی عنہ، کی کوشش رہی کہ مسائل کو آسان پیرایہ میں بیان کیا جائے۔ چنانچہ مسائل کے ساتھ وضاحتوں اور مثالوں کے ضمنی عنوانات قائم کیے تا کہ وہ مزید قریب الفہم ہو جائیں''۔ (عرض مؤلف)

کتاب پر علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (اُستاد الحدیث والفقہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) کا سولہ صفحات پر مشتمل جامع مقدمہ ہے۔ جس میں آپ نے فقہ اسلامی کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہوئے اُصول فقہ اور قواعد فقہیہ کا فرق بتلایا ہے۔ احکام شریعہ کی تشریح کی گئی ہے۔ نیز فقہی مباحث کے محتویات پر جامع انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب غیر مجلد ہے۔ کتابت عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اچھا ہے۔ اعراب کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن ''احکامِ طہارت برائے خواتین'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ دوسرے ایڈیشن میں ''برائے خواتین کے الفاظ حذف کر کے بعض اضافوں کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ آخر میں فاضل مقدمہ نگار کی مندرجہ ذیل رائے پر اکتفا کریں گے:

''زیرِ نظر کتاب ۰۰۰ احکام طہارت و نظافت، وضو و غسل اور تیمّم کے تفصیلی احکام و مسائل پر مشتمل ایک بہترین گلدستہ ہے۔ اُمید ہے کہ اس کی خوشبو عرصۂ دراز تک سونگھی جاتی رہے گی۔ یہ ایک ایسا چشمۂ آبِ حیات ہے جو ہزاروں پیاسوں کی نہ صرف پیاس بجھاتا رہے گا بلکہ حیاتِ جاوداں کا ذریعہ وسبب بھی بنے گا۔ یہ بالخصوص مسلمان خواتین کے لیے ایک ایسا ہار ہے جس کی نہ صرف ہر لڑی بہت ہی کمیاب اور قیمتی ہے بلکہ ہر موتی انتہائی صاف و شفاف اور انمول ہے''۔ (ص ۱۶)

دلیل زائر حرمین زادھما اللہ تعالیٰ شرفاو تکریما

مؤلف: مولانا مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجدّدی

ناشر: مظہر علم، کالا خطائی روڈ، شاہدرہ، لاہور

تقسیم کار: مکتبۂ العصر، جی ٹی روڈ (کریالہ) سرائے عالمگیر

طبع اوّل: ستمبر ۲۰۰۳ء

تعداد: گیارہ سو

ضخامت: ۴۹۸ صفحات

یہ مبارک تالیف بھی مولانا مفتی محمد علیم الدین صاحب نقشبندی مجدّدی کی ہے۔ حرمین شریفین کے زائرین محترم کی رہنمائی کے لیے یہ مستند کتاب تالیف کی گئی ہے۔

اپنے ماخذ کے بارے میں فاضل مؤلف نے کتاب کے آغاز ہی میں بیان کیا ہے کہ ”اس کتاب کے تقریباً تمام مسائل حضرت علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”اَلْمَسْلَکُ الْمُتَقَسِّطُ فِی الْمَنْسَکِ الْمُتَوَسِّط“ سے ماخوذ ہیں۔

یہ کتاب بتیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب متعدد فصلوں پر محیط ہے۔ حج، عمرہ اور مدینہ شریف کی زیارت اور اس کے متعلقات کا سلیس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب غیر مجلد ہے مگر کاغذ نہایت اعلیٰ، چھپائی بہت عمدہ ہے۔ کتابت بھی بہت اچھی ہے۔

☆☆☆

ہادیِ دوعالم ﷺ کا حج مبارک

مؤلف: مولانا الحاج صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی نقشبندی مجدّدی

ناشر: شعبۂ نشر و اشاعت دار العلوم سلطانیہ۔ جہلم

اسٹاکسٹ: فرید بک اسٹال، اُردو بازار لاہور، مکتبۂ قادریہ، داتا دربار لاہور

ای میل: Sultania786@hotmail.com

طبع اوّل: اکتوبر ۲۰۰۳ء

ضخامت: چھوٹے سائز کے ۱۸۸ صفحات

قیمت: =/۱۰۰ روپے

پیشِ نظر کتاب حضور سرورِ عالم ﷺ کے سفر حجۃ الوداع پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف نے اس کتاب کو تالیف کرتے ہوئے مستند مآخذ سے رجوع کیا ہے۔ واقعات کے ضمن میں بیان کردہ مسائل کی صحت کا خیال رکھا گیا ہے۔

یہ مختصر مگر جامع اور مستند کتاب رہنمائے حج کا کام دے سکتی ہے۔ کتاب طباعت کے لحاظ سے باوقار ہے۔ عمدہ کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ غیر مجلد ہے، سرورق جاذب نظر ہے۔ آیات ربانی اور احادیث مبارک ﷺ کا متن اعراب کے ساتھ مع ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی متعدد کتابوں مثلاً "اشعة اللمعات، جذب القلوب، شرح سفر السعادت" وغیرہ کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔

☆☆☆

سیرتِ ہادی خلق ﷺ (۱۴۲۰ھ)

مُصنّف: وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد المشہور بابن الدیبع الشیبانی الشافعی (المتوفی ۹۴۴ھ)

مترجم: مولانا الحاج صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی نقشبندی مجدّدی

ناشر: دارالعلوم سلطانیہ، کالادیو، جہلم

یہ مبارک تصنیف لطیف عظیم المرتبت عالم دین امام ابن دیبع، عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن عمر بن علی بن یوسف بن احمد بن عمر شیبانی عبدری زبیدی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "حدائق الانوار ومطالع الاسرار" (مطبوعہ ۱۹۷۹ء در دو جلد) کے خلاصے پر مشتمل ہے۔ یہ خلاصہ خود مصنّف علیہ الرحمہ کا کردہ ہے جو انھوں نے اپنی کتاب کے آغاز میں کیا تھا۔

فاضل مترجم کتاب کے آغاز میں "سخن دروں" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ:

"اس مختصر سے رسالے میں نبی کریم ﷺ کے میلاد شریف سے لے کر وصال مبارک تک واقعات اختصار کے ساتھ درج ہیں جن کو محدثِ یمن حضرت علامہ ابن دیبع کی مشہور کتاب

''حدائق الانوار'' کے مقدمے سے اُردو قالب میں منتقل کیا گیا ہے''۔

علامہ مفتی محمد علیم الدین صاحب نے پیش گفتار میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے حالات بھی بیان کیے ہیں جن سے معلوم ہوا کہ آپ ۴ر محرم الحرام ۸۶۶ھ بروز جمعرات کو یمن کے مشہور شہر زبید میں پیدا ہوئے اور ۶ یا ۷ر رجب ۹۴۴ھ کو زبید شہر میں آپ کا وصال ہوا۔ پیش گفتار میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

> ''حدائق الانوار و مطالع اسرار'' محدثانہ انداز میں سیرت نبویہ (اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی ایک مفید اور جامع کتاب ہے۔ ماضی قریب تک یہ کتاب پردۂ اخفاء میں رہی۔ امام ابن دیبعؒ کے تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا، دنیا کے مشہور عالم شیخ عبداللہ ابراہیم انصاری نے سب سے پہلے اس کو مخطوطات میں سے دریافت کیا، پھر تصحیح و تحقیق کے مراحل سے گزار کر ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں دو جلدوں میں شائع کر دیا''۔ (ص ۱۶)

کتاب کا سرورق نہایت جاذب نظر ہے۔ ہلکے سبز رنگ کی زمین پر سیاہ روشنائی سے کتاب کی چھپائی کی گئی ہے۔

کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر اسے المدرسۃ الاسلامیہ للبنات کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ سیرت ہادیِ خلق ﷺ اُردو ترجمے کا تاریخی نام ہے۔

☆☆☆

نماز کا جائزہ (مکتوبات و معمولات امام ربانی کی روشنی میں)

مؤلف: مولانا الحاج صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی نقشبندی مجددی

ناشر: دار العلوم سلطانیہ، جہلم

ضخامت: ۳۲ صفحات

پیشِ نظر کتابچہ نہایت اہم موضوع یعنی نماز کے بارے میں ہے۔ اس کے فاضل مؤلف نے مکتوبات و معمولات امام ربانی کی روشنی میں نماز کے بارے میں ''آپ کی تعلیمات مبارکہ اور اعمال شریفہ کو یکجا کیا ہے۔ تاکہ تمام برادرانِ اسلام، جو آپ کے منصبِ تجدید پر یقین رکھتے ہیں،

کے سامنے نماز کی ادائیگی کا صحیح صحیح طریقہ، جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسولِ کریم ﷺ کی کامل خوشنودی شامل ہے پیش کردیا جائے''۔ جن اہم عنوانات پر راہ نمائی کی گئی ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں: اہمیت نماز، اوقات صلوٰۃ، نماز کا طریقہ، باجماعت نماز، صفوں کی درستگی، نماز کے اسرار و رموز، تعدیلِ ارکان وطمانیت، خشوع وخضوع، حقیقتِ نماز، فضیلت نماز، نوافل کی جماعت، رفع سبابہ وغیرہ۔

☆☆☆

مہمان نوازی

مؤلف: مولانا الحاج صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی نقشبندی مجددی

ناشر: دارالعلوم سُلطانیہ، جہلم

ضخامت: ۵.۶صفحات

قیمت: =/۴۰روپے

اسٹاکسٹ: فرید بک اسٹال، اُردو بازار لاہور، مکتبۂ قادریہ، داتا دربار لاہور

پیشِ نظر کتاب کا موضوع اخلاقِ حسنہ سے متعلق ہے مہمان نوازی کے بارے میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اپنی اُمّت کو تلقین فرمائی بلکہ خود اپنے طرزِ عمل سے اس کا ثبوت بھی فراہم کیا۔

پروفیسر سیّد عبدالرحمٰن بخاری کی تقریظ اور صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی مرحوم کے حرفے چند سے مزین یہ مفید کتاب اسلامی تہذیبی اقدار کی روشن روایات کے تذکرے وتلقین پر مشتمل ہے۔

ہم فاضل تقریظ نگار کی اس رائے سے متفق ہیں کہ:

''یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اُسلوب بیان شستہ سلیس اور رواں ہے۔ فکری مواد، تحقیقی معیار اور اصلاحی انداز کا خوبصورت امتزاج اس میں جھلک رہا ہے''۔ (ص ۱۱)

اس تالیف مفیدہ کے چند اہم عنوانات ہی سے کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اہلِ عرب کی میزبانی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور میزبانی، حضور نبی کریم ﷺ اور میزبانی، صحابہ کرام کا وصفِ مہمان نوازی، عہدِ فاروقی میں مہمان خانوں کی تعمیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میزبانی، حضور شاہ عرب و عجم ﷺ کی ضیافتیں، مہمان نوازی ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں۔ آدابِ میزبانی و مہمان نوازی وغیرہ۔

کتاب کا سرورق چہارنگہ اور نہایت دیدہ زیب ہے۔ کتابت اور چھپائی عمدہ ہے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ (کندیاں ضلع میانوالی)

تالیف: محمد نذیر رانجھا

ناشر: محمد ریاض دُرّانی، جمعیۃ پبلیکیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی اسکول، وحدت روڈ، لاہور

ضخامت: ۵۶۰ صفحات

قیمت: =/۲۵۰ روپے

محترم محمد نذیر رانجھا صاحب کی تالیف "تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ" (کندیاں، ضلع میانوالی) ہمارے سامنے ہے۔ فاضل مؤلف نے نہایت عقیدت اور محنت شاقہ کے بعد اپنے پیرانِ کبار کی خانقاہ عالیہ کا تذکرہ لکھا ہے۔

پیشِ نظر کتاب چار ابواب پر منقسم ہے اور ہر باب متعدد ذیلی فصلوں پر مشتمل ہے۔

کتاب کے آغاز میں جناب مولانا سرفراز خان صفدر اور جناب مولانا فضل الرحمٰن کی تقاریظ ہیں۔ "عرض ناشر" کے عنوان سے جناب محمد ریاض درانی کی تحریر کے علاوہ حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی مختصر تحریر کا عکس طبع ہوا ہے۔ پانچ صفحات پر فاضل مؤلف کے تعارفی کوائف کے علاوہ علمی مشاغل کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ اس کے بعد مؤلف کتاب کا ۱۱ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں انھوں نے خانقاہ سراجیہ سے اپنی عقیدت اور وابستگی کا بھی اظہار کیا ہے۔

مقدمے کے بعد لیکن باب اوّل سے پہلے چار وصلوں کے تحت بعض ضروری معلومات

متعدد عنوانات کے تحت پیش کی گئیں ہیں۔ مذکورہ عنوانات یہ ہیں:

وصل اوّل: فضیلت تصوّف وصوفیہ

وصل دوّم: فضائل وخصائل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

وصل سوم: مختصر تعارف خانقاہ سراجیہ شریف

وصل چہارم: شجرۂ طیبہ سلسلیہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ خانقاہ سراجیہ شریف

خانقاہ سراجیہ کے محلِ وقوع اور قیام کے بارے میں وصل سوم میں درج ہے کہ:

''خانقاہ سراجیہ شریف، کندیاں، ضلع میانوالی، کندیاں جنکشن سے اڑھائی میل کے فاصلے پر ملتان کی طرف جانے والی ریل (کی) پٹڑی سے چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے... اس بستی کی تعمیر (۱۳۳۸-۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۰-۱۹۲۲ء کے دوران) حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ (۱۲۹۷-۱۳۶۰ھ/ ۱۸۸۰-۱۸۴۱ء) نے فرمائی اور اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ (۱۲۹۷-۱۳۳۳ھ) کے نام نامی سے اسے منسوب فرمایا''۔(ص ۷۰)

آ گے صراحت کی گئی ہے کہ حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی مشہور بستی حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۴-۱۳۱۴ھ) کے صاحبزادے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کے بانی آپ (حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ) سے مجاز تھے۔ باب اوّل میں بانی خانقاہ کے فرمودات کے ذیل میں رابطۂ شیخ اور تصورِ شیخ کی افادیت کے علاوہ یہ بھی درج ہے کہ:

''آج کل ایسی وہابیت کی رو چل گئی ہے کہ اعتقاد، محبت اور ادب یکسر اُٹھ گیا۔ بیعت بھی ہے، انتساب سلسلہ بھی، ورد و وظائف بھی، مگر محبت و اعتقاد نہیں اور مراسم ادب کی پابندی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فیوض بھی کم پہنچتے ہیں۔ حضرت حاجی دوست محمد [قندھاری] صاحب مرحوم اپنے مرشد

حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ کی خدمت میں تھے تو ان کے بیت الخلاء کا قدمچہ خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے:

تا ابد رنگ کمالات نگیرد ہرگز
ہر کہ خاک در مے خانہ برخسار نرفت

حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ پایا ہے شیخ کی محبت سے پایا ہے"۔(۲۱-۲۲)

بے شک کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ع ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اگر ادب و محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔صرف رسم کی ادائی سے تو گوہرِ مقصود حاصل نہیں ہوا کرتا، اس بات کو اقبال کی زبان میں کہوں تو یہ دریا کوزے میں بند ہوسکتا ہے یعنی:

ع: رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی

مؤلف تذکرہ ہذا کا خانقاہ سراجیہ کے حالیہ سجادہ نشین مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب سے ۱۹۶۹ء سے ربط و تعلق قائم ہے۔اس کا کچھ اندازہ ان کے نام لکھے گئے خطوط سے بھی ہوتا ہے چنانچہ اس ضمن میں جناب مؤلف لکھتے ہیں کہ:"ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت اقدس مدظلہ العالی کی طرف سے موصول ہونے والے ۱۱۳ مکتوبات شریف خاکسار کے پاس محفوظ ہیں"۔(ص ۴۶۰)

مؤلف تذکرہ نے مذکورہ بالا ۱۱۳ مکتوبات میں سے ۲۶ مکتوبات بھی ہدیۂ ناظرین کیے ہیں، جو تذکرے کے سولہ صفحات (۴۶۰ تا ۴۷۶) پر محیط ہیں۔

ص ۴۸۵ پر کتاب کے چوتھے باب "امتیازاتِ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ" کو غلطی سے باب پنجم لکھا گیا ہے۔

شائقین کتب نادرہ کے لیے یہ اطلاع یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگی کہ اس خانقاہ میں بڑا قیمتی "کتاب خانۂ سعدیہ" بھی ہے۔جو ۳-۷-۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں قائم ہوا تھا۔اس کتاب خانے میں کثیر تعداد میں نادر و نایاب قلمی مخطوطات بھی محفوظ ہیں۔اس ضمن میں فاضل مؤلف رقم طراز ہیں

کہ: ''ایک محتاط اندازے کے مطابق دوسو کے قریب مخطوطات اس کتاب خانے کی زینت ہیں، جن میں سے اہم مخطوطات درج ذیل ہیں''۔ (ص ۵۰۳) ازاں بعد ۱۲۵ مخطوطات کی فہرست دی گئی ہے۔ چند ایک کا ذکر بطور مشتے نمونہ ازخروارے کرتا چلوں:

۱۔ آداب المریدین (فارسی) تالیف شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۳ھ)

۲۔ اجوبہ اعتراضات دہلوی (فارسی) از شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ (م ۱۲۴۰ھ)

۳۔ تحقیقات (فارسی) منسوب بہ شیخ عبدالاحد مجددی رحمۃ اللہ علیہ متخلص بہ وحدتؔ (م ۱۱۲۶ھ) بن محمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ شواہد التجرید (فارسی) از عبدالاحد سرہندی مجددی متخلص بہ وحدت (م ۱۱۲۶ھ)

۵۔ مکتوبات احمد سعید مجدّدی (فارسی) از شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہ (م ۱۲۷۷ھ)

آخر میں فاضل مؤلف کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے کہ ان کی عقیدت اور محنت اس تاریخ و تذکرے کی صورت میں محفوظ ہوگئی ہے۔

☆☆☆

شرح دیباچہ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ (المعروف رسالہ نائیہ)

مصنف: حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ مقدمہ وحواشی: محمد نذیر رانجھا

سال اشاعت: جنوری ۲۰۰۴ء

صفحات: ۱۷۶۔ مجلد

ناشر: جمعیۃ پبلی کیشنز، وحدت روڈ، جامع مسجد پائلٹ اسکول، لاہور

قیمت: =/۱۱۰ روپے

زیرِ تبصرہ کتاب حضرات نقشبدیہ کے سالار حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ (م ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کے نائب وخلیفہ شیخ المشائخ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۱ھ/۱۴۴۷ء) کے ''رسالۂ نائیہ'' کا اُردو ترجمہ ہے۔

محترم محمد نذیر رانجھا صاحب، حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابیں شائع کر چکے ہیں جن میں سے رسالہ ابدالیہ، رسالہ انسیہ، رسالۂ نائیہ اور سہ رسائل حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ (۱۔شرح اسماء الحسنٰی، ۲۔حورائیہ، ۳۔طریقہ ختم احزاب) کا ذکر زیر تبصرہ کتاب کے آغاز میں (صفحہ ۸ تا ۱۰) کیا گیا ہے۔ فاضل مترجم کو سلسلۂ نقشبندیہ کے اکابرین سے نہایت محبت اور عقیدت ہے۔ اسی تعلق کی بناء پر وہ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصنیفات و تالیفات کو اُردو میں منتقل کرنے کے خواہش مند ہیں۔

ہم ان کی اس قابلِ قدر علمی خدمت پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فاضل مترجم رقم طراز ہیں کہ:

> ''حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ کی دست یاب کتب / رسائل میں سے 'رسالۂ نائیہ' ایک اہم تصنیف ہے جس میں انھوں نے مثنوی معنوی مولانا جلال الدین بلخی رومیؒ کے دیباچہ کی شرح عرفانی انداز میں کی ہے۔ اور اس رسالے کے آخر میں مثنوی کی حکایت بادشاہ و کنیزک، قصہ شیخ دقوقی رحمۃ اللہ علیہ، حکایت شیخ محمد سررزیؒ، حکایت بایزید بسطامیؒ، کرامات درویش، واقعہ حضرت بہلولؒ، حکایت حضرت موسیٰ علیہ السلام، مسئلہ فنا و بقا، درویش کامل اور قصہ وکیل صدر جہاں کا اضافہ کیا ہے۔ یہ شرح معارف و عرفانِ الٰہی کا خزینہ ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔ رسالہ نائیہ چرخی کا فارسی متن معروف افغانی محقق جناب (اُستاد) خلیل اللہ خلیلی مرحوم کی تصحیح و تعلیقات کے ہمراہ انجمن تاریخ افغانستان کابل نے ۱۳۳۶ھ ش میں طبع کیا تھا۔ احقر نے اس کا اُردو ترجمہ ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ میں مکمل کیا''۔ (حرفِ آغاز، ص ۲۱۔۲۲)

کتاب کے آغاز میں فاضل مترجم کا مقدمہ ہے بیس صفحات کے اس مقدمے مع حواشی سے حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے احوال و آثار پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ کتاب کے آخر میں ۵۹ کتابوں کی

فہرست ماخذ و منابع بھی دی گئی ہے۔ جن سے مقدمے، حواشی میں استفادہ کیا گیا ہے۔ صرف متن کے ۲۶۷ حواشی، فاضل مترجم کے تحقیقی رجحان اور ان کی سخت کوشی کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔

کتاب پر مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وسجادہ نشین خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی) نے چھ صفحات پر مشتمل تقریظ لکھی ہے جس میں تصوّف وسلوک کے آغاز وارتقاء پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز مثنوی مولانا روم کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

کتاب کا سرورق جاذبِ نظر ہے۔ جلد بندی اور چھپائی بھی اچھی ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق اس کتاب کو ضرور خریدیں گے۔

☆☆☆

لَطائِفُ الْمَدِیْنَة (عکس مبنی بر نسخۂ خطی منحصر بفرد)

تالیف لطیف: شیخ عبدالاحد وحدت بن خواجہ محمد سعید سرہندی

تحقیق وتعلیق وترجمہ: پروفیسر محمد اقبال مجدّدی

ناشر: حوزۂ نقشبندیہ، کاشانۂ شیرِ ربانی، مکان نمبر ۵، اجمیری اسٹریٹ، ہجویری محلہ، داتا گنج بخش لاہور

اشاعت: بار اوّل، نومبر ۲۰۰۴ء

ضخامت: ۱۹۲ صفحات

پیشِ نظر کتاب حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے پوتے حضرت شیخ عبدالاحد وحدتؔ سرہندی (۱۰۵۰-۱۱۲۶ھ/۱۶۴۰-۱۷۱۴ء) کی تالیف لطیف ہے جو انھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی علیہ الرحمہ (۱۰۰۵-۱۰۷۱ھ/۱۵۹۶-۱۶۶۱ء) کے حالات پر عربی نثر میں ۱۰۶۷-۱۰۶۸ھ میں تحریر کی۔ اس وقت مؤلف کی ''عمر صرف ۱۷-۱۸ سال کی تھی، اور صاحب سوانح حضرت خواجہ محمد سعید بقید حیات تھے''۔ مقدمۂ کتاب سے زیر تبصرہ کتاب کے بارے میں ضروری معلومات پیش کی جاتی ہیں:

''لطائف المدینہ پانچ ابواب (مقالات) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ پہلا

مقالہ حضرت خواجہ محمد سعید کے نسب پر ہے جس میں آپ کے مشائخ طریقت، اسناد حدیث کا بیان، دوسرا مقالہ آپ کے حق میں وہ بشارات ہیں جو آپ کے والد اور شیخ بزرگوار نے دی ہیں اور جن کا ذکر مکاتیب شریفہ میں ہے۔

تیسرا مقالہ بعض مکاتیبِ شریفہ کا بیان جو آیات الفرقانیہ کی تاویلات پر مشتمل ہے۔ چوتھا مقالہ ایسے اسرارِ عظیمہ کے بیان میں ہے جو آپ نے بلاواسطہ اپنے والد حضرت مجدد الف ثانی سے سُنے ...

پانچواں مقالہ آپ کی بعض کرامات وتصرفات پر اور خاتمہ میں بعض وہ کلمات قدسیہ ہیں جو آپ کی کتاب مسمیٰ بشارات الحقانیہ سے ماخوذ ہیں"۔

فاضل مرتّب جناب پروفیسر محمد اقبال مجدّدی ایک عرصے سے حضرات نقشبندیہ کی علمی خدمات کو پیش منظر میں لارہے ہیں۔اب تک آپ کی تالیفات کی تعداد ڈیڑھ درجن سے تجاوز کرچکی ہیں۔مطبوعہ مقالات کا کیا کہنا، اب تک ایک ہزار کے لگ بھگ آپ کے تحقیقی مقالات دنیا کے مؤقر جرائد میں طبع ہوچکے ہیں۔آپ کی تحقیقات، تحقیق کے طالب علموں کے لیے لائق تقلید اور بہترین نمونہ ہیں۔آپ اپنے تحقیقی وتنقیدی اندازِ فکر ونظر کو کام میں لاتے ہوئے موضوع کو ہر پہلو سے کھنگال لیتے ہیں اور تمام دست یاب مآخذ کی روشنی میں زیرِ تحقیق موضوع کے بارے میں از سرِ نو جائزہ لے کر تحقیقی نتائج سامنے لاتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب کا مقدمہ بھی آپ کی ایسی ہی تحقیقی سرگرمی کا نتیجہ ہے۔اس مقدمے میں جہاں آپ نے حلب مؤلف (شیخ عبدالاحد وحدث) اوران کی اس مبارک تالیف پر کئی پہلوؤں سے روشنی ڈالی ہے جس سے معلوماتِ مفیدہ کا ایک سیلِ رواں نظر آتا ہے وہیں دواہم تاریخی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ فرمادیا ہے۔مثلاً

۱۔ زیرتبصرہ کتاب کے صفحہ ۳۷ پر ڈاکٹر شمس الدین احمد صاحب کی غلط فہمی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے تحقیقی دلائل سے اپنی بات پایۂ ثبوت کو پہنچائی ہے۔ جنھوں نے اپنی کتاب "حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ" (سری نگر، کشمیر ۲۰۰۱ء۔ص ۳۶۲) میں متاخرترین

مآ خذ سے استفادہ کیا ہے، اور نیتجتاً التباس کا شکار ہوئے، چنانچہ وہ حضرت مجد دالف ثانی کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد فاروقی سرہندی (ف ۱۰۰۷ھ) اور حضرت مجدّ دالف ثانی کے پوتے شیخ عبدالاحد وحدتؔ سرہندی (ف ۱۱۲۶ھ) کے مابین فرق نہیں کر سکے"۔

۲۔ اسی طرح صفحہ ۶۲ پر "ایک اور غلط فہمی کا ازالہ" فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے معلوم نہیں شیخ محمد مراد تنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ) کی مرتبہ کتاب 'تحقیقات' کو کس بنیاد پر حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی سے منسوب کر دیا ہے"۔

پروفیسر محمد اقبال مجدّدی نے تحقیق کے لوازم کو بروئے کار لاتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ "کتاب 'تحقیقات' حضرت خواجہ محمد سعید کی تالیف نہیں بلکہ یہ تو حضرت شیخ محمد مراد کشمیری کی تالیف ہے"۔ (صفحہ ۶۴)

علاوہ ازیں "حیات حضرت خواجہ محمد سعید کے مآ خذ" بھی ص ۶۵ پر بیان کیے گئے ہیں اسی کے ضمن میں "کواکب دریہ" پر نہایت مفید حاشیہ لکھا ہے کہ:

"حضرت وحدت کے سب سے مفصل حالات شیخ محمد ہادی (ف ۱۱۲۳ھ) بن مروج الشریعت محمد عبیداللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم نے مقامات حضرات خمسہ (کواکب الدریہ) کی دوسری جلد میں لکھے ہیں جو حضرت خواجہ محمد سعید کے احوال پر ہے اس میں ضمناً حضرت وحدتؔ کے جو حالات لکھے گئے ہیں وہ بقول صاحب مقامات معصومی ستر (۷۰) اجزا کے مساوی ہیں جو ایک مستقل جلد سے کم نہیں ہیں... لیکن افسوس کہ اس پانچ جلدی ضخیم و حجیم کتاب کی کسی جلد کے وجود سے ہم تاحال واقف نہیں ہیں"۔ (ص ۶۵)

مقدمے کے بعد کتاب کا ملخص اُردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ جو کل بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ فاضل مرتّب نے ان ۱۲ صفحات پر ۶۴ نہایت قیمتی تعلیقات کا اضافہ کیا ہے۔ جب کہ صرف مقدمے کے "مآ خذ و تعلیقات کی تعداد ۹۵ ہے۔

"شجرات و عکسیات" کے ضمن میں حضرت خواجہ محمد سعید اور ان کی اولاد کا شجرہ بھی بڑی عرق

ریزی سے فاضل محقق نے مرتب کیا ہے۔ جب کہ اورنگ زیب عالمگیر کے دو غیر مطبوعہ مکتوبات کے عکس بھی نذرِ قارئین کیے گئے ہیں۔ آخر میں کتاب "لطائف المدینۃ" کے مکمل عربی متن کا عکس شائع کیا گیا ہے۔

ممتاز محقق جناب مولانا محمد مختار حق نے جہاں اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی ہے وہیں آپ نے "لطائف المدینۃ" کی تخریج آیات بھی فرمائی ہے۔ آپ کی اس مفید علمی و دینی خدمت کی بدولت مخطوطے کی اُن غلطیوں کی بھی نشان دہی اور درستی ہوگئی جو ناقل صاحب سے بعض آیات کے نقل کرنے میں ہوگئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین

کتاب غیر مجلد ہے۔ بیک ٹائیٹل انگریزی میں ہے۔ جس پر ہجری سال اشاعت کی تطبیق درست نہیں ہے۔ یعنی بجائے ۱۴۲۵ھ، ۱۳۲۵ھ درج ہے۔ کتاب خانے کے اندراج کے لیے ضابطے کے صفحے پر سہولت کے لیے "لائبریری کیٹلاگ کارڈ" بھی بنایا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں عرضِ ناشر کے عنوان سے صدرِ حوزۂ نقشبندیہ، میاں جمیل احمد شرقپوری سجادہ نشین درگاہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجدّدی نے مختصراً کتاب اور صاحبِ کتاب کا تعارف پیش کیا ہے۔

ہم جناب ناشر اور فاضل محقق و مترجم کی خدمت میں اس تاریخی اور مفید علمی کاوش کی اشاعت پر صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کارِ خیر میں حصّہ لینے والے تمام افراد کو جزائے خیر سے نوازے اور ان بزرگوں کے صدقے اس ناچیز کو بھی علم و عمل کی دولت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

☆☆☆

ترغیبِ اہلِ السعادات علیٰ تکثیر الصلوٰت علیٰ سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(الجوہر الثمین، اُردو ترجمہ)

تالیف لطیف: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تعلیق و ترجمہ: ڈاکٹر محمد یونس قادری

پروف ریڈنگ: علامہ محمد اسماعیل قادری، شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ، کراچی

ناشر: شیخ عبدالحق اکیڈمی، کراچی

اشاعت: ۲۲؍ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ؍۲۵مئی ۲۰۰۳ء

ضخامت: ۸۰صفحات

ہدیہ: ۳۰؍روپے

پیشِ نظر کتاب امام اہلِ سُنّت، حضرت محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ) کی تالیف مبارکہ کے اُردو ترجمے پر مشتمل ہے۔

یہ تالیف دراصل جذب القلوب کے آخری باب سے ماخوذ ہے۔ جو ''سیّد الکائنات ﷺ پر درود بھیجنے اور اس کے فضائل کا بیان'' کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ نے اہلِ اخلاص و اہلِ محبت کی درخواست پر جذب القلوب سے انتخاب کر کے (بحوالہ ابتدائیہ از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۲۷) علاحدہ رسالے کی شکل دے دی تھی۔ اس رسالے کا ذکر خود حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ نے اپنی فہرست التوالیف میں فرمایا ہے۔

جناب ڈاکٹر محمد یونس قادری مبارکباد کے لائق ہیں کہ انھوں نے اس رسالے کو احسن انداز سے شائع کر کے اہلِ محبت کے لیے فراہم کیا۔ فاضل مترجم کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے حد درجہ محبت و عقیدت ہے۔ اسی بناء پر آپ نے ''حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحیثیت دینی سیاسی مفکر۔۔۔ ایک تقابلی و موضوعی جائزہ'' کے عنوان پر مقالہ پیش کر کے جامعہ کراچی سے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی ہے۔

آپ نے ''شیخ عبدالحق اکیڈمی، کراچی'' بھی قائم کر دی ہے۔ ہم جناب ڈاکٹر محمد یونس قادری کی خدمت میں صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اب مستقبل میں حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کی نادر و نایاب کتب کی اشاعت میں خصوصی پیش رفت ہوگی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ جلد از جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر استفادے کا ذریعہ ثابت ہو۔ تحقیقی مقالوں کو چھپنا چاہیے، چُھپنا نہ چاہیے۔

آخر میں پیشِ نظر رسالے کے خطی نسخے کے بارے میں کچھ معلومات عرض مترجم سے

اقتباس کی جاتی ہیں:

''رسالہ مذکور کے ایک قلمی نسخے کی نقل احقر کے آبائی کتب خانے میں موجود ہے نیز کراچی میں ہمدرد یونیورسٹی کے کتب خانے بیت الحکمت میں بھی اس رسالے کا ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔ دونوں مخطوطوں کا موازنہ، مقابلہ و تصحیح کرنے کے بعد عرصہ ایک سال میں راقم اس رسالے کے ترجمے سے فارغ ہوا۔ اپنے اُستاد جدّ محترم ... امام الفارسی حضرت علامہ حلیم احمد اشرفی دامت برکاتہم العالیہ مدرس دارالعلوم امجدیہ، کراچی کی بے پایاں شفقت، توجہ اور ہمّت افزائی کے سبب ... یہ عظیم البرکت کام ممکن ہوا۔ کتاب کا اُردو نام الجوہر الثمین (قیمتی موتی) آپ ہی کا تجویز کردہ ہے۔

... رسالہ ترغیب اہلِ سعادات ۱۲/اوراق (۲۴ صفحات) پر مشتمل ہے جس کے عنوانات سُرخ اور دیگر مواد سیاہ روشنائی سے تحریر کردہ ہے جو فارسی و عربی زبان میں تحریر کیا ہوا ہے۔

مواد کی لمبائی ۸ سینٹی میٹر اور چوڑائی ۷ء۱۰ سینٹی میٹر ہے''۔

فاضل مترجم کی اس بابرکت کاوش (ترجمے) کا خیر مقدم کیا جاتا ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا جو آپ اس اُردو ترجمے کے ساتھ مکمل اصل متن بھی شائع فرمادیتے۔ ہم آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ اشاعت میں اصل کتاب بھی ضرور شائع فرمائیں گے یہ بڑی علمی خدمت ہوگی۔ اہلِ تحقیق اور علماء وفضلاء کے نزدیک اصل مآخذ کا حوالہ ہی معتبر ہوتا ہے۔ افادۂ عام کے لیے اصل کتاب کے ساتھ ترجمہ وتشریح کا اہتمام یقیناً مفید ثابت ہوتا ہے۔

☆☆☆

كَشَف الْاِلْتِبَاسِ فِیْ اسْتِحْبَابِ اللِّبَاسِ (فارسی)

لباس کی سُنّتیں اور آداب (اُردو ترجمہ)

تالیف لطیف: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

ترجمہ وتحشیہ: حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

تخریج احادیث: محمد فرحان قادری رضوی

اشاعت: اوّل ۲۰۰۳ء

صفحات: ۶۴

ناشر: دار احیاء العلوم، پوسٹ بکس نمبر ۹۴۹۴ کراچی، ۷۴۰۰۰

ای میل: E-mail:ihya-al-uloom@hotmail.com

پیشِ نظر کتاب حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی مشہور تصنیف ہے۔ جسے حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب (رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلِ سنت کراچی) نے اُردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے اُردو ترجمے کے ساتھ اصل کتاب بھی شائع کی گئی ہے۔ دیگر خوبیوں میں اس کے مفید حواشی وتعلیقات اور تخریج احادیث بھی سرفہرست شمار کرنے کے لائق ہیں۔

فاضل مترجم نے پیش لفظ میں اس ترجمے کے محرکات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"گزشتہ دنوں بعض احباب نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے فارسی مکتوب موسوم بہ "کشف الالتباس فی استجاب اللِبَاس" کا اُردو زبان میں ترجمہ کروں تاکہ نافع ہر خاص وعام ہو.... برادرم جناب محمد فرحان قادری نے ہمت کی اور اس رسالے میں مذکورہ احادیث کی تخریج کر کے رسالہ مجھے دیا اور کہا کہ ایک عرصے سے یہ فارسی رسالہ طبع نہیں ہو رہا اور نہ ہی اس کا اُردو ترجمہ دست یاب ہے، اس لیے اب اس رسالے کی تخریج وتحقیق بمعہ اُردو ترجمہ و حاشیہ، اشاعت ضروری ہے۔ لہٰذا بندۂ ناچیز نے ان احباب کے پرخلوص مشورے پر عمل کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمہ کے اس رسالے کے ترجمے کی سعی کی اور سیّدی وسندی واستاذی شیخ الحدیث مفتی محمد احمد نعیمی صاحب مدظلہ نے شفقت فرماتے ہوئے ترجمے کی تصحیح فرمائی"۔

فاضل مترجم، اور ان کے مخلص احباب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کیا جاتا ہے جنھوں نے اس اہم رسالے کو اُردو ترجمے اور حواشی و تعلیقات کے ہمراہ خوب صورت انداز سے شائع کیا۔

لیکن ہم یہاں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ فاضل مترجم کو ماخذی نسخے کا حوالہ ضرور دینا چاہیے تھا۔ یعنی اگر خطی نسخے سے ترجمہ کیا گیا ہے تو اس کے کوائف اور حوالہ بیان کیا جاتا یا اگر مطبوعہ نسخے سے ترجمہ کیا ہے تو ایڈیشن کا ذکر ضروری تھا۔ زیر تبصرہ کتاب میں اس بات کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اُمید ہے آئندہ خیال رکھا جائے گا۔

اطلاعاً عرض ہے کہ دسمبر ۱۹۹۶ء میں سُنّی لٹریری سوسائٹی، لاہور سے یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد شہزاد مجدّدی نے اپنے ترجمے کے ساتھ اصل فارسی متن شائع کیا تھا۔ اس کے ''پیش گفتار'' میں مولانا محمد شہزاد مجدّدی نے لکھا ہے کہ:

> ''یہ فارسی رسالہ حضرت شیخ کے فارسی مکاتیب کے ساتھ حاشیے کی صورت میں شائع ہوا۔ بعد میں مطبع مجتبائی دہلی سے رجب المرجب ۱۳۲۹ھ میں شائع ہوا۔ رسالہ ہذا کا ایک اُردو ترجمہ پہلے بھی شائع ہو چکا ہے جو اب تقریباً ناپید ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے کسی حد تک نامانوس بھی''۔ (علامہ محمد شہزاد مجدّدی: پیش گفتار، ص ۳)

علامہ محمد شہزاد مجدّدی کے شائع کردہ رسالے میں جو فارسی متن ہے وہ مطبع مجتبائی دہلی طبع جولائی ۱۹۱۱ء کی عکسی اشاعت پر مشتمل ہے۔

دارُ احیاء العلوم کے تحت علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب نے اپنے ترجمے کے ساتھ ساتھ فارسی متن کی بھی از سرِ نو کمپوزنگ کرائی ہے اور اس پر حواشی بھی لکھے ہیں یہ آپ کی قابلِ قدر علمی خدمت ہے۔ اب ذیل میں خطبۂ مولف (حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ) سے اقتباس پیش کر کے دونوں تراجم کا بلاتبصرہ موازنہ پیش کیا جاتا ہے:

''غرض اصلی و مقصد کلی آنست کہ بہرئہ تام و فیض عام ازیں دستور فائض النور بمسلمین و مؤمنین رسد و لباسے کہ قطع

کردن و پوشیدن آں بدعت ست و طریق بد مذہباں و گمراہان ست از و باز مانند و اجتناب نمایند و حظی نصیبی بمتابعت سنّت بر گزیند و بثواب جمیل و اجر جزیل فائز گردندو تیمن و برکت ازاں حاصل کنند بدعاے خیر فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی البخاری رایاد آرندو بفاتحۂ فاتحہ مستطاب گردانندو باللہ التوفیق"۔

علامہ محمد شہزاد مجدّدی کا ترجمہ	علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی کا ترجمہ
اس کی تالیف کا بنیادی اور حقیقی مقصد یہ ہے کہ اس منشور پرنور کا فیض عام مسلمانوں تک پہنچے اور وہ اس لباس کے استعمال سے گریز کریں جس کا سلوانا اور پہننا بدعت اور بد مذہب و گمراہ لوگوں کا طریقہ ہے اور اتباع سنت مبارکہ کی راحت و لذت سے بہرہ ور ہو کر بہترین بھلائی اور اجر عظیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے فیوض و برکات سے بھی مالا مال ہوں اور دعائے خیر و فاتحہ خوانی میں فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی البخاری رحمۃ اللہ علیہما (مصنف رسالہ ہذا) کو یاد رکھیں۔ توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔	غرض اصلی اور مقصدِ کُلّی یہ ہے کہ اس دستور فائض النور (یعنی سنت نبوی سے) حصّہ تام اور فیضِ عام مسلمانوں اور مومنوں کو پہنچے اور وہ لباس کہ جس کی وضع قطع اور پہننا غیر مسنون ہے اور بد مذہبوں اور گمراہوں کا شعار ہے اس سے باز رہیں اور سنت سنیہ کی متابعت کا حصّہ پا کر پرہیز کریں اور ثواب جمیل اور اجر جزیل پر فائز ہوں اور اس سے برکت حاصل کریں اور فقیر حقیر عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری کو دعائے خیر میں یاد کرتے رہیں اور فاتحہ کی خوشبو کے ساتھ خوشبودار گردانیں (یعنی فاتحہ کا ثواب بخشیں) باللہ التوفیق۔

پیشِ نظر کتاب کا چہار رنگہ سرورق نہایت جاذبِ نظر ہے۔ آغازِ کتاب میں جناب علامہ مفتی محمد احمد نعیمی اور جناب علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری نے اظہارِ تحسین واظہارِ مسرت کیا ہے، جب کہ علامہ محمد مختار اشرفی صاحب نے مؤلف کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ما خذ تخریج الاحادیث و مراجعہ کی فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔ لیکن ان کتابوں کے مکمل کوائف نہیں دیئے گئے۔ اگر کتاب کا سنہ اشاعت و مقام اشاعت اور ناشر کا پتا بھی درج ہوتا تو استفادے کے لیے حصولِ کُتب میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔

آخر میں ہم ایک بار پھر دارُ احیاء العلوم کے تمام متعلقین کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں اوران کی اس مفید علمی کاوش کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ دارُ احیاء العلوم کی یہ فاضل ٹیم ان شاءاللہ مستقبل قریب میں حضرت شیخ محدث علیہ الرحمہ کی دیگر متبرک کتابوں (اصل مع تراجم وحواشی) کی اشاعت جیسی عظیم علمی ودینی خدمت سرانجام دے گی۔ بے شک توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔

☆☆☆

حضور ﷺ کا ذوقِ عبادت

تقریر: علامہ محمد شہزاد مجددی

ترتیب: حافظ محمد عمادالدین

صفحات: ۲۸

اشاعت: دسمبر ۲۰۰۴ء

ناشر: سُنّی لٹریری سوسائٹی، ۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

ہدیہ: دعائے خیر بحق معاونین

پیشِ نظر رسالے میں علامہ محمد شہزاد مجددی صاحب کی ایک علمی تقریر کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مبارک رسالے میں ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کے ذوقِ عبادت سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارے آقا ومولا سرکارِ دوعالم ﷺ کو اپنے رب کی عبادت وبندگی بجالانے کے ساتھ ادائے شکر کا کتنا ذوق وشوق تھا۔ آپ کا ہر لمحہ اپنے رب کی عبادت وریاضت میں گزرتا تھا۔ حقوق اللہ کی طرح حقوق العباد میں بھی آپ کا اُسوۂ کامل اپنی امّت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ لہٰذا ہمیں ہردو فرائض کی ادائی میں اپنے آقا ومولیٰ کی اتباع کرنے کی پوری پوری مخلصانہ کوشش کرنی چاہیے۔

پیشِ نظر رسالے میں علامہ محمد شہزاد مجددی نے ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کے بارے میں مستشرقین کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا بھی رد فرمایا ہے جس کے مطابق وہ کثرت ازواج کی حکمت

بالغہ کا ادارک کیے بغیر ہی معترض ہوئے ہیں۔

کاش وہ جان سکتے کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا ہر عمل رضائے الٰہی سے ظہور میں آیا ہے، لیکن اس کے لیے عقل سے زیادہ بصیرت کی ضرورت ہے۔ علامہ محمد شہزاد مجددی نے قرآن وحدیث کے حوالوں سے اجمالاً اپنے موضوع کو خوب نبھایا ہے۔

☆☆☆

اِتّباعِ شریعت (مکتوباتِ حضرت امام ربانی سیّدنا مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ کی روشنی میں)

تالیف: محمد حیدر مجدّدی

صفحات: ۶۴

اشاعت: ذی الحج ۱۴۲۵ھ/جنوری ۲۰۰۵ء

اہتمام واشاعت: حضرت علامہ محمد شہزاد مجدّدی

ناشر: سُنّی لٹریری سوسائٹی، ۴۹۔ زیلوے روڈ، لاہور

ہدیہ: دعائے خیر بحق معاونین

پیشِ نظر کتاب محمد حیدر مجدّدی کی تالیف کردہ ہے۔ آپ حلقۂ حضرت علامہ پیر محمد شہزاد مجدّدی سے وابستہ ہیں۔ نوجوان ہیں اور علم وعمل سے خوب رغبت رکھتے ہیں۔ ماشاءاللہ

اس مبارک کتاب میں اِتباعِ شریعت کے موضوع پر حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات وفرامین کو یکجا کیا گیا ہے۔ جس سے سنّت کی اہمیت خوب واضح ہوجاتی ہے۔ ہمیں ہر اس کام سے پرہیز لازم ہے جس کے باعث سنّت پر نبوی ﷺ کوئی حرف آتا ہو۔ اسی کو بدعت ضلالہ کہتے ہیں۔ بدعت ضلالہ ہی سے سنّت کی مخالفت ہوتی ہے۔ خدا ہم سب کو کامل، اتباع شریعت کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین اللہ تعالیٰ اس مفید کتاب کے مؤلف کو دین و دنیا میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

☆☆☆

"تحفة النبلاء فی جماعة النساء" (اُردو ترجمہ)

مُصنِّف: حضرت علاّمہ مولانا ابوالحسنات فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: ندارد

ناشر: العلم۔کراچی

صفحات: ۹۵

تبصرہ نگار: پروفیسر ڈاکٹر مجیب اللہ شیخ

محترم جناب پروفیسر شاہ انجم بخاری صاحب نے "تحفة النبلاء فی جماعة النساء" نامی مختصر رسالہ تبصرے کے لیے عنایت فرمایا۔ یہ رسالہ حضرت علاّمہ مولانا ابوالحسنات عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمہ اللہ کی "عورتوں کی جماعت وامامت" کے موضوع پر ایک اہم تصنیف ہے۔ فاضل مُصنِّف تیرہویں صدی ہجری کے جیّد اور مشہور علماء میں سے ہیں۔

رسالہ "تحفة النبلاء فی جماعة النساء" کا موضوع جیسا کہ نام سے واضح ہے "صرف عورتوں کی جماعت اور امامت" ہے۔ اِس پر اُمّت کے علماء کا اتفاق ہے کہ "عورت مردوں کی جماعت کی امامت نہیں کراسکتی"۔ البتہ اس بات پر علماء کا اختلاف ہے کہ آیا "عورت صرف عورتوں کی جماعت کی امامت کراسکتی ہے؟"۔ امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ "عورت صرف عورتوں کی جماعت کی امامت کراسکتی ہے"۔ یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے مگر یہ ضروری ہے کہ امامت کرانے والی عورت صف کے درمیان کھڑی ہو صفوں کے آگے کھڑی نہ ہو۔ اِن کے دلائل حضرت اُم ورقہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت اُمّ سلمہؓ کی روایات ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو زیرتبصرہ رسالے کا باب اوّل صفحہ نمبر ۵ تا صفحہ نمبر ۱۶)۔

لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اِسے مکروہ کہتے ہیں۔ امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ اور امام قتادہؒ کے نزدیک نفل نماز میں عورت عورتوں کی امامت کراسکتی ہے مگر فرض نماز میں نہیں کراسکتی۔ (المغنی لابن قدامہ: ج ۲ ر ص ۱۴۸)۔

حنیفہ میں ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں عام حنفیہ کے برعکس لکھا ہے کہ عورتوں کی جماعت

میں عورت کا امام بننا مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ بلا کراہت جائز ہے۔

جو بزرگ عورتوں کی جماعت میں عورت کی امامت کو مکروہ کہتے ہیں اُن کے کچھ دلائل زیرِ تبصرہ رسالے کے باب ثانی کے صفحہ نمبر ۱۸ تا صحہ ۵۹ ملاحظہ فرمائیے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دورِ نبوی ﷺ اور دورِ خلافتِ راشدہ میں خواتین بالعموم گھروں میں بغیر جماعت کے نماز پڑھا کرتی تھیں۔ یا پھر مسجدِ نبوی ﷺ میں مردوں کے پیچھے آخری صف میں صرف فجر اور عشاء کی نماز پڑھا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت اُمّ سلمہؓ، حضرت اُمّ ورقہؓ کا عورتوں کی جماعت کا معمول تھا اور نہ ہی اُن کے لیے الگ مسجدیں بنائی گئیں تھیں اور نہ ہی شریعت نے اُن پر نماز با جماعت لازم کی ہے بلکہ اُن کے لیے گھروں میں ادائیگی کو افضل قرار دیا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ اُن سے چند یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنی عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روکو نہیں، اگرچہ اُن کے لیے اُن کے گھر زیادہ بہتر ہیں"۔

سنن ابی داؤد: ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ/ صفحہ ۲۲۴، رقم الحدیث ۵۶۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

مسند احمد: ج ۲/ صفحہ ۷۶ روایات ابن عمرؓ۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا اپنے برآمدے میں پڑھنے سے افضل ہے اور اُس کا اپنے بڑے کمرے کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس کے اپنے ذاتی کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

سنن ابی داؤد: ج ۱/ کتاب الصلوٰۃ/ ۲۲۵، رقم الحدیث ۵۷۰۔

المستدرک حاکم: ج ۱/ ص ۲۰۹/ کتاب الصلاۃ۔

۳۔ حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ پوری طرح سلام پھیرتے تو عورتیں اپنی جگہ سے اُٹھ جاتیں تھیں اور حضور ﷺ اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کہ وہ اُٹھ جائیں۔ راوی کہتا ہے: ہمارا خیال ہے کہ حضور ﷺ ایسا اس لیے کیا کرتے تھے کہ عورتیں اپنی جگہ سے اُٹھ جائیں قبل اس کے کہ کسی مرد سے اُن کا آمنا سامنا ہو۔

صحیح بخاری: ج ۱ر کتاب الاذان رباب صلوۃ النساء خلف الرجال رصفحہ ۱۲۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

مسند احمد: ج ۶ر ص ۲۹۶، مرویات اُمّ سلمہؓ

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مردوں کی بہترین صف سب سے آگے کی صف ہے اور بدترین صف سب سے پیچھے (یعنی عورتوں کے قریب) کی صف ہے۔ اور عورتوں کی بہترین صف سب سے پیچھے کی صف ہے اور بدترین صف سب سے آگے کی (یعنی مردوں سے قریب کی صف) ہے۔''

صحیح مسلم ج ۱ر کتاب الصلوٰۃ رباب تسویق الصفوف ۰۰۰ر ص ۱۸۲

سنن ابی داؤد: ج ۱ر کتاب الصلوۃ رباب صف النساء رص ۲۶۱ رقم الحدیث ۶۷۸

سنن الترمذی: ج ۱ر ابواب الصلوٰۃ رباب ماجاء فی فضل الصف الاوّل رصفحہ ۱۶۶ رقم الحدیث ۲۲۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت

سنن نسائی: ج ۲ر کتاب الامامۃ رص ۹۳

سنن ابن ماجہ: ج ۱ر کتاب اقامۃ الصلوٰت رباب صفوف النساء رص ۳۱۷، رقم الحدیث ۱۰۰۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت

فاضل مصنّف نے رسالہ ''تحفة النبلاء فی جماعة النساء'' کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ باب اوّل میں وہ احادیث و آثار جمع کی ہیں جن سے عورتوں کی جماعت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ باب ثانی میں مذاہب کا اختلاف بیان کرنے کے بعد علماء احناف کے ''عورتوں کی جماعت و امامت کے مکروہ'' ہونے کے دلائل کا تفصیل کے ساتھ تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اُن کے جوابات دیئے ہیں۔ باب ثالث میں مشائخ احناف کے مسلک سے متعلق متفرق فوائد یعنی نکات ہیں۔

رسالے کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ فاضل مصنف نے اپنی اس تحقیق سے صرف عورتوں کی جماعت و امامت کو بلا کراہت جائز ثابت کیا ہے اور حنفیہ میں امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر کے قول کی تائید و توثیق کی ہے۔

رسالہ "تحفة النبلاء فی جماعة النساء" کی تحقیق فاضل محقق ومترجم نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے کی ہے جس کا اندازہ کتاب کے آخر میں درج حواشی وحوالہ جات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

☆ احادیث وآثار کی تخریج کی ہے۔

☆ جن کتابوں سے عبارات اخذ کی گئی ہیں اُن کے مکمل حوالہ جات دیئے ہیں۔

☆ مختلف اقوال، مختصر عبارات کی ضرورت کے تحت حواشی میں تشریح وتوضیح کی ہے۔

کچھ حوالہ جات رہ گئے ہیں شاید مطلوبہ کتاب دست یاب نہ ہوسکی ہو۔

مترجم نے رسالے کے ترجمہ میں خوب محنت کی ہے۔ اگر رسالے کا مکمل متن تحقیق کے ساتھ چھپتا تو ترجمے اور محقق کی صلاحیتیں مزید کھل کر سامنے آتیں اور کتاب کے محاسن میں اضافہ ہوتا۔

کتاب کے سرورق پر (نہ ابتداء میں اور نہ آخر میں) محقق ومترجم کا اسمِ گرامی درج نہیں ہے۔☆

☆ [نوٹ: کتاب کے اندرونی سرورق پر جہاں ناشر کا نام: العلم۔ کراچی درج ہے۔ اس کے نیچے قلم سے پتے کا اضافہ کیا گیا ہے: "ہزاروی محلہ بسم اللہ کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰"۔ ضابطے کا صفحہ بھی ندارد۔ آغاز کتاب میں "تذکرۂ علمائے اہلِ سنت" سے حضرت مولانا عبدالحی فرنگی علی علیہ الرحمۃ (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ) کے مختصر حالات نقل کیے گئے ہیں۔ کتاب کے سرورق پر حاشیہ نگار اور مترجم کا نام درج نہیں ہے۔ مگر حواشی میں "مولوی محمد عبدالغفور رمضان پوری قدیمہ کا نام متعدد مرتبہ آیا ہے۔

یہ حاشیہ نگار مصنف علیہ الرحمہ کے شاگرد بھی ہیں کیوں کہ صفحہ ۱۸۹ اور ۹۴ پر لکھتے ہیں:

"محمد عبدالغفور تلمیذ مُصنّف، قدیمہ"۔ اسی طرح کتاب کی تاریخ تکمیل تصنیف: ۱۸ر محرم الحرام ۱۲۹۵ھ کے ساتھ ہی تاریخ تکمیل ترجمہ: ۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق ۷ر جنوری ۱۹۹۹ء بھی درج ہے"۔ احقر شاہ انجم بخاری عفی عنہٗ]

ارمغانِ مجاہدِ ملت

مرتب: محمد صادق قصوری

ناشر: مجاہدِ ملت فاؤنڈیشن

بُرج کلاں ضلع قصور

اشاعت: مارچ ۲۰۰۳ء

ضخامت: ۲۰۸صفحات

ہدیہ: دعائے خیر بحق معاونین

مجاہدِ ملت خطوط کے آئینے میں

مُرتب: محمد صادق قصوری

ناشر: مجاہدِ ملت فاؤنڈیشن

بُرج کلاں ضلع قصور

اشاعت: اکتوبر ۲۰۰۳ء

ضخامت: ۱۵۲

ہدیہ: دُعائے خیر بحق معاونین

پیشِ نظر کتابیں مُلک کے معروف اہلِ علم و مؤرخ جناب محمد صادق قصوی کی محنتوں کا ثمر ہیں۔ حضرت مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی علیہ الرحمہ صرف اپنی وجیہہ شخصیت کی دل رُبائی کے باعث ہی مقبول نہ تھے بلکہ وہ اپنی صدق مقالی، خوف خدا اور حُبِ رسول ﷺ سے آمیز اپنے کھرے کردار کی عظمت کی بناء پر محبوب تھے۔ محبتِ رسول ﷺ، تحفظ ختم نبوت ﷺ، تحریکِ نظامِ مصطفےٰ ﷺ، استحکامِ پاکستان اور نوجوانوں کی کردار سازی آپ کے وہ چیدہ چیدہ موضوعاتِ فکر و عمل ہیں جو آپ کی تمام زندگی کا ماحصل ومحور کہے جاسکتے ہیں۔

جناب محمد صادق قصوری لائق تحسین اور مبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے مجاہدِ نے ملت فاؤنڈیشن کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا اور ٹھوس بنیادوں پر سوانحی و تاریخی مواد کو بڑے سلیقے سے آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کردیا ہے۔

اس سے قبل ''مولانا عبدالستار خان نیازی، حیات وخدمات اور تعلیمات'' کے عنوان سے ۸۲۴صفحات کی ضخیم کتاب بھی ضیاء القرآن پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور سے شائع ہوچکی ہے۔ نیز علاوہ ازیں'' خطباتِ مجاہدِ ملت اور مقالات مجاہد ملت دو کتابیں اشاعت کے لیے تیار ہیں۔ ماشاءاللہ اس عمر میں بھی آپ جوانوں سے بڑھ کر کام پیش کررہے ہیں۔ خدا آپ کی عمر میں اور صحت وتندرستی میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

زیرِ تبصرہ دونوں کتابیں آپ نے بڑی عرق ریزی اور محنت شاقہ سے مرتب فرمائی

ہیں۔ ''ارمغانِ مجاہد مِلّت'' میں ''مجاہد ملّت کے ماہ و سال'' نہ صرف خصوصی توجہ کا مستحق ہے بلکہ قابلِ داد بھی۔

اسی طرح ''مجاہد ملّت خطوط کے آئینے میں'' آپ کی اہم کاوش ہے۔ یہ کتاب مجاہد ملّت کی حینِ حیات ہی میں مرتّب ہو چکی تھی اور اس کی تیاری میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کی رہنمائی و سرپرستی بھی جناب صادق قصوری کو حاصل رہی ہے۔ مگر شائع اب ہوئی ہے۔

اس کتاب کے آغاز میں ضیاء الامّت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کے تاثرات بھی شریک ہیں۔ جس میں آپ نے مولانا عبدالستار خان (م ۷/اپریل ۱۹۹۸ء) نیازی کو ''اہلِ سنت کے دُرِ شہسوار'' سے تعبیر کیا ہے۔

کتاب پر مقدمہ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب نے تحریر کیا ہے۔ آپ کے بقول: ''تعداد اور اہمیت کے لحاظ سے قابلِ ذکر وہ خطوط اور تار ہیں جو مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور قائداعظم محمد علی جناح کے مابین ارسال ہوئے''۔ (ص ۸) دیگر خطوط میں:

نواب بہادر یار جنگ کے دو خطوط نیازی صاحب کے نام۔ خواجہ ناظم الدین کے نام چار خطوط۔ مولانا مودودی صاحب کے دو خطوط۔ راجہ صاحب محمود آباد کا ایک خط۔ میاں محمود علی قصوری کا ایک خط۔ سیّد محمد فاروق القادری کا ایک خط صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کے دو خطوط۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے نام مولانا نیازی کا طویل مکتوب اور بشریٰ رحمٰن کے نام بھی مولانا کا ایک خط شاملِ کتاب ہے۔

مولانا نیازی علیہ الرحمہ کے خطوط سے آپ کی بردباری، بزرگانہ تحمل، تحقیقی روش، پند آموزی اور حقیقت پسندی ایسے اوصاف بخوبی اُجاگر ہوتے نظر آتے ہیں۔ اُمید ہے ان کتابوں سے شائقینِ علم استفادہ کریں گے۔

اشاریہ ماہنامہ ''الرحیم'' حیدرآباد (جنوری ۱۹۶۳ء اکتوبر ۱۹۶۹ء)

مُرتّب: ڈاکٹر سفیر اختر

ناشر: دارالمعارف، لوہسر شرفو، واہ کینٹ

اشاعت: جون ۲۰۰۴ء

ضخامت: ۷۶ صفحات

قیمت: =/۱۰۰ روپے

پیشِ نظر کتاب شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ کے زیرِ اہتمام نکلنے والے علمی و تحقیقی مجلّے ''الرّحیم'' کے اشاریے پر مبنی ہے۔ جسے فاضل محقق جناب ڈاکٹر سفیر اختر نے مرتّب کیا ہے۔ آپ کی علمی و ادبی خدمات سے اہلِ علم بخوبی واقف ہیں۔ آپ ''بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد کے ذیلی ادارے، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی سے وابستہ ہیں آپ کی علمی و تحقیقی اور کتابیاتی سرگرمیوں کے موضوعات میں مسلم برصغیر کی علمی و فکری تاریخ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے''۔ یہ کتاب فاضل مرتّب کے ''اشاریہ ہائے جرائد'' کی دوسری کڑی ہے۔

اس سے قبل آپ جنوری ۲۰۰۴ء میں ''مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور اُن کا ماہنامۂ رحیق'' کے عنوان سے بھی ایک اشاریہ مرتّب کر چکے ہیں۔ جب کہ فاضل مرتّب نے مستقبل قریب میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد۔ کے ایک اور اُردو ماہنامے ''الولی'' (جو اپریل ۱۹۷۱ء سے اب تک شائع ہو رہا ہے) کا اشاریہ بھی مرتّب کرنے کی نوید سنائی ہے۔

یقیناً اہلِ علم کے لیے یہ خبریں غیر معمولی اہمیت کی حامل اور دلچسپی کا باعث ہیں کتاب نہایت سلیقے سے شائع ہوئی ہے۔ اعلیٰ سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ چھپائی عمدہ ہے۔ کتاب کا انتساب ''ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری'' کے نام ہے۔ ضابطے کے صفحے پر کتاب خانے میں اندراج کے لیے لائبریری کیٹلاگ کارڈ بھی تیار کیا گیا ہے۔

اشارے سے قبل ''ابتدائیہ'' ہے جس میں فاضل مرتّب نے شاہ ولی اللہ اکیڈمی (۱) کے قیام کے اغراض و مقاصد بھی بیان کیے ہیں۔ اس ابتدائیہ سے احقر راقم الحروف کو پہلی بار معلوم ہوا کہ اس اکیڈمی کے قیام میں معروف مصنف شیخ محمد اکرام (م ۱۹۷۳ء) کی کوششوں کا بھی دخل ہے۔ جو اس وقت محکمۂ اوقاف کے ناظم اعلیٰ تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ مرحوم نے ''اُسے [اکیڈمی کو] کم سے کم مدت میں با قاعدہ ادارے کی شکل دینے اور کام شروع کرنے کے قابل بنانے میں بڑی عملی دلچسپی لی''۔ (ص ۱۲)

فاضل مرتّب نے اپنے ابتدائیے میں یہ بھی فرمایا کہ: ماہنامہ الرحیم کا پہلا شمارہ جون ۱۹۶۳ء میں شایع ہوا۔ (ص ۱۳) لیکن سرورق پر ''الرحیم'' کے سنینِ حدود (جنوری ۱۹۶۳ء۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء) درج ہے۔ پہلے اندراج سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ الرحیم جنوری ۱۹۶۳ء سے شروع ہوا۔ لیکن صفحہ ۱۲ پر یہ خبر کہ ''پہلا شمارہ جون ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا'' یہ بات سمجھ میں نہیں آئی اس کی صحیح توجیح تو فاضل مُرتّب ہی کر سکتے ہیں۔ آگے چل کر فاضل مرتّب نے اشاریے پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ:

''اشاریہ، واضح طور پر تین حصّوں میں منقسم ہے اور ہر حصّہ لکھنے والوں کے ناموں کے لحاظ سے الفبائی ترتیب پر ہے۔ پہلے حصّے میں بیس موضوعات (ایک دو موضوعات کو ذیلی طور پر بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ کے تحت تمام عمومی تحریروں کا اندراج ہے۔ دوسرے حصّے میں شاہ ولی اللہ اور اُن کے خاندان کے حوالے سے لکھی گئی تحریروں کا احاطہ کیا گیا ہے، اور تیسرا حصّہ متفرقات (شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ماہنامہ 'الرحیم' اور کانفرنسوں کی اطلاعات وغیرہ) پر مشتمل ہے۔ اشاریے میں شامل جملہ تحریروں کو مسلسل شمار کیا گیا ہے۔ ۱۰۰۰ اشاریے کے آخر میں دو حصّوں میں 'اشاریے کا اشاریہ' ہے۔ پہلے حصّے میں مقالہ نگاروں، مترجموں اور تبصرہ نگاروں کے ناموں کے حوالے سے اُن کی جملہ تحریروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ دوسرے حصّے میں مصنّفین کی ترتیب سے اُن کتابوں کا ذکر ہے جن پر مختلف اہلِ علم نے تبصرہ و تعارف لکھا ہے۔'' (ص ۱۵۔۱۶)

آخر میں یہ بھی بتاتے چلیں کہ اس اشاریے کی مدد سے ہمیں حضرت شیخ عبدالحق محدث سے منسوب رسالے ''روضات'' پر شائع ہونے والے تبصرے تک رسائی میں آسانی ہوئی۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ محدّث علیہ الرحمہ کے ایک تلمیذ حضرت خواجہ معین الدین کشمیری کی فارسی تفسیر ''زبدۃ التفاسیر'' (تالیف ۱۰۷۳ھ) کے ایک خطی نسخے سے بھی تعارف حاصل ہوا۔ جس کے لیے ہم فاضل مرتّب کے شکر گزار ہیں۔

---

(۱) نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی موجودہ صورتِ حال ناگفتہ بہ ہے۔ برسات میں لائبریری کی چھت ٹپکتی رہی ہے جس سے کتابوں کی شکستہ حالی میں کئی گنا

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۳۰۹

علمی تحائف

۱۶ رفروری ۲۰۰۴ء کو برادرم محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی صاحب کراچی سے تشریف لائے اور مجلس ہذا کے لیے حلقۂ چشتیہ صابریہ عارفیہ کی مطبوعات مفیدہ کے مندرجہ ذیل تحائف عنایت کر گئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کی جزائے خیر دے۔ آمین

پہلی ہی نظر میں کتابوں کی طباعت اور کاغذ کے اعلیٰ معیار نے متاثر کیا۔ جب موضوعات پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ واقعی لائقِ مطالعہ ہیں۔ مجھے سب سے زیادہ جس کتاب نے متاثر کیا وہ حضرت خواجہ شاہ محمد عارف علیہ الرحمہ کے ارشادات عالیہ ہیں۔ ''سانسوں کی مالا'' کے عنوان سے اس کتاب کے مندرجات نے ایسی کیفیت سے دوچار کیا جو کسی اللہ والے کی صحبت میں محسوس کی جاتی ہے۔ سبحان اللہ۔

''بھولی بسری چند اُمیدیں'' بھی بڑے شوق سے مطالعے میں آئی۔ دیگر کتابوں کے نام یہ ہیں:

۳۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ
۴۔ راہِ ایمان جلد اوّل و دوم
۵۔ تصویر کا دوسرا رُخ
۶۔ یادِ کربلا
۷۔ ستارگانِ رسالت
۸۔ فضائل و برکاتِ اسم محمد ﷺ
۹۔ بدعت اور شرک کی اصلیت
۱۰۔ مکمل تاریخِ وہابیہ
۱۱۔ تنویر الایمان
۱۲۔ نکتہ ہائے بصیرت
۱۳۔ میلاد شریف اور علامہ اقبال
۱۴۔ ذکر و فکر
۱۵۔ توہینِ رسالت کی سزا
۱۶۔ سبحانی راتیں
۱۷۔ مجموعۂ تالیف
۱۸۔ صدائے مُرشد
۱۹۔ سورۃ المزمل، فضائل و فوائد
۲۰۔ خزینہ نور الانوار فضائل و فوائد
۲۱۔ سورۃ الانفال فضائل و فوائد
۲۲۔ سورۃ الانشرح فضائل و فوائد
۲۳۔ جمال و کمال درود شریف
۲۴۔ نصوحی توبہ
۲۵۔ سورۃ الواقعہ
۲۶۔ سورۃ الکہف

☆☆☆

دیگر موصولہ کُتب

- ''اسلام۔ مُسلمان اور تہذیب جدید'' ایک مطالعہ، ایک جائزہ (حصہ اوّل): مولانا عبدالماجد دریابادی کے ''صدق جدید'' کے مضامین اور شذرات کا انتخاب، مُرتّب: محمد موسیٰ بھٹو، بارِ اوّل نومبر ۲۰۰۴ء، صفحات: ۳۹۲، قیمت =/۱۲۰ روپے، سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، ۴۰۰ ربی یونٹ نمبر ۴، لطیف آباد، حیدر آباد، سندھ

- گلدستۂ فیض رُوحانی فی الذکر والافکار یزدانی: مؤلف: حضرت علّامہ میاں علی محمد مشوری قادری، مترجم: ابومحمد ممتاز احمد قاسمی (بارِ اوّل: ۱۴۲۵ھ، صفحات ۲۱۲، مجلد، قیمت =/۱۰۰ روپے) ناشر: ادارۂ قاسم العرفان، کراچی۔ 0300-2112380

- فوائد مکّیہ مع حاشیہ لمعات شمسیہ: مصنف: حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکّی حاشیہ از استاذ القراء والحفاظ القاری محمد یوسف سیالوی (بار اوّل: ۱۴۲۴ھ، صفحات: ۲۰۰، مجلد، ہدیہ ندارد) ناشر: بزم شیخ الاسلام، دینہ ضلع جہلم

- خوشبوئے التفات (نعتیہ مجموعہ) از رشید وارثی (بارِ اوّل: مئی ۲۰۰۴ء، صفحات: ۲۰۸، مجلد، قیمت: =/۳۰۰ روپے) ناشر: بزمِ وارث ۱۹۰/۱/ا، قصرِ وارث، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔ ۲۵

- تاریخِ مشائخ قادریہ رضویہ (برکاتیہ): مُصنّف: محمد صادق قصوری (بارِ اوّل: ۲۰۰۴ء، صفحات: ۴۶۴، قیمت: =/۲۰۰ روپے، مجلد) ناشر: زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور

○ طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم: علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مُرتّب: مولانا محمد عرفان ضیائی (بارِ اوّل: ۱۴۲۳ھ، صفحات: ۱۹۵، مفت سلسلۂ اشاعت) ناشر: جمعیت اشاعت اہلِ سنت، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

○ اصطلاحاتِ صوفیہ اقوالِ صوفیہ کی روشنی میں: مؤلف: فاروق احمد خان یوسف زئی (بارِ اوّل: ۲۰۰۴ء، صفحات: ۵۹، ہدیہ: ندارد) ناشر: آر ۵۱۶، سیکٹر ۹، نارتھ کراچی، ۵۸۵۰ ۷۔

○ ذِکرِ رضا (۱۹۲۱ء) اوّلین منظوم سیرت: مُصنف: مولانا محمود جان جام جودھپوری، بفرمائش علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (عکسی اشاعت: فروری ۲۰۰۵ء، صفحات: ۶۴، اعزازی برائے اراکین مجلس رضا) باہتمام: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، مدیرِ اعلیٰ: جہانِ رضا، لاہور۔

○ نعت اور آدابِ نعت ''نعت رنگ'' میں مطبوعہ خطوط کا مجموعہ: مُصنف: ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی، مُرتّب: صاحب زادہ ارشد جمال نقش بندی (بارِ دوم: دسمبر ۲۰۰۴ء، صفحات: ۴۴۸، مجلّد، قیمت: =/۱۵۰ روپے) ناشر: مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل) ۱۸۔ امبر پلازہ، بلاک ''اے'' سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی مین شاہ راہِ فیصل، کراچی

○ حیات وعلمی خدماتِ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی: تالیف: ڈاکٹر علیم اشرف خان (بارِ اوّل: ۲۰۰۱ء، صفحات: ۲۰۸، مجلد، قیمت: =/۱۶۰ روپے) ناشر: اسلامک ونڈرس بیورو، ۲۸۳۳۔۳۳، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی، ۱۱۰۰۰۲، انڈیا

○ الدُّرُّ الیَتِیم فِیْ إِیْمَانِ آباءِ النَّبِیِّ الکَرِیم صلی اللہ علیہ وسلم (عربی متن) مُصنف: شیخ العالم الفقیہ مولانا شاہ علی انور القلندر ر، اُردو ترجمہ: علامہ تقی حیدر القلندر ر، مع اضافہ: ''رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین جنتی ہیں، تصنیف: محدّث وفقیہ مولانا عبدالخالق ملتانی (صفحات: ۱۶۰، =/۱۶۰ روپے)، ناشر: ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر مؤسس و مدیر: الرّحیم، اکیڈمی، اے ۷/۷، اعظم نگر، لیاقت آباد، کراچی، فون: ۴۹۱۳۹۱۶

○ حُلیۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (احادیث شمائل کا منظوم ترجمہ): از عبدالسلام مضطر ہنسوری (سن

اشاعت:۲۰۰۲ء، صفحات:۴۸، ہدیہ=/۲۵ روپے) ناشر الرّحیم اکیڈمی، کراچی

- قلبِ انسانی قرآن وحدیث کے آئینہ میں: از سیّد امام حیدر رضوی القادری (سن اشاعت:۱۴۲۲ھ، صفحات:۹۴، قیمت=/۳۰ روپے) ناشر الرّحیم اکیڈمی، کراچی
- مُحرّم اوراس کے تقاضے (کتابچہ): مؤلف: صاحبزادہ سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی، ناشر: بزمِ مصطفیٰ ﷺ، کراچی
- آفتاب ولایت: مُصنِّف: صاحبزادہ سیّد محمد زین العابدین شاہ راشدی (اشاعت: اوّل ۲۰۰۴ء، صفحات:۱۲۰، قیمت:=/۱۵۰ روپے) ناشر: ادارۂ پیغام رضا پاکستان، پوسٹ بکس نمبر ۱۳۱۱۱، کراچی)
- فیضان المواہب: (رشید وارثی کے مجموعۂ حمد ونعت اور مناقب ''خوشبوئے التفات'' کا تعارفی مجلّہ) مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر محمد سعید خان وارثی، شائع کردہ: بزمِ وارث، ۱۹۰/۱، شاہ فیصل کالونی، کراچی، ۲۵۔بتعاون: اُردو مرکز نیویارک
- سیّد احمد شہید کی صحیح تصویر: مُصنِّف: وحید احمد مسعود (اشاعت: چہارم، جون ۲۰۰۳ء، صفحات: ۲۴۴، مجلّد: قیمت:=/۱۰۰ روپے) بہ اہتمام: صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی، ناشر: رضا پبلی کیشنز، لاہور
- مجالس حکیم محمد موسیٰ امرتسری یادداشتوں کے آئینے میں: تحریر و ترتیب: سیّد جمیل احمد رضوی، بہ اہتمام: صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی، ناظم اشاعت: محمد ریاض ہمایوں سعیدی (سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۰۳ء، صفحات ۱۱۲، حکیم اہلِ سنّت علیہ الرحمہ کے چوتھے سالانہ عرس مبارک پر تقسیم کی گئی) ناشر: دارالفیض گنج بخش، لاہور
- روحِ نمازِ (تقریر): شیخ الاسلام سیّد محمد مدنی میاں اشرفی (سن اشاعت: جولائی ۲۰۰۳ء، صفحات:۳۶) ناشر: دارالمصنفین گنج بخش ۵۵، حکیم محمد موسیٰ روڈ، حضرت لاہور
- اَلْمَقَالَةُ الْعُذْبَةِ فِیْ الْعِمَامَةِ وَالْعِذْبَةَ تالیف: الامام المحدّث الفقیہ الشیخ مُلّا علی

بن سلطان القاری حققہ وخرج نصوصہ وعلق علیہ محمد شہزاد مجددی، (طبع اول: ۱۴۲۵ھ، صفحات ۵۶)
ناشر: دار الاخلاص، ۴۹، ریلوے روڈ، لاہور

موصولہ رسائل

۱۔ آستانہ (ماہنامہ) مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الاجیلانی، اے۔۱۴ بلاک نمبر۲۔ الکرم اسکوائر، کراچی

۲۔ ادبیات کاشر (آزاد کشمیر کا علمی و ادبی اخباری مجلہ) مدیر اعلیٰ: مظہر جاوید حسن، میرپور چتر پڑی، آزاد کشمیر

۳۔ القاسم (ماہنامہ) مدیر مسئول: حافظ محمد قاسم، جامعہ ابو ہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ سرحد

۴۔ المظہر (ماہنامہ) مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد، ادارہ مسعودیہ ضیاء منزل (شوگن مینشن) آف محمد بن قاسم روڈ عیدگاہ، کراچی

۵۔ بیداری (ماہنامہ) مدیر اعلیٰ: محمد موسیٰ بھٹو، سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ، ۴۰۰۔بی، لطیف آباد نمبر۴۔ حیدر آباد، سندھ

۶۔ دریچہ انٹرنیشنل (کتابی سلسلہ) مدیر: سیّد، معرفت ہمدانی، میونسپل کالونی، گلی نمبر۱، مکان نمبر۴، نزد ایجوکیشن دفتر نیو سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

۷۔ رکن الاسلام (ماہنامہ) مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ عزیز محمود۔ رکن الاسلام آزاد میدان ہیر آباد، حیدر آباد۔

۸۔ ساحل (ماہنامہ) بانی و مدیر منتظم: ڈاکٹر خالد علی انصاری، دفتر رابطہ: بی۔۲۶/۷، سیکٹر الیون، اے نارتھ کراچی۔

۹۔ ضیائے اسلام (ماہنامہ) مدیر اعلیٰ: محمد سہیل احمد سیالوی۔ بزم شیخ الاسلام، جامعہ رضویہ احسن القرآن، دینہ، ضلع جہلم۔

۱۰۔ عقیدت (سہ ماہی) مدیر اعلیٰ: شاکر کنڈان، ادارہ فروغ ادب پاکستان، ۱۳۲، پی استقلال

آباد، سرگودھا

۱۱۔ فقہِ اسلامی (ماہنامہ) مؤسس: پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز۔ پوسٹ بکس نمبر 17777 گلشنِ اقبال، کراچی

۱۲۔ کنزالایمان (ماہنامہ) اشاعت خصوصی بیاد امام شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ، مدیر اعلیٰ: محمد نعیم طاہر رضوی، کنز الایمان سوسائٹی، ۱۴۲۲/۶، دہلی روڈ، صدر، بازار لاہور، چھاؤنی۔

۱۳۔ مجلہ حضرت کرماں والا شریف (ماہنامہ) مدیر: ملک ثناء اللہ اعوان، جی ٹی روڈ، اوکاڑہ، پوسٹ کوڈ ۵۶۳۰۰

۱۴۔ محدّث (ماہنامہ) مدیر: حافظ حسن مدنی، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، ۵۴۷۰۰

۱۵۔ نعت رنگ (کتابی سلسلہ نمبر ۱۷) مُرتّب: صبیح رحمانی، بی ۔۵۰، سیکٹر ۱۱۔اے، نارتھ کراچی، ۷۵۸۵۰

تشکر: ادارہ مُرسلہ تحائف علمی کے لیے تمام کرم فرما مصنّفین، مؤلفین، مترجمین اور جملہ مدیران و ناشران کا شکر گزار ہے۔ ہم اپنے تمام کرم فرماؤں کی خدمت میں المصداق کا اعزازی نسخہ ارسال فرمائیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔ (ادارہ)

☆☆☆

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۰۳)

اضافہ ہوگیا ہے۔ محکمہ اوقاف کو چاہیے کہ ایسی قیمتی لائبریری کو تباہ ہونے سے بچائے.

یہ بات بھی قابلِ تشویش ہے کہ لائبریری میں ''الرّحیم'' کی حوالہ جاتی مجلّد فائلیں بھی موجود نہیں ہیں۔ البتہ ''الولی'' کا خاصا ذخیرہ برائے فروخت موجود ہے۔ راقم الحروف مولانا بدرالدین صاحب (معاون پبلشر 'الولی') کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے تعاون فرماتے ہوئے اپنی ذاتی لائبریری سے ''الرّحیم'' کے مطلوبہ شمارے استفادے کے لیے فراہم کیے۔

حیات و علمی خدمات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

تالیف

ڈاکٹر علیم اشرف خاں

ناشر

اسلامک ونڈرس بیورو
۳۲۱۲، کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

تاثرات

زیر نظر کتاب ''حیات و علمی خدماتِ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ''
تصنیف ڈاکٹر علیم اشرف خاں، لکچرر شعبۂ فارسی، دہلی یونیورسٹی کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔
احقر دورانِ مطالعہ کتاب ہذا یہ محسوس کیا کہ گویا مصنف نے قاری کو روحانی طور پر دورِ حیات شیخ
عبدالحق محدثؒ میں پہنچادیا ہو جو کہ مصنف کے عمیق مطالعے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے
عقیدت وارادت اور معراجِ قلم کا بین ثبوت ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست

تا نبخشد خدای بخشندہ

ڈاکٹر علیم اشرف خان صاحب، لکچرر شعبۂ فارسی، دہلی یونیورسٹی کا نہایت ممنون
ہوں جنہوں نے بڑی جانفشانی اور تحقیق سے شیخ عبدالحق محدث اکیڈمی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی
علمی وادبی تصانیف میں اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مزید تصنیفات سے
اکیڈمی کی نشریات کو دوبالا کریں اس امید کے ساتھ: اللہ کرے زورِ شباب اور زیادہ۔

ضیاء الحق سوز حقی دہلوی

چیرمین، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اکیڈمی ٹرسٹ

(رجسٹرڈ)، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

اپیل

مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ دینی و اصلاحی کتب کی اشاعت کے لیے مجلس سے تعاون فرمائیں۔

مذکورہ کتب کی اشاعت کے لیے رقم کے بجائے کمپوزنگ، کاغذ، بائنڈنگ اور چھپائی کے انتظامات کی صورت میں بھی تعاون کیا جا سکتا ہے۔

دینی کتابوں کی اشاعت میں آپ کا یہ تعاون صدقۂ جاریہ کی مثل ہو گا۔ اپنے مرحومین کے ایصال ثواب اور ان کے لیے صدقۂ جاریہ کا بہترین موقع آپ کو میسر آ رہا ہے۔ اگر آپ اپنے پیاروں کی روح کو ثواب پہنچانا چاہتے ہیں، تو اس کی ایک بہتر صورت آپ کے سامنے ہے۔

مجلس کے اشاعتی پروگرام سے تعاون کیجیے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کیجیے۔

مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی

"اے اللہ میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو تیرے دربار کے لائق ہو کیونکہ میرے تمام اعمال میں فسادنیت و کمی عمل شریک ہے البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ میلاد مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا اور نہایت ہی عاجزی و خاکساری۔ محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا رہا
اے اللہ وہ کونسا محل و مقام ہے جہاں میلاد مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیری خیروبرکت اور کرم و رحمت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ لازما تیری بارگاہ میں قبول ہو گا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعہ دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی"۔

(حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

AL-MISDAQ

HYDERABAD

سلسلۂ کتابی

المصداق

حیدرآباد

زیرِ اہتمام :- مجلس شیخ عبد الحق محدث دہلوی حیدرآباد سندھ

اغراض ومقاصد

☆ امام اہل سنت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی علمی ودینی خدمات پر تحقیق

☆ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی تعلیمات کی روشنی میں تبلیغ اسلام وعقائد حقہ کی اشاعت

☆ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نیز دیگر علمائے اہل سنت کی غیر مطبوعہ اور کم یاب کتب کی معیاری اشاعت وتقسیم

اہل اسلام سے اپیل

مجلس شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے تعاون کیجیے اور جہالت وبدعقیدگی کے خلاف قلمی جہاد میں حصہ لیجیے۔